وَنُرِيدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِينَ۝

بارہ امام

حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ

حضرت فاطمۃ الزہراہ رضی اللہ عنہا

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ

حضرت امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم

حضرت امام علی نقی رضی اللہ عنہ
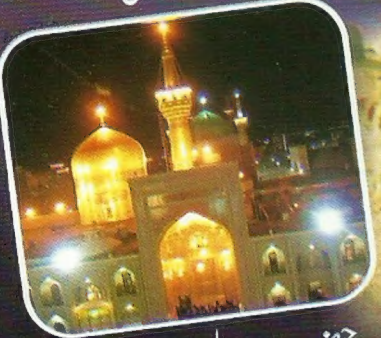
جنت البقیع

حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ

حضرت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ

زیر سرپرستی

صوفی غلام محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ
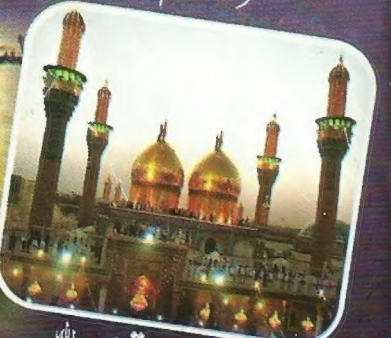
مؤلف

احمد حسن قادری

وَ نُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ
وَ نَجْعَلَھُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَھُمُ الْوٰرِثِیْنَ ۝

اور ہم چاہتے ہیں کہ زمین پر بسنے والے کمزوروں پر، ان میں ائمہ
اور (انبیاء) کے وارث مبعوث کر کے، احسان کریں۔

بارہ امام

مؤلف

احمد حسن قادری

زیرِ سرپرستی

سلطان الفقراء حضرت صوفی غلام محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب.................بارہ امام

مؤلف .... احمد حسن قادری

باراول .... جولائی ۲۰۱۳ء

باردوم .... مئی ۲۰۱۶ء

بارسوم .... اپریل ۲۰۱۸ء

بارچہارم................ جولائی ۲۰۱۸ء

قیمت ۱۵۰روپے

تعداد .... ایک ہزار

ملنے کا پتہ

B-622، بلاک 13، فیڈرل بی ایریا، کراچی۔

فون نمبر: 0302-8580975

0333-2193515

ای میل ahasan.qadri56@gmail.com :

انتساب

اپنے والدین کے نام

بالخصوص

اپنے روحانی باپ، مرشدِ کامل

عاشق پنجتن پاک، مظہر شیرِ خدا

نائب غوث الوراء، سلطان الفقراء

حضرت صوفی غلام محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

جن کی بے پایاں عنایات اور روحانی توجہ کے طفیل

اس کارِ سعید کی توفیق نصیب ہوئی۔

احمد حسن قادری

فہرست مضامین

ماخذ

کتاب	مصنف
قرآن مجید	
بخاری شریف	امام بخاری
شرح مشکوٰۃ	شیخ عبدالحق محدث دہلوی
نسائی شریف	امام نسائیؒ
مسالک السالکین	مولوی مرزا محمد عبدالستار بیگ
شریف التواریخ	سید شریف احمد شرافت نوشاہی
شواہد النبوۃ	مولانا عبدالرحمن جامی
الشرف المؤبد لآلِ محمد	امام یوسف بن اسماعیل نبہانی
صفۃ الصفوۃ	علامہ ابن جوزی
حضرت امام حسن و حضرت امام حسین	ڈاکٹر شمس جیلانی
صوائق المحرقہ	علامہ ابن حجر مکی
تاریخ الخلفاء	علامہ جلال الدین سیوطی
اسنی المطالب فی نجاتِ ابی طالب	سید احمد بن زین دحلان مکی رحمتہ اللہ علیہ
ایمان ابی طالب	صائم چشتی
البتول	صائم چشتی
تقاریر	ڈاکٹر محمد طاہر القادری
تقاریر	مولانا محمد شفیع اوکاڑوی
ملفوظات	حضرت صوفی غلام محمد قادری
قاسمِ ولایت	مولانا غلام رسول نقشبندی
امام زین العابدین	مولانا غلام رسول نقشبندی
امام موسیٰ کاظم	مولانا غلام رسول نقشبندی
لسان الحقائق	تنویر المصطفیٰ قادری

اظہارِ تشکر

الحمدللہ ثمہ الحمدللہ میری یہ کاوش آئمہ اہلبیت کی بارگاہ میں مستجاب ہوئی۔ کتب خانوں کے بے اعتنائی اور مؤلف کی گمنامی کے باوجود اسے قبولیتِ عام نصیب ہوا جس نے بھی یہ تالیف پڑھی دل کھول کر داد دی۔ میرے کئی ساتھیوں نے اسے متعدد بار پڑھا اور بے حد لطف و سرور، روحانی انوار و کیفیات سے مستفیض ہوئے محبان اہلبیت کے دلوں میں حبّ اہل بیت فزوں تر ہوئی۔

ایک ایسے دور میں جس میں یہ معمول بن چکا ہے عوام الناس کے ذہنوں میں یہ بات چسپاں کر دی گئی ہے کہ بارہ اماموں کا تعلق غیروں سے ہے۔ بارہ اماموں کی تعریف وثناء کرنے والوں کو دوسرے مسلک کا شمار کیا جاتا ہے۔ لوگوں کے دل و دماغ میں یہ بات بٹھا دی گئی ہے کہ ہمارے صرف چار امام ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل جبکہ حقیقتاً یہ چاروں امام آئمہ اطہار سے شدید محبت کی بدولت عظمتوں کا مینار بنے۔ ان چاروں آئمہ کی نس نس میں اولاد مصطفی کی محبت رچی بسی تھی۔ کوتاہ نظر لوگوں نے ان آئمہ کے ادوار میں ان پر رفض کی تہمت لگائی۔ بالکل اسی طرح اس تالیف کی اشاعت پر جہاں بے شمار محبانِ اہلبیت نے داد تحسین دی وہیں کچھ لوگوں نے رفض اور تفضیلی شیعہ ہونے کی تہمت لگائی۔

مجھے کسی کی تعریف اور تنقید سے سروکار نہیں۔ میرا مقصد عوام الناس کو آئمہ اطہار کی شان و عظمت سے روشناس کرنا ہے۔ حقیقتاً ان برگزیدہ ہستیوں کی شان و عظمت کا کماحقہٗ بیان ممکن نہیں کہ ان مقدس ہستیوں کی شان ماورائے گمان ہے

''بارہ امام'' کا دوسرا ایڈیشن بغیر کسی اضافے کے شائع ہوا۔ تیسرے ایڈیشن میں 32 صفحات کا اضافہ کیا گیا۔ چوتھے ایڈیشن میں آئمہ کے فضائل کے علاوہ ایک باب ''بارہ امام اور اکابرینِ اہلسنت'' کے عنوان سے شامل کیا جا رہا ہے۔ میری درخواست ہے کہ قارئین کی آنکھیں جس وقت حب اہلبیت میں اشکبار ہوں تو مؤلف کو اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔

آخر میں محترم چراغ دین صاحب، جناب ناظم حسین صاحب اور دیگر ساتھیوں کا شکر گزار ہوں جن کے مالی تعاون، حوصلہ افزائی اور دعاؤں سے اس ایڈیشن کی اشاعت ممکن ہوئی۔ اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ ان تمام ساتھیوں کو اور اس حقیر کو اہلبیت اطہار کی رضا و خوشنودی نصیب فرمائے اور بروز حشر ان عظیم ہستیوں کے قدموں میں محشور فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
احمد حسن قادری

سبب تالیف

امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمتہ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز تصنیف ''الشرف المؤبد لآل محمد'' میں فرماتے ہیں کہ امور دینیہ اور عقائد اسلامیہ میں سے اہم ترین عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفی ﷺ تمام انسانوں، تمام فرشتوں اور تمام رسولوں سے افضل ہیں اور آپ کے آباء تمام کے آباء سے اور آپ کی اولاد ہر ایک کی اولاد سے اشرف و اعلیٰ ہے کیونکہ ان کا حسب ونسب نبی کریم ﷺ سے وابستہ ہے وہ حضور کے قرابتدار اور حضور کی طرف منسوب ہیں اور تمام لوگوں سے زیادہ آپ ﷺ کے قریب ہیں۔

اس میں بھی شک نہیں کہ حضور اقدس ﷺ محبت ہر مسلمان پر فرض ہے اور جس قدر یہ محبت کامل ہوگی، ایمان کامل ہوگا اور جس قدر محبت ناقص ہوگی ایمان بھی ناقص ہوگا۔ وہ حضرات جو نبی کریم ﷺ سے متعلق ہیں اور آپ سے نسبی رشتہ رکھتے ہیں مثلاً آپ کے آباء کرام اور آپ کی اولاد امجاد، ان کی محبت بھی آپ ہی کی محبت ہے۔

حضور کے قرابتداروں سے محبت رکھنے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے ان سے محبت رکھنا تمام مسلمانوں پر واجب ٹھہرایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ لَّآ اَسْاَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

اے نبی ﷺ آپ فرما دیں کہ میں تم سے کسی اجرِ (رسالت) کا سوال نہیں کرتا سوائے اس کے کہ تم میرے قرابتداروں سے محبت رکھو۔

امام جلال الدین سیوطی نے در منثور میں اور بہت سے دیگر مفسرین نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ''صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کے وہ کون سے رشتہ دار ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ فرمایا علی

فاطمہ اوران کی اولاد۔ اس پرفتن دور میں جس میں خارجیت اور وہابیت کی یلغار ہے، ایسے گمراہوں کی بہتات ہوگئی ہے جو اہل بیت نبوت اور معدن رسالت سے نفرت رکھتے ہیں اور جب ان کے سامنے حضور اقدس ﷺ آپ کے اہل بیت اور آپ کے اولیاء کے امتیازی فضائل ومناقب بیان کئے جائیں تو ان کی پیشانیوں پر شکن پڑ جاتے ہیں۔ ان کا رنگ بدل جاتا ہے اور وہ زبان حال سے اس امر کے آرزومند ہوتے ہیں کہ کاش یہ فضائل ومناقب انہیں نہ دیئے گئے ہوتے۔ وہ ایسی آیات واحادیث کی مختلف تاویلیں کرتے ہیں یا پھر فوراً یہ کہہ اٹھتے ہیں کہ یہ سب شیعوں کی روایات ہیں ان کی گھڑی ہوئی حدیثیں ہیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں امام شافع کے دور میں کہ جب خارجیت کا اس قدر زور نہ تھا۔ لوگ ان کے منہ سے اہلبیت کے فضائل ومناقب سن کر یہی کہتے تھے کہ یہ تو رافضیوں کی مشہور باتیں ہیں۔

اذا فی مجلس نذکرو علیاً   وسِبطیه وفاطمة الزکیة
یقال تجاوزوا یا قوم هذا   فهذا من حدیث الرافضیه
برئت الیٰ المهیمن من اناس   یرون الرفض حب الفاطمیه

جب ہم کسی مجلس میں حضرت علی، ان کے دونوں شاہزادوں اور سیدہ فاطمہ الزہرا کا ذکر کرتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ اے قوم یہ تو حد سے بڑھ گئے ہیں اور یہ رافضیوں کی باتیں ہیں۔ میں خداوند قدوس کے حضور ایسے لوگوں سے بری الزمہ ہوں جو سیدہ فاطمہ کی محبت کو رفض گمان کرتے ہیں۔

علامہ زمخشری نے تفسیر کشاف میں اسی آیت مودۃ کی تفسیر میں ایک طویل حدیث نقل کی جسے امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں نقل کیا کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا'' جو شخص آلِ محمد کی محبت پر فوت ہوا اس نے شہادت کی موت پائی، سن لو جو آل محمد کی محبت پر فوت ہوا وہ تائب ہو کر فوت ہوا، جو آل محمد کی محبت پر فوت ہوا اسے ملک الموت، پھر منکر نکیر جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ جو آل محمد کی محبت پر فوت ہوا اس کی قبر میں جنت کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ جو شخص آل محمد کی محبت پر فوت ہوا وہ اہلسنت والجماعت پر فوت ہوا اور خوب ذہن نشین کرلو کہ جو آلِ محمد کے بغض پر مرا وہ قیامت میں اس حال میں

آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا، ''اللہ کی رحمت سے ناامید'' خبر دار! جو شخص آلِ محمد کے بغض پر مرا وہ کافر مرا۔ کان کھول کر سن لو کہ جو آلِ محمد کے بغض پر مرا وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''اللہ سے محبت رکھو کہ وہ تمہیں روزی عطا فرماتا ہے اور اللہ کی محبت کے سبب مجھ سے محبت رکھو اور میری محبت کے سبب میرے اہلبیت سے محبت رکھو۔''

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اہلبیت کی ایک دن کی محبت ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ''سب سے پہلے میں، فاطمہ اور حسن وحسین جنت میں داخل ہوں گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے محبین کا کیا حال ہوگا۔ فرمایا وہ ہمارے پیچھے ہوں گے۔

امام احمد روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے حسنین کریمین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا ''جس نے مجھ سے محبت رکھی اور ان دونوں سے اور ان کے والدین سے محبت رکھی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا۔''

ابن نجات اپنی تاریخ میں حسن بن علی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ہر شے کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد صحابہ اور اہلبیت کی محبت ہے۔''

امام دیلمی حضرت علی سے روایت کرتے ہیں ''تم میں سے پل صراط پر زیادہ ثابت قدم وہ ہوگا جسے میرے اہل بیت اور میرے اصحاب سے شدید محبت ہوگی۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اپنی اولاد کو تین خصلتیں سکھاؤ۔ ''اپنے نبی سے محبت، آپ کے اہل بیت سے محبت اور قرآن پڑھنا۔''

امام طبرانی معجم اوسط میں حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں:

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ''جو ہم اہلبیت سے بغض رکھے گا وہ نہیں اٹھایا جائے گا مگر یہودی بنا کر'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ خواہ وہ ساری زندگی روزے رکھتا رہا ہو اور نماز پڑھتا رہا ہو؟ حضور نے فرمایا ہاں، خواہ وہ روزے اور نماز کا

پابند رہا ہو۔'' اور حضور نے فرمایا اگر کوئی حرم میں حطیم اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو کر زندگی بھر نماز روزہ کرتا رہا ہو لیکن اگر ہم اہلبیت سے بغض رکھے گا تو اہل نار سے ہوگا۔ اور حضور نے فرمایا کوئی منافق ایسا نہ ہوگا جس کے دل میں اہل بیت کی محبت ہو نہ کوئی مومن ایسا ہوگا جس کے دل میں اہل بیت سے بغض ہو۔

ان آیات و احادیث کی روشنی میں حضور کے اہل بیت سے محبت، اہل ایمان پر واجب ہے بلکہ امام شافع تو اہل بیت کی محبت کی فرضیت کے قائل ہیں۔

یا ال بیت رسول اللّٰہ حبکم فرض من اللّٰہ فی القرآن انزلہ

یکفیکم من عظیم الفخر انکم من لم یصل علیکم لا صلوٰۃ لہ

''اے رسول اللہ ﷺ کے اہلبیت! آپ کی محبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے جس کا حکم قرآن پاک میں نازل فرمایا۔ اور آپ کے لیے یہ عظیم فخر کافی ہے کہ جو شخص آپ پر درود نہیں بھیجتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔

امام احمد بن حنبل اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں : حضرت عباس بن عبدالمطلب نے حضور سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب قریش باہم ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو خندہ پیشانی سے ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں تو ایسے منہ سے جیسے کہ اجنبی ہیں۔ یہ سن کر حضور اقدس ﷺ سخت غصہ آیا اور فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ کسی انسان کے دل میں ایمان داخل نہ ہوگا جب تک وہ اللہ اور رسول کے واسطے تم لوگوں سے محبت نہ کرے۔ (مشکوٰۃ)

جب حضور ﷺ کے چچاؤں اور دیگر قریبی رشتہ داروں سے اگر کوئی شخص محبت نہیں رکھتا وہ مومن نہیں ہو سکتا تو حضور ﷺ اولاد فاطمۃ الزہراء، حسن وحسین سے جو محبت نہیں رکھتا وہ کیسے مومن ہو سکتا ہے؟۔ حضرت عبداللہ ابن عمر نے حضرت ابوبکر صدیق سے روایت کی ہے کہ سیدنا صدیق اکبر نے لوگوں کو خطبہ میں کہا ''تم لوگ محمد ﷺ محبت وخوشنودی کو آپ کی اہل بیت میں طلب کرو''۔ (بخاری)

سلطان العارفین، امام الصوفیہ شیخ الاکبر سیدی محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں۔

''جب تجھے بارگاہِ الٰہی میں اہلبیت کا مقام معلوم ہو گیا تو تجھ پر یہ بات واضح ہو جانی چاہیئے کہ کسی مسلمان کو ان سے صادر ہونے والے کسی فعل پر مذمت نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پاک فرمادیا ہے۔ جو شخص بھی ان کی مذمت کرتا ہے وہ مذمت اسی کی طرف لوٹتی ہے اور اگر وہ ظلم کریں تو وہ اس کے گمان میں ظلم ہے درحقیقت ظلم نہیں ہے۔ ان کا ہم پر زیادتی کرنا ایسا ہے جیسے تقدیر الٰہیہ ہم پر جاری ہوتی ہیں۔ تقدیرِ الٰہی کے مطابق جس شخص کا جان و مال ڈوبنے جلنے یا ایسے ہی دیگر مہلک امور کا شکار ہو جائے یا اسے کوئی تکلیف پہنچے تو اس پر جائز نہیں کہ وہ قضاء وقدر کی برائی کرے اسے چاہیئے کہ ایسے مواقع پر تسلیم و رضا کا مظاہرہ کرے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو صبر کرے اور سب سے بلند مقام یہ ہے کہ مصائب و ابتلاء پر شکر کرے کہ اس میں اللہ کی طرف سے بڑی نعمتیں ہیں۔ اس کے بجائے تنگدلی، ناراضگی اور بے صبری کا مظاہرہ، بارگاہِ الٰہی میں بے ادبی ہے۔

اس طرح اہل بیت کرام کی طرف سے جس مسلمان کی جان و مال عزت و اہل وعیال اور احباب پر کوئی زیادتی ہوئی ہو، اس مسلمان کو تسلیم و رضا اور صبر سے کام لینا چاہیئے ہرگز ان کی برائی اور مذمت نہ کرے بلکہ یوں سمجھے کہ تقدیر میں اس طرح ہونا تھا۔ اہل بیت کی مذمت کی ممانعت اس لیے ہے کہ اللہ نے انہیں ایسی فضیلت سے ممتاز کیا ہے جس میں ہم ان کے شریک نہیں ہیں۔

اگر تجھے اللہ اور اس کے رسول کی سچی محبت حاصل ہے تو تو حضور کے اہل بیت سے محبت رکھے گا۔ تیری طبیعت اور خواہش کے خلاف جو امر ان سے تیرے حق میں صادر ہو گا، تو اسے ان کی ادائے دلبری سمجھے گا اور کیونکہ ان سے تیری محبت اللہ کے لیے ہوگی اس لیے تو اس بات کو اللہ کی عنایت سمجھے گا اور اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرے گا۔

جان لے کہ تو (دنیا و آخرت میں) حضور ﷺ کا محتاج ہے اور آپ ﷺ کا تجھ پر احسان ہے کہ اللہ نے تجھے آپ کے ذریعے ہدایت عطا فرمائی اور اگر تو اہل بیت کا بے ادب ہے تو تیری اس بات کا کس طرح اعتبار کیا جا سکتا ہے کہ تجھے حضور سے شدید محبت ہے۔ تمہارا اپنے نبی ﷺ کے اہل بیت کا گستاخ ہونا اس بنا پر ہے کہ تمہارا ایمان کمزور ہے، تمہارے لیے اللہ کی خفیہ تدبیر ہے اور وہ تجھے آہستہ آہستہ جہنم کی طرف دھکیلتا ہے اور

تو اس بات سے بے خبر ہے۔

اس مہلک مرض کا شافی علاج یہ ہے کہ تو ان کے مقابل اپنا کوئی حق نہ جان اور اپنے حق سے دستبردار ہو جا۔ اے دوست اگر اللہ تعالیٰ تجھ پر منکشف فرما دے کہ قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں اہلبیت اطہار کا کیا مقام ہے تو تو آرزو کرے گا کہ ان کے غلاموں کا غلام بن جائے۔ اقطاب کے اسرار میں سے یہ ہے کہ وہ اہلبیت کے مقام اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی بلندی درجات کو جانتے ہیں۔ اقطاب کے اسرار میں سے اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر کا جاننا ہے جو اس نے لوگوں سے فرمائی جو اہلبیت سے عداوت رکھتے ہیں اور ساتھ ہی دعویدار ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے اہلبیت کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے جس حکم پر عمل کرنے کا مطالبہ فرمایا تھا، اکثر لوگوں نے اسے پورا نہیں کیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، ہاں انہیں صرف ان حضراتِ اہلبیت سے محبت ہے جنہوں نے ان پر احسان کیا۔ یہ اپنی اغراض سے محبت ہوئی اور اپنے آپ سے عشق ہوا۔ (نہ کہ اہلبیت کرام سے)۔

شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے علوم و برکات سے مستفیض فرمائے۔

فی زمانہ جہاں ایک طرف خارجیت اور وہابیت کے پیروکار بغض اہل بیت میں یزید جیسے فاسق و فاجر اور ظالم کو امیر المومنین بنا بیٹھے اور اس کے جنتی ہونے پر سندیں لے آئے اور امام عالی مقام کو باغی اور فسادی قرار دے دیا تو دوسری طرف علمائے اہل سنت نے محض شیعوں کے مقابلے میں اہل بیت اطہار کا ذکر کرنا ترک کر دیا یا بالکل کم کر دیا۔ تمام صحابہ کرام کا یوم بڑے زور و شور سے مناتے ہیں، کئی کئی جمعے ان کے فضائل و مناقب کے بیان کے لیے وقف کر دیتے ہیں مگر اہلبیت اطہار کے ایام پر اہلبیت کے فضائل و مناقب بیان کرنے پر حکمتیں اور مصلحتیں ان کے پیش نظر ہوتی ہیں اور وہ یا تو بالکل ان کے تذکرے سے اعراض کرتے ہیں یا برائے نام ذکر کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ ۲۱/ رمضان المبارک کو جمعہ کے دن میں نے اپنے امام مسجد کو رقع بھیجا کہ آج حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یومِ شہادت ہے۔ ان کے فضائل بیان کریں مگر انہوں نے نہ کئے۔ جبکہ یہی ہمارے

اپنے مولوی امیر معاویہ کا یوم زور وشور سے مناتے ہیں، ان کے فضائل ومناقب خوب بیان کرتے ہیں۔

ان امور سے نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے نوجوان اور نئی پود پنجتن پاک اور بارہ اماموں کے فضائل ومناقب، سیرت وکردار اور ان کے کارناموں سے بالکل ناواقف ہے۔ اور بیشتر بارہ اماموں کو شیعوں کے امام سمجھتے ہیں جبکہ حقیقتاً وہ تمام اپنے زمانے میں صحابہ سے بغض و کدورت رکھنے والے ان شیعوں اور رافضیوں سے بیزار تھے اور اثناء عشری فرقہ کی کتابوں میں بھی یہ مرقوم ہے مگر افسوس کہ ان کے علماء نے بارہ اماموں پر تقیہ کرنے کا بہتان باندھا۔ وہ ہستیاں جو ہمیشہ صدق وصفا پر گامزن رہیں جنہوں نے دل میں صرف اللہ کا خوف رکھا اور طاغوتی قوتوں کے سامنے اعلائے کلمۃ الحق کیا اور اپنی جانیں نچھاور کیں وہ عام لوگوں سے ڈر کر جھوٹ بولیں گے؟ تقیہ کریں گے۔ افسوس انہوں نے اکابرین امت کی قدر نہ پہچانی ان کی شان وعظمت کو نہ سمجھا۔

چنانچہ حق تعالیٰ جل شانہ نے میرے دل میں اس بات کو ڈالا اور میرے مرشد کریم حضور قبلہ صوفی غلام محمد قادری رحمتہ اللہ علیہ کی عنایات اور فیوضات میرے شامل حال ہوئے تو میں نے بارہ آئمہ کے بارے میں اس کتاب کو ترتیب دیا تا کہ نئی نسل کو یہ آگاہی ہو کہ حضور کی نسلِ پاک کے ان اکابرترین ہستیوں کی کیا شان وعظمت ہے نیز وہ تمام اہلسنت والجماعت میں سے تھے نہ ہم سے علیحدہ ان کے عقائد تھے نہ اعمال۔ وہ تمام کے تمام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے پیروکار تھے اور ایسی شان وعظمت والے تھے کہ امام اعظم ابوحنیفہ نے جب سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی صحبت وخدمت میں دو سال گذارے تو بے اختیار فرمایا: ''لو لا سنتان لهلك النعمان'' اگر نعمان کی زندگی میں یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو گیا ہوتا۔

افسوس کہ ان سے محبت اور پیروی کے دعویدار اثناء عشری حضرات نے صرف سنیوں کی مخالفت میں ان کی ہر چیز کو بدل دیا۔ آج اثناء عشری حضرات کا نہ کلمہ ان کے کلمے کے مشابہ ہے نہ نماز نہ روزہ نہ زکوٰۃ نہ ہی دیگر اعمال وعقائد، نہ ہی اخلاق وکردار۔

حق تعالیٰ جل شانہ سے دعا ہے کہ وہ میری اس کوشش کو اولیائے کاملین کے صدقے میں اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور اسے حضور اقدس ﷺ اور آپ کے اہل بیت اور آئمہ کرام کی رضا وخوشنودی کا موجب بنائے اور اس کے پڑھنے والوں

کے دلوں میں ان اکابر ہستیوں کی شان وعظمت اور محبت مؤجزن فرما دے۔آمین بجاہ نبی کریم وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمدٍ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ واولیائہٖ اجمعین

احمد حسن قادری

بارہ امام اور اکابرین اہلسنت

امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن خلیفۃ منصور نے مجھے کہلا بھیجا کہ اے ابوحنیفہ لوگ جعفر بن محمد کے شیدا ہو چکے ہیں، انہیں عوام کے درمیان بڑی مقبولیت حاصل ہو چکی ہے، تم معاشرے میں جعفر بن محمد علیہ السلام کی ساکھ کو نقصان پہنچانے کے لئے کچھ پیچیدہ مسائل تیار کرو اور مناسب وقت میں ان سے ان سوالات کے جواب دریافت کرو۔ اس طرح جعفر بن محمد تمہارے سوالوں کا جواب نہیں دے پائیں گے اور ان کی تحقیر ہو جائے گی، جس کو دیکھ کر عوام کے دلوں میں ان کی عزت کم ہو جائے گی اور ان سے دور ہوتے جائیں گے۔

امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہی کہ میں نے خلیفۃ منصور کے کہنے پر چالیس مشکل ترین سوالات تیار کئے۔ ایک دن جب منصور حیرہ میں تھا اس نے مجھے اپنے پاس بلوایا، میں اس کے پاس پہنچا تو حیرت زدہ رہ گیا، دیکھتا ہوں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام منصور کے دائیں طرف تشریف فرما ہیں، جب میری نگاہ امام جعفر بن محمد پر پڑی تو مجھ پر ان کی عظمت وجلال کا اتنا اثر ہوا کہ میں بیان کرنے سے عاجز ہوں۔ میں نے سلام کیا اور ان کے پاس بیٹھنے کی اجازت طلب کی، میں جب بیٹھ گیا تو منصور نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف دیکھا اور کہا کہ یہ ابوحنیفہ ہیں، انہوں نے جواب دیا جی ہاں میں انہیں پہچانتا ہوں۔ اس کے بعد منصور نے مجھ سے کہا کہ ابوحنیفہ اگر کوئی سوال ہو تو ابوعبداللہ جعفر بن محمد سے پوچھ لو۔ میں نے اپنے سوالات امام جعفر کے سامنے رکھے۔ یہ چالیس سوالات تھے جو میں نے پہلے سے تیار کر رکھے تھے۔ میں ان سے ایک کے بعد دوسرا سوال پوچھتا رہا اور امام جعفر صادق علیہ السلام ان کا شافی جواب دیتے رہے۔ ہر مسئلہ بیان

کرنے کے بعد آپ فرماتے تھے کہ اس مسئلے کے بارے میں تمہارا قول یہ ہے تمہاری رائے اور نظریہ یہ ہے، علمائے مدینہ کی نظر اس طرح ہے اور ہماری نظر اس طرح ہے۔ بعض مسائل میں آپ ہماری نظر سے موافق تھے اور بعض میں آپ علمائے مدینہ کی نظر سے متفق ہوتے تھے تو بعض مسائل میں دونوں کی مخالفت کرتے تھے اور اس سلسلے میں اپنے نظرئیے وک بیان فرماتے تھے۔ امام اعظم ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ میں نے تمام سوالات کر ڈالے اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے نہایت متانت اور بے نظیر علمی تسلط کے ساتھ ان کے جوابات دیئے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد امام حسن بن زیاد روایت کرتے ہیں:
امام اعظم سے پوچھا گیا کہ روئے زمین پر جتنے اکابر آئمہ علماء کو آج تک آپ نے دیکھا سب سے زیادہ فقیہ کس کو پایا؟ آپ نے جواب دیا: میں نے روئے زمین پر امام جعفر صادق علیہا السلام سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔

امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کو ان آئمہ اطہار کے سامنے زانوئے تلمیذ طے کرنے کا اعزاز حاصل ہوا: امام زید بن امام زین العابدین، امام عبداللہ بن امام زین العابدین، امام عبداللہ بن حسن المثنیٰ، امام عبداللہ الکامل، امام حسن المثلث (امام حسن علیہ السلام کے پر پوتے)۔ امام حسن بن زید بن امام حسن مجتبیٰ، حسن بن محمد بن حنیفہ بن علی المرتضیٰ، امام جعفر بن تمام بن عباس بن عبدالمطلب، امام جعفر صادق علیہ السلام اور امام محمد باقر علیہ السلام۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ:

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ اہلبیت سے محبت اور ان کے ذکر میں مشغول رہتے۔ لوگ ان پر رفض کے فتوے لگاتے، اس ذکر سے روکنے کے لئے دوسری باتیں چھیڑ دیتے تو وہ فرماتے:

فاجری بعضهم ذکری سواه فایقن انه سلقلقیة

تب کچھ لوگ اس واسطے کہ لوگوں کو ذکرِ محمد و آل محمد ﷺ سے دور رکھیں، دوسری باتیں چھیڑ دیتے ہیں، تمہیں یہ یقین کر لینا چاہیئے کہ وہ بدکار عورتوں کی اولاد ہیں۔

علی آلِ الرسول صلوٰۃ ربی　　ولعنته لتلک الجاهلیة

میرے رب کی طرف سے درود و سلام ہو آل رسول پر اور اس طرح کی جہالت (یعنی محبان آل رسول کو گمراہ یا رافضی کہنا) پر لعنت ہو۔

اذا نحن فضلنا علیا فاننا　　روافض بالتفضیل عند ذوی الجهل

جب ہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل بیان کریں تو اس بیان کی فضیلت کی وجہ سے جہلا کے ہاں ہم روافض قرار پاتے ہیں

وفضل ابی بکر اذا ما ذکرته　　رمیت بنصب عند ذکری للفضل

جب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت ذکر کرتا ہوں تو اس تذکرہ فضل کی وجہ سے مجھ پر ناصبی ہونے کی تہمت لگائی جاتی ہے۔

فلا زلت ذا رفض و نصب کلاهما　　بحبهما حتی او سد فی الرمل

ان دونوں کی محبت میں میں اسی طرح رافضی اور ناصبی رہوں گا یہاں تک کہ ریتلی قبر میں رکھ دیا جاؤں گا۔

(ماخوذ از دیوان امام شافعی)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اہل بیت علیہ السلام کے فضائل و مناقب کی روایات جس کثرت سے ذکر کی ہیں۔ اس سے ان کی اہل بیت سے گہری عقیدت و محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔

''خطیب کا بیان ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب کوئی سید یا قریشی آتا، بوڑھا ہوتا یا جوان، آپ ازراہ اکرام اس کے پیچھے پیچھے چلتے تھے''۔

ایک مرتبہ ایک شیعہ (محب اہل بیت) آیا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا احترام کیا، اس پر لوگوں نے باتیں کیں تو فرمایا: ''سبحان اللہ! ایک شخص اہل بیت کے افراد سے محبت رکھتا ہے اور خود بھی ثقہ ہے، تو میں اس کا احترام کیوں نہ کروں؟

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ یزید کے بارے میں کیا حکم کرتے ہیں؟ انہوں نے جو فتویٰ دیا آفاقِ عالم میں آج تک اس کی آواز گونجتی ہے،

فرمایا : میرے نزدیک یزید کافر ہے۔آپ کے صاحبزادے عبداللہ بن احمد بن حنبل نے اس کو روایت کیا اور کثیر کتب میں بلا اختلاف امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر کا فتویٰ یزید پر آج تک قائم ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ:

جلیل القدر محدث عظیم حضرت ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں نے خواب میں جلوہِ حق دیکھا تو سوال کیا مجھے ہدایت فرمائی جائے تاکہ میرا ایمان سلامت رہے اور ایمان پر ہی خاتمہ ہو تو اللہ نے فرمایا فجر کی سنتوں کے بعد اور فرضوں سے پہلے یہ دعا پڑھا کرو:

الھی بحرمت الحسن و اخیہ و جدہ و بنیہ و امہ و ابیہ نجنی من الغم الذی انا فیہ یا حی یا قیوم یا ذالجلال و الاکرام اسئلک ان تحی بنور معرفتک یا اللہ یا اللہ یا اللہ یا ارحم الرحمین۔

اے میرے اللہ! بحرمت حضرت امام حسن علیہ السلام اور ان کے بھائی حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے نانا محمد ﷺ اور ان کی جملہ اولاد اور ان کی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمۃ الزہراء علیہا السلام اور ان کے والد حضرت علی کرم اللہ وجہہ مجھ کو نجات دے ہر اس غم سے جس میں میں مبتلا ہوں، اے حیّ و قیوم! اے کمال بڑائی و عزت والے! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اے اللہ! اے سب سے بہترین رحم کرنے والے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بلا ناغہ یہ پڑھتے اور اپنے دوستوں کو اس کی ترغیب دلاتے، یقیناً ان ناموں کی تاثیر کچھ ایسی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی زبان پر آئیں تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالیتا ہے، یہ وہ کلمات ہیں جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں ان ناموں کی برکت سے یقیناً بیمار شفایاب، پاگل صحت مند اور بھٹکے ہوئے سیدھے رستے پر آجاتے ہیں۔

(جامع الخیرات/ ۳۴۲)

شیخ احمد جام رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ احمد جام رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق حضرت عبد الرحمن جامی اپنی کتاب ''النفحات''
میں تحریر فرماتے ہی، آپ رحمتہ اللہ علیہ شہر جام کے قریب ایک پہاڑ کی غار میں اللہ تعالیٰ
کی طرف سے ایک جذبِ قوی کے ساتھ داخل ہوئے، اس وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ کی عمر
بیس سال تھی، غار میں بغیر کھائے پیئے اٹھارہ سال تک قیام پذیر رہے، پتے اور جڑیں
آپ کا کھانا تھا، چالیس سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہے، پھر اللہ تعالیٰ
نے آپ کو لوگوں کی ہدایت کا حکم دیا۔ آپ نے ایک کتاب تصنیف فرمائی جو تقریباً ایک
ہزار اوراق پر مشتمل تھی، اس کتاب کے مطالب کی گہرائیوں کو دیکھ کر وقت کے علماء اور
حکماء ششدر رہ گئے۔ آپ اس امت میں عجیب شخصیت کے مالک ہیں، آپ کے حلقۂ
ارادت میں جو مرید داخل ہوئے ان کی تعداد سات ہزار پر مبنی ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ
آئمہ اہل بیت اطہار علیہ السلام کی بارگاہ میں اپنی عقیدت و محبت کا یوں اظہار فرماتے ہیں:

من ز مهر حیدرم هر لحظه اندر دل صفاست

از پئے حیدر حسن ما را امام و رهنماست

۱۔ میرے دل باصفا کے اندر ہر گھڑی محبت حیدر کروٹیں لیتی ہے اور جنابِ حیدر کرار کرم اللہ وجہہ کے بعد میرے رہنما اور امام، امام حسن علیہ السلام ہیں۔

همچو کلب افتاده ام بر آستانِ بو الحسن

خاکِ نعلین حسین از هر دو چشم تو قیامت

۲۔ میں ابوالحسن مولا علی الکریم کرم اللہ وجہہ کا سگِ آستاں ہوں اور امام حسین علیہ السلام کے نعلین پاک کی خاک میری آنکھوں کا سرمہ ہے۔

عابدین تاج سر و باقر دو چشم روشنم

دین جعفر بر حق است و مذهب موسیٰ رواست

۳۔ امام زین العابدین علیہ السلام میرے سر کا تاج ہیں اور امام باقر علیہ السلام سے میری دونوں آنکھیں روشن ہیں، امام جعفر صادق علیہ السلام کا دین حق اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا مذہب جاری وساری ہے۔

اے موالی وصف سلطان خراسان را شنو

زره خاک تربتش دردمندان را دو است

۴۔ اے موالی باصفا خراسان کے شہنشاہ (امام علی رضا علیہ السلام) سے کہنا کہ ان کی قبر مبارک کی خاک کا ذرہ دردمندوں کے لئے دوا ہے۔

پیشوائے مومناں است ای مسلمانانِ تقی

گر نقي را دوست داری بر همه مذهب رواست

۵۔ اے مسلمان! امام علی تقی علیہ السلام صاحبانِ ایمان کے مقتدا اور پیشوا ہیں اور اگر تو امام نقی علیہ السلام کو دوست رکھتا ہے تو ان کی دوستی ہر مذہب پر لازم ہے۔

عسکری نور و چشمِ عالمست و آدم است

همچو یک مهدی سپه سالار دو عالم کی است

۶۔ امام حسن عسکری علیہ السلام عالمین اور آدمیت کے نور و چشم ہیں اور امام مہدی علیہ السلام جیسا سالار اس جہاں میں کہاں مل سکتا ہے۔ (دیوان شیخ احمد جام/ ۶)

سیدنا غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ:

سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اپنی تفسیر جیلانی میں آیتِ مودّت کے تحت فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب سے ارشاد فرماتا ہے، اے رسولوں میں سے کامل ترین (محبوب) بعد اس کے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کے لئے ہدایت و گمراہی کے رستوں کو واضح کر دیا اور تکمیل ایمان کے لئے لوگوں تک وہ سب کچھ پہنچا دیا جو ہم نے آپ پر بذریعہ وحی نازل فرمایا، ان لوگوں سے فرما دیجئے (لا اسئلکم) کہ میں تم سے تبلیغ احکام و اسلام پر کوئی سوال نہیں کرتا (علیہ اجرا) اور نہ کوئی دنیاوی فائدہ طلب کرتا ہوں (الا المودۃ فی القربیٰ) بلکہ اپنے اہل بیت علیہ السلام کی محبت و مودت طلب کرتا ہوں تا کہ تم لوگ نفع اور ہدایت کے رستے پر ثابت قدم رہو کیونکہ میرے اہل بیت میری طرح توحیدِ ذاتی کے اصل قانون پر قائم ہیں۔ ان کے دو فرزند اور آئمہ اطہار علیہ السلام کا ظہور تمہارے لئے اس پر گواہ ہوگا۔ وہ آئمہ اطہار علیہ السلام حق تعالیٰ اور توحید کے رستے میں پختہ عزم والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو ان پر اور ان کے اسلاف و اخلاف اور ان

کی تمام نسل پر (ومن یقترف) اور اے محبوب ان لوگوں سے فرما دیجئے کہ جو رسول ﷺ اور اس کے اہل بیت کی اتباع کرتا ہے (حسنۃ) یعنی اصل نیکی کرتا ہے (نزد لہ فیھا) تو ہم اس کے اخروی انعامات کو زیادہ کر دیں گے۔ (حسنا) یعنی اس کے لئے اپنا فضل واحسان زیادہ کر دیں گے۔ (ان اللہ) بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے خیالات اور نیتوں سے آگاہ ہے (غفور) اور معاف کرنے والا ہے، اہل بیت سے محبت رکھنے والوں کے گناہوں کو (شکور) اور ان کے محبین کو پورا پورا بدلہ عطا فرمائے گا اور ان کی کرامات اور عزتوں میں اضافہ فرمادے گا۔ (تفسیر جیلانی ۲۲۶ : /۵)

سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے ایک طویل قصیدہ فارسی زبان میں آئمہ اطہار کی تعریف میں کہا۔ جس میں اس گلشن اہلبیت کے تمام معنبر ومعطر پھولوں کا ذکر کیا اور آخر میں فرمایا: ''چونکہ میں اس باغ میں (جس کا اوپر تذکرہ کیا گیا) ریاضت وعبادت کرتا ہوں اس لئے اس باغ کے پھولوں کی خوشبوؤں سے (شب وروز) محظوظ ہوتا ہوں۔ بس میرے لئے یہ کافی ہے کہ اس باغ کے پودوں اور پھولوں کی مہک سے میرا کفن معطر ہو جائے''۔ (نوائے صوفیہ۔ ۳۷۔ لسان الحقائق ۱۸۲)

شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ:

بارہ اماموں کی تعریف وتوصیف میں آپ کے طویل قصائد ''مظہر العجائب'' میں موجود ہیں۔ بارہ اماموں کی ایسی تعریف پر جب لوگوں نے انہیں رافضی کہا تو آپ نے فرمایا:

هر که دارد حب او از اتقیاست　　　رافضی گوئی تو او را کی رواست

جو کوئی ان سے محبت کرتا ہے وہ متقی ہے، تو اسے رافضی کہتا ہے یہ کب جائز ہے۔

بهر این گفتن تو ملعون رفته　　از مسلمانی تو بیرون رفته

یہ (رافضی) کہنے کی وجہ سے تو معلون ہو جائے گا اور مسلمانی کے حلقے سے باہر ہو جائے گا۔

هر که مومن را بگوید رافضی　دان که وبی شبهه باشد رافضی

جو کوئی کسی مومن کو رافضی کہتا ہے، جان لو کہ بے شک وہ خود رافضی ہے۔

رفض بر گشتن بود از راه حق　خود تر بر گشتی ز راه شاه حق

رفض دراصل راہ حق کو چھوڑ دینا ہے اور تو خود شاہِ حق (حضرت علی کرم اللہ) کے رستے سے ہٹ گیا ہے۔

خارجی گشتی مسلمانی مجو　　　　در دل خود نورِ ایمانی مجو

تو خارجی ہو گیا ہے مسلمانی تلاش کر اور اپنے دل میں نور ایمانی تلاش کر

خارجی راندہ شدہ از پیش شاہ　　　　او شدہ در صورت و معنی تباہ

خارجی شاہ اولیاء کی بارگاہ کا راندہ ہوتا ہے اور جسم و روح کے لحاظ سے تباہ ہوتا ہے۔

ای برادر تا شوی از اھل دید　　گو گریزان شو از این قوم پلید

اے بھائی! اگر تو اہل نظر میں سے ہونا چاہتا ہے تو اس ناپاک قوم سے بھاگ۔

خارجی و ناصبی خود مردہ اند　　　　بیشک ایشان را بدوزخ بردہ اند

خارجی اور ناصبی خود مردہ ہیں، بے شک یہ دوزخ کی طرف لے جانے والے ہیں۔

راہِ مردان گیر و مرد مرد شو　بامحبان باش و اھل درد شو

مردوں کی راہ پکڑ اور مرد بن، حضرت علی کرم اللہ کے چاہنے والوں کے ساتھ ہو کر اہل درد ہو۔　　　　(مظہر العجائب۔لسان الحقائق ۲)

امام عبدالوہاب شعرانی رحمتہ اللہ علیہ:

آپ لطائف المنن میں ارشاد فرماتے ہیں:

ایک معتمد شخص نے اہل بیت کے بارہ آئمہ اطہار علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ مصر میں تشریف لائے، اس نے عرض کی: ان دنوں مصر میں کیسے تشریف آوری ہوئی؟ آپ نے فرمایا: ہم شیخ عبدالوہاب شعرانی کی زیارت کے لئے آئے ہیں، کیونکہ مصر میں ہم کسی کو نہیں جانتے جو کہ ہم سے اس جیسی محبت کرتا ہو، دیکھنے والے نے کہا میں نے روئے زمین پر کسی کو نہیں دیکھا جس کا چہرہ ان سے زیادہ روشن ہو یا ان کے لباس سے زیادہ اچھا لباس ہو یا زیادہ مہکتا ہو۔ان کے چہرے چاند کی طرح تھے۔ نیز اس نے کہا کہ میں نے ان کے آگے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو دیکھا، آپ کے ساتھ حسنین کریمین علیہما السلام ہیں، ان کے ساتھ امام زین العابدین، پھر امام محمد باقر، پھر امام جعفر صادق، پھر امام موسیٰ کاظم، پھر امام علی رضا، پھر امام تقی پھر امام حسن عسکری، پھر امام

مہدی علیہ السلام جو کہ آخری زمانے میں ظاہر ہوں گے۔ پس رسول اللہ ﷺ زیارت کے بعد اس واقعہ جیسی مجھے کوئی خوشی نہیں ہوئی۔ بے شک یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اہل بیت اطہار علیہ السلام سب کے سب مجھ سے محبت فرماتے ہیں اور بروز قیامت میری دستگیری فرمائیں گے، بے شک یہ اپنے جد اعظم ﷺ سے جدا نہیں ہوں گے اور جو شخص حبیب شفیع و مشفع سید المرسلین ﷺ کے گروہ میں ہوگا۔ اسے انشاء اللہ العزیز کوئی غم و تکلیف نہ پہنچے گی، اللہ تعالیٰ تیری ہدایت کا متولی ہو۔ (لطائف المنن / ۷۵۴)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

اخبار الاخیار میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جب خاتم نبوت کی خلافت حضرت علی الکریم کرم اللہ وجہہ کی ذات گرامی تک پہنچی تو اس شجر علم وحکمت و ولایت سے شجر طوبیٰ کی مانند بے شمار شاخیں پھوٹیں، جن کے کمالات ہر جانب سایہ فگن ہوئے اور ساری دنیا حضرت علی الکریم کرم اللہ وجہہ کے نور جمالِ ولایت سے روشن ہوگئی۔ بالخصوص رسول اللہ ﷺ اولاد عالی مرتبت نے بحکم وراثت حقیقی و مناسبت ذاتی کا پورا پورا حصہ اور فیض حاصل کیا اور عصمت ذاتی کی بنا پر ولایت معنوی کا جھنڈا بلند کرتے ہوئے ظاہری حکومت دوسروں کے لئے چھوڑ دی''

۱۔ مملکت دین میں رسول اللہ ﷺ کے نائب وہی حضرات ہیں، حکومت ایمان کے حکام وہی حضرات ہیں۔

۲۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہو یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سمندر، سب سے اللہ کا مقصود یہی حضرات ہیں۔

''خاندان نبوت سے نور ولایت نہ کبھی منقطع ہوا نہ ہوگا اور آسمان ولایت نے بغیر ان اقطاب کے کبھی قرار نہیں پایا''

۳۔ اہل بیت میں رسول اللہ ﷺ نور جلوہ گر ہے جس طرح چاند میں آفتاب کا نور ہوتا ہے۔

۴۔ ازل سے ابد تک اس کا ظہور ہے کیونکہ یہ نور نورِ جاودانی ہے۔

''خاندان نبوت میں سے اللہ نے جسے چاہا قطب الاقطاب، بنی آدم کا غوث اور

جن وانس کا مرجع بنا دیا حتیٰ کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ مجدد دین ہو گئے۔
اگر چہ رسول اللہ ﷺ جمال تمام اولاد میں درخشاں ہے، لیکن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ میں اور ہی قسم کا جمال و کمال ہے اور حقیقت میں آپ کا جمال رسول اللہ ﷺ جمال اور آپ کا کمال رسول اللہ ﷺ کمال ہے''۔

۵۔ تمام عالم نور کمالِ محمدی ﷺ مظہر ہے، آدم علیہ السلام حسن و جمال محمدی ﷺ نمونہ ہیں۔

۶۔ اس شخص کو قیامت کے دن آفتاب کی (گرمی) کا کیا غم جس کی پناہ سایہ محمدی ﷺ ہو۔

۷۔ اے غریقِ گناہ طوفانِ غم سے نہ ڈرو کیونکہ عصمتِ آل محمد ﷺ ے لئے کشتی نوح ثابت ہوگی۔ (اخبار الاخیار مع مکتوبات فارسی/ ۵)

سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ:

آپ قادری سلسلے کے عظیم بزرگ ہیں اور پانچویں سلطان الفقراء ہیں۔

حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں میں بچپن میں ایک دن سڑک کے کنارے کھڑا تھا کہ ایک بارعب صاحب حشمت، نورانی صورت والے بزرگ گھوڑے پر تشریف لائے اور میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے پیچھے بٹھالیا، میں نے ڈرتے ڈرتے، کانپتے ہوئے پوچھا : آپ کون ہیں؟ ارشاد فرمایا میں علی بن ابی طالب ہوں۔ میں نے عرض کی مجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟ فرمایا پیارے آقا محمد مصطفی ﷺ کے حکم سے تمہیں ان کی بارگاہ میں لے جا رہا ہوں۔

بارگاہِ رسالت میں حاضری ہوئی تو وہاں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی بھی جلوہ فرما تھے۔ مجھے دیکھتے ہی حضور اقدس ﷺ نے اپنے دونوں دست مبارک میری طرف بڑھائے اور فرمایا میرے ہاتھ پکڑ لو۔ پھر دست اقدس پر بیعت کی اور کلمہ کی تلقین فرمائی۔ جب میں نے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھا تو درجات و مقامات کا کوئی حجاب باقی نہ رہا۔ پھر سیدنا صدیق اکبر نے مجھ پر توجہ فرمائی جس سے میرے وجود میں صدق و صفا (سچائی اور پاکیزگی) پیدا ہو گئی۔ توجہ فرما کر صدیق

اکبر محفل سے رخصت ہو گئے۔ پھر فاروق اعظم نے مجھے پر توجہ فرمائی جس سے میرے وجود میں عدل اور محاسبہ نفس پیدا ہو گیا۔ پھر وہ بھی تشریف لے گئے۔ ان کے بعد سیدنا عثمان غنی نے میری جانب توجہ فرمائی جس سے میرے اندر حیا اور سخاوت کا نور پیدا ہو گیا پھر وہ بھی اس نورانی مجلس سے تشریف لے گئے۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مجھ پر توجہ فرمائی تو میرا جسم علم، شجاعت اور حلم سے بھر گیا پھر حضور اقدس ﷺ میرا ہاتھ پکڑ کر سیدہ فاطمۃ الزہرا کے پاس لے گئے تو سیدہ نے فرمایا "تم میرے فرزند ہو" پھر میں نے حسنین کریمین کی قدم بوسی کی اور ان کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں پہن لیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے مجھے پیر دستگیر سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔ حضور غوث الاعظم نے مجھے مخلوق کی رہنمائی کا حکم ارشاد فرمایا۔ سلطان باہو فرماتے ہیں میں نے جو کچھ بھی دیکھا اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھا۔ (باہو عین باہو)

نور الھدیٰ میں حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جاننا چاہیئے کہ شیخ و مرید دونوں پر فرض ہے کہ نبی کریم ﷺ آل کی خدمت (میں رہیں) اور سادات کے سامنے صدق اخلاص اور ارادت سے سرنگوں رہیں۔ جو کوئی سادات کو رضامند نہیں کرتا، اس کا باطن کبھی صاف نہیں ہوتا اور وہ معرفت الٰہی کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ اگرچہ تمام عمر ریاضت کے پتھر سے سر ٹکراتا رہے۔ سادات کے خادم ہی مخدوم بنتے ہیں۔ جو آل نبی، اولاد سیدہ فاطمۃ الزہراء اور حضرت علی کا منکر ہے، وہ (راہِ فقر) میں محروم رہتا ہے۔" (نور الھدیٰ۔ ۳۱۷)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

القول الجلی میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"میں ایک دن حضرات اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قبور کی طرف متوجہ ہوا، میں نے ان کو طریقہ معرفت پر پایا، جو اولیاء اللہ کے طریقوں کی اصل بنیاد ہے۔"

"ایام عاشورہ میں اہل بیت اطہار علیہ السلام کی جانب سے متعدد بار یہ اشارہ ملا کہ ان کی بارگاہ میں ایصال ثواب کرنا چاہیئے میں نے ایک دن تھوڑی سی شیرینی منگوائی اور

تکمیلِ قرآن کر کے ایصال ثواب کیا۔ پس میرے اس عمل سے ان کی ارواح طیبہ میں مسرت وخوشی کا مجھے مشاہدہ ہوا۔'' نیز یہ بھی ارشاد فرمایا : ''جب آئمہ اہل بیت علیہ السلام کی ارواح طیبہ میں غور وخوض کیا تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ذاتِ اقدس میں ایک خاص امتیاز اور رفعت وعظمت کا مشاہدہ ہوا جو دوسروں میں نظر نہ آیا اور ایسا واضح ہوا کہ وہ نسبت جو اہل بیت علیہ السلام کے لئے مخصوص ہے گویا ملاحقہ افکار سے آپ علیہ السلام کی جناب میں کامل ومکمل ہوئی۔ اس کے بعد اس کا اتباع اور تعلق آپ علیہ السلام کے ساتھ رہا۔ اسی طرح اولیاء اللہ میں جو دبدبہ اور الٰہیت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ میں معلوم ہوتی ہے وہ کسی دوسرے میں نہیں پائی جاتی۔'' (القول الجلی فی ذکر آثار الولی/۸۱)

''ایک روز مقام قرب میں نظر گئی تو ہر چند نظر دور دور گئی لیکن وہ جہتِ خاص جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں تھی، اس سے زائد کسی میں نہ دیکھی گئی اور اس جہت میں کسی دوسرے کی ان پر فضیلت نہیں دکھائی دی اور آپ کرم اللہ وجہہ اس جہت (یعنی مقام قرب کے) اعلیٰ مرکز کے اوپر ہیں اور اسی لئے آپ ہی مبداء عرفان ہوئے ہیں۔'' (القول الجلی)

ھمعات میں شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں : ''اس امت مرحومہ میں سب سے پہلے ولایت کا دروازہ کھولنے والے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں۔ جناب امیر کا راز ولایت آپ کی آل پاک میں سرایت کر گیا۔ چنانچہ اولیائے امت میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے جو کسی نہ کسی طور پر سیدنا علی المرتضیٰ کے خاندانِ امامت سے (اکتساب ولایت کے لئے) وابستہ نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ امت میں پہلا فرد جو ولایت کے (سب سے اعلیٰ طریق) باب جذب کا فاتح بنا اور جس نے اس مقام بلند پر (پہلا) قدم رکھا وہ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ذاتِ گرامی ہے اسی وجہ سے روحانیت وولایت کے تمام طریقوں کے سلاسل آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اب اس امت میں جسے بھی بارگاہ رسالتمآب ﷺ سے فیض ولایت نصیب ہوتا ہے وہ یا تو نسبت علی المرتضیٰ سے ہوتا ہے یا نسبت غوث الاعظم جیلانی سے۔ اس کے بغیر کوئی شخص بھی مرتبہ ولایت پر فائز نہیں

ہوسکتا۔'' (لمعات۔ ۶۲)

مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ:

مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

''آئمہ اہل بیت علیہ السلام سے اظہارِ محبت اور اصحابِ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی یکساں تعظیم لازم ہے اور یہ صراطِ مستقیم ہے جو قیامت کے دن پل صراط کی صورت میں نمودار ہوگی جو دنیا میں اس سیدھی راہ سے منحرف نہیں ہوگا وہ قیامت کے دن اس سے استقامت کے ساتھ گزر جائے گا، آئمہ اطہار علیہ السلام کی محبت ایمان کا موجب اور تصدیق و ایقان کا سرمایہ ہے، ہمارے لئے تو ان کی محبت کے سوا اور کوئی عمل وسیلہ نجات نہیں'' پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر پڑھا:

نکرد مظہر ما طاعتی و رفت بخاک

نجات خود بتولائے بوتراب گذاشت

ترجمہ: ہمارے مظہر نے کوئی نیکی نہیں کی اور آسودہ خاک ہوگیا اور اپنی نجات کا معاملہ ابوتراب علی کرم اللہ وجہہ کی ولا و محبت سے وابستہ کرلیا۔ (مقاماتِ مظہری)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ:

قاضی ثناء اللہ ''السیف المسلول'' میں ارشاد فرماتے ہیں:

کارخانہ ولایت کے فیوض و برکات جناب الٰہی سے نازل ہوتے ہیں وہ اولاً ایک شخص پر نازل ہوتے ہیں اور کل اولیاء عصر کو ان کے مراتب و استعداد کے موافق اس شخص سے تقسیم ہوتے ہیں اور کسی ولی کو بغیر توسط اس بزرگ کے فیض حاصل نہیں ہوتا اور مردان خدا سے کوئی بھی ان کے وسیلہ کے بغیر منصب ولایت نہیں پاتا، اقطاب اور اوتاد و ابدال و نجبا و نقبا اور جمیع اقسام اولیاء اللہ ان کے محتاج رہتے ہیں اور یہ منصب عالی حضرت ابو البشر سیدنا آدم علیہ السلام کے وقت ظہور سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روح پاک کے ساتھ مقرر تھا اور آپ کے جسم عنصری میں آنے سے پہلے سابقہ امتوں کے اولیاء اللہ آپ کی روح پاک کے توسط سے درجہ ولایت کو پاتے تھے اور آپ کے وجود عنصری میں آنے کے بعد تاوقت وفات کل صحابہ کرام تابعین عظام کو یہ دولت آپ ہی کے توسط سے پہنچتی

رہی اور آپ کی رحلت کے بعد یہ منصب عالی حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو اور اس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کو پھر، حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور ان کے بعد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو پھر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو پھر حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو پھر حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو پھر حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو پھر حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو پھر حضرت امام عسکری علیہ السلام کو عطا ہوا اور حضرت حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد سے حضرت شیخ سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ظہور تک یہ منصب عالی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی روح پاک کے متعلق رہا، جب حضرت سلطان المحبوبین حضرت شیخ سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اس عالم میں رونق افروز ہوئے تب یہ منصب عالی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو تفویض ہوا اور تا وقت ظہور حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام یہ منصب مبارک حضرت پیران پیر دستگیر رضی اللہ عنہ سے معلق رہے گا، لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ'' یعنی میرا یہ قدم کل اولیاء کی گردن پر ہے۔ اور فرمایا :

افلت شموس الاولین و شمسنا ابدا علی الافق العلی لا تغرب

یعنی اولین کے آفتاب غروب ہو گئے لیکن ہمارا آفتاب ولایت ہمیشہ بلندی پر ہی رہے گا قیامت تک غروب نہ ہوگا۔

جب امام مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں گے تب یہ منصب عالی آپ کو تفویض ہوگا اور آخری دور تک یہ منصب آپ علیہ السلام ہی کے پاس رہے گا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ :

فتاویٰ رضویہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی ثناء اللہ مظہری کی کتاب 'السیف المسلول' کی اسی عبارت سے فضیلت اہلبیت اطہار پر دلیل قائم کی۔

پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ :

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

''اہل علم کو چاہیئے، اہل بیت اطہار علیہ السلام کے مشہور آئمہ بارہ اماموں کے مرویہ مناقب وفضائل کونصب العین بنائیں۔ یہ مزید فرماتے ہیں، اہل سنت کے نزدیک خلافت کے باطنی مفہوم کے لحاظ سے اور شیعہ کے نزدیک اصطلاحی معنی کے لحاظ سے امام کے لفظ کا اطلاق آئمہ اہل بیت علیہ السلام پر صحیح ہے یعنی خلافتِ باطنی کے لحاظ سے بارہ اماموں کو امام کہا جاتا ہے اہلسنت کے نزدیک یہ امام باطنی نظام خلافت کے امام ہیں۔''
(ملفوظات مہریہ/ ۱۱۵ تا ۱۲۱)

(اکابرین اہلسنت کا بارہ اماموں کے بارے میں یہ کلام تنویر المصطفیٰ قادری اویسی کی ضخیم کتاب ''لسان الحقائق'' سے لیا گیا۔ مزید تفصیل اور حوالوں کے لئے اس کتاب کا مطالعہ کیا جائے)۔

ام الآئمہ (اماموں کی اصل)

خاتون جنت، سیدۃ النساء العالمین، روح وجانِ مصطفی
سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

وسیلہ آدم علیہ السلام :

سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام اس آیت فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ پھر سیکھ لئے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی''۔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں ایک مرتبہ جب آدم وحوا علیہما السلام جنت میں تھے تو جبرائیل انہیں سیم وزر سے بنے ایک محل میں لے گئے وہاں ایک یاقوت کا تخت بچھا ہوا تھا اس میں ایک نور کا قبہ تھا اس قبہ میں ایک نورانی صورت تھی جس کے سر پر تاج، کانوں میں مروارید کے گوشوارے اور گردن میں نور کا گلو بند تھا۔ آدم وحوا نے اس نور عظیم کو دیکھا تو متحیر ہو کر پوچھا یہ کس کی صورت ہے۔ جبرائیل نے بتایا یہ سیدہ فاطمۃ الزہراء صلوٰۃ اللہ علیھا ہیں اور تاج ان کے والد گرامی حضرت محمد مصطفی ﷺ۔ گلوبند ان کے شوہر جناب علی المرتضیٰ ہیں

اور مروارید کے گوشوارے ان کے صاحبزادے حسن اور حسین علیہم السلام ہیں۔ آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ قبہ پر پانچ کلمے ترتیب وار لکھے ہیں۔

انا المحمود و ھذا محمد ﷺ	میں محمود ہوں اور یہ محمد ﷺ۔
انا الاعلیٰ و ھذا علی	میں اعلیٰ ہوں اور یہ علی ہیں
انا الفاطر و ھذہ فاطمہ	میں فاطر ہوں اور یہ فاطمہ ہیں
انا المحسن و ھذا الحسن	میں محسن ہوں اور یہ حسن ہیں
احسان منی و ھذا حسین	مجھ سے احسان ہے اور یہ حسین ہیں

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا اے آدم علیہ السلام آپ ان ناموں کو یاد کرلیں کہ آپ کو ان کی ضرورت ہوگی۔ جب آدم زمین پر آئے تین سو برس روتے رہے بالآخر حق تعالیٰ نے القاء فرمایا تو آدم نے ان مقدس اسماء کے وسیلے سے دعا کی اور کہا یا اللہ! بحق محمد ﷺ علی و فاطمہ و حسن و حسین مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما۔ ابھی دعا مانگ ہی رہے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام نے آدم کو حق تعالیٰ کا سلام پہنچایا اور کہا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں"۔ اگر آپ نے ان ناموں کے وسیلے سے اپنی تمام اولاد کی بخشش بھی طلب کی ہوتی تو ہم سب کو بخش دیتے۔ (البتول۔ نزہتہ المجالس)

مہر منیر میں ہے کہ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوہریرہ ؓ سے مرفوعاً روایت فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جب اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام میں روح پھونکی تو انہیں عرش معلیٰ کے دائیں جانب پانچ انوار رکوع و سجود میں مصروف نظر آئے۔ آدم علیہ السلام کے استفسار پر حق تعالیٰ نے فرمایا یہ تمہاری اولاد کے پانچ افراد ہیں، اگر یہ نہ ہوتے تو میں جنت دوزخ، عرش، کرسی، آسمان، زمین، فرشتے، انسان اور جن کو پیدا نہ کرتا۔ تمہیں جب کوئی حاجت پیش آئے تو ان کے واسطے سے سوال کرنا۔ (ارجح المطالب۔ ۴۶۱)

ولادت باسعادت:

جگر گوشہ رسول سیدہ زہرا بتول، حضورِ اقدس ﷺ چوتھی اور سب سے زیادہ لاڈلی صاحبزادی تھیں۔ حضور کو سیدہ سے اس قدر محبت تھی کہ سیدہ کو دیکھے بغیر حضور کو چین نہ آتا۔

حضور جب بھی کسی سفر کے لیے جاتے تو سب سے آخر میں سیدہ سے ملاقات کرتے اور جب واپس آئے تو سب سے پہلے سیدہ فاطمۃ الزہرا کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی فرماتے۔ جناب رسالتمآب ﷺ نے فرمایا دنیا میں تین چیزیں میرے لیے محبوب بنا دی گئیں۔ تیسری چیز کے بارے میں فرمایا : **قرۃ العینی فی الصلوٰۃ**۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں اس وقت سیدہ خاتونِ جنت نماز پڑھ رہی تھیں اور حضور کا اشارہ سیدہ کی طرف تھا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی سیدہ فاطمہ) اس وقت نماز میں مشغول ہے۔ جس دن حجر اسود کی تنصیب کا جھگڑا نمٹا کر اور قریش کے درمیان متوقع خونریزی کو اپنے انتہائی مدبرانہ فیصلے سے دور فرما کر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ کو سیدہ فاطمہ کی ولادت باسعادت کی خبر ملی آپ ﷺ خبر سے بے حد خوش ہوئے اور اسے مبارک قدم اور نیک فال سمجھا گویا سیدہ زہرا اہل زمانہ کے لیے امن کا نشان بن کر رونق آرائے گیتی ہوئیں۔ آپ کی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا بیان ہے کہ جب فاطمہ میرے شکم میں آئی تو یہ حمل نہایت ہلکا تھا اور وہ مجھ سے باتیں کیا کرتی تھی۔ جب ولادت کا وقت قریب آیا تو میں نے قریش کی دائیوں کو بلا بھیجا انہوں نے حضور کے باعث آنے سے انکار کیا میں اسی فکر میں تھی کہ میں نے دیکھا میرے پاس چار عورتیں آئیں جن کے جمال اور چمک دمک کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا ایک نے کہا میں تمہاری ماں حوا ہوں دوسری نے کہا میں آسیہ ہوں تیسری نے کہا میں موسیٰ کی بہن ام کلثوم ہوں چوتھی نے کہا میں مریم ہوں۔ اللہ نے ہمیں تمہاری خدمت کے لیے بھیجا ہے۔ (نزہۃ المجالس)

ام ابیھا :

سیدہ فاطمہ ساری زندگی سائے کی طرح حضور کے ساتھ رہیں۔ جب بھی حضور کو کفار اور مشرکین مکہ سے مصائب وصدمات پہنچتے، سیدہ حضور ﷺ دلجوئی فرماتیں۔ جب عقبہ بن ابی معیط نے حضور کی گردنِ مبارک پر حالت نماز میں اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی تو سیدہ دوڑتی ہوئی آئیں اور بدقت اس وزن کو حضور کی گردن پر سے دور کیا اور عقبہ اور اس کے ساتھیوں کو اس ظالمانہ حرکت پر کھری کھری سنائیں اور وہ اپنی قوت وحشمت کے باوجود

بھیگی بلی بنے رہے۔ اپنے والد محترم کا اس قدر خیال رکھنے کی بنا پر آپ کا لقب ''ام ابیھا'' ہے یعنی اپنے والد کی والدہ یعنی مربی۔

ابوجہل کی محرومی کا اصل سبب:

مکہ میں اسلام کے دو سب سے بڑے دشمن تھے ایک ابو جہل دوسرا ابوسفیان۔ ابو جہل نے حضور کے بے شمار معجزات اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ اس کے ایمان لانے کے لیے حضور نے دعا بھی کی مگر اسے ایمان نصیب نہ ہوا جبکہ ابوسفیان کو بے تحاشہ مظالم اور اسلام دشمنی کے باوجود بالآخر ایمان کی توفیق مل گئی۔ کیوں؟ ایک مرتبہ ابوجہل نے حضور کو اذیت پہنچانے کے لیے سیدہ فاطمہ کو تھپڑ مارا سیدہ روتی ہوئی حضور کے پاس آئیں۔ حضور چاہتے تو خود بدلہ لے سکتے تھے کہ آپ نہ کسی سے ڈرتے تھے نہ کسی سے کمزور تھے مگر مکہ میں کفار مکہ کے تمام مظالم پر نہ آپ نے کفار پر ہاتھ اٹھایا نہ ہی کسی صحابی کو لڑنے کی اجازت دی۔ اپنی ذات کے لیے اپنی قوت وطاقت کو استعمال نہ کیا مگر دوسروں کو ان کا حق دلوایا چنانچہ ایک بار ایک شخص اونٹ بیچنے مکہ آیا ابوجہل نے اس سے اونٹ خرید لیا مگر قیمت کی ادائیگی میں حیل وحجت کرنے لگا۔ بالآخر وہ شخص کعبۃ اللہ میں رؤسائے قریش کے پاس آیا اور ساری بات بتا کر کہا کہ تم میں سے کون مجھے میرا حق دلوا سکتا ہے۔ ان سب کو شرارت سوجھی اور اس سے کہا یہ جو شخص نماز پڑھ رہا ہے یہ تمہیں تمہارا حق دلوا دے گا۔ وہ حضور کے پاس آیا جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو اس نے ساری بات بتائی اور کہا کہ ان مکہ کے سرداروں نے مجھے بتایا ہے کہ آپ میرا حق دلوا سکتے ہیں۔ حضور نے کہا میرے ساتھ چلو۔ وہ رؤسائے مکہ بھی پیچھے تماشہ دیکھنے آئے کہ ابوجہل حضور کی کیسی بے عزتی کرتا ہے۔ حضور نے ابوجہل کے مکان پر جا کر اسے آواز دی وہ گھر سے نکلا تو حضور کو دیکھ کر اس کا رنگ فق ہو گیا۔ حضور نے ڈانٹ کر کہا کہ فوراً اس کی رقم ادا کرو۔ وہ اندر گیا اور پیسے لا کر اس اعرابی کو دے دیئے اعرابی بڑا خوش ان رؤسا کے پاس آیا کہ تم نے مجھے بالکل صحیح شخص کے پاس بھیجا کہ اس نے مجھے میرا حق دلوا دیا۔ وہ لوگ ابوجہل کے پاس گئے اور اسے ملامت کی کہ تو نے ایسی بزدلی کا مظاہرہ کیا۔ اس نے کہا کہ جب محمد نے مجھے آواز دی تو میرے پورے وجود میں خوف طاری ہو گیا میں باہر نکلا تو میں نے محمد (ﷺ) کے سر پر

ایک سرخ رنگ کا بہت بڑا اور خونخوار اونٹ دیکھا اگر میں ذرا سی بھی تاخیر کرتا وہ مجھے نگل جاتا۔ تو حضور کسی سے نہ ڈرتے تھے مگر آپ نے خود بدلہ لینے کے بجائے سیدہ کو ابوسفیان کے پاس بھیجا۔ سیدہ نے ابوسفیان کو ساری بات بتائی تو وہ غصے میں سیدہ کے ہمراہ ابو جہل کے پاس آیا اور کہا تو نے میری بھتیجی کو مارا ہے پھر اس نے سیدہ سے کہا کہ اس کو میرے سامنے مارو میں دیکھتا ہوں کہ وہ کیا کرتا ہے۔ سیدہ نے ابو جہل کے منہ پر طمانچے مارے اور واپس آ گئیں۔ سیدہ کو اذیت دینے پر ابو جہل ایمان سے محروم رہا، ایمان اسے نصیب نہ ہو سکا اور سیدہ کی حمایت کرنے پر ابوسفیان کو بالآخر ایمان نصیب ہوا۔ شعب ابی طالب کے مصائب و آلام سے پر ایام میں سیدہ فاطمہ حضور کے ہمراہ تھیں۔ سیدہ نے اس نوعمری میں حضور کے شانہ بشانہ تین سال تک بھوک و پیاس کی شدت و تکالیف برداشت کیں۔

سیدہ کی شان و عظمت:

الغرض حضور کی تمام اولاد میں حضور سے سب سے زیادہ پیار کرنے والی اور حضور کے اوصاف سے سب سے زیادہ متصف سیدہ فاطمۃ الزہرا ہیں اور حضور بھی اپنے تمام اہلبیت میں سب سے زیادہ سیدہ فاطمہ کو چاہتے تھے۔ حضور ﷺ نے سیدہ فاطمہ کی سب سے زیادہ روحانی تربیت فرمائی۔ آپ نے فرمایا مجھے اپنے اہل و عیال میں سب سے زیادہ محبوب فاطمہ ہیں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں ''فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ (بخاری)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، حسنِ خلق اور گفتگو میں سیدہ فاطمہ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے مشابہہ ہو۔ جب سیدہ فاطمہ حضور کے پاس تشریف لاتیں تو آپ ﷺ کے لیے کھڑے ہو جاتے ان کے ماتھے پر بوسہ دیتے اور بڑے پیار و محبت سے اپنی جگہ ان کو بٹھاتے اور جب حضور ﷺ سیدہ فاطمہ کے ہاں تشریف لے جاتے تو سیدہ حضور کی تعظیم کے لیے کھڑی ہو جاتیں حضور کے دست اقدس کو بوسہ دیتیں اور بے حد احترام سے اپنی جگہ بٹھاتیں۔

عرش پر نکاح:

جملہ اہلبیت میں سیدہ فاطمہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ حضرت علی کو بھی شرف و

فضیلت سیدہ سے نکاح کے سبب ہے۔ ساری کائنات میں سیدہ وہ واحد خاتون ہیں جن کا نکاح حق تعالیٰ نے چالیس ہزار فرشتوں کی موجودگی میں جنت میں کیا۔ جبرئیل امین حضور کے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ آج فاطمہ کا عقد، جنت میں ان کی والدہ کے محل میں چالیس ہزار (منتخب ترین) فرشتوں کی موجودگی میں ہوا خطبہ نکاح اسرافیل نے پڑھا جبرئیل ومیکائیل گواہ بنے اللہ عزوجل فاطمہ کے ولی ہوئے اور شوہر علی بنے۔ اللہ نے شجر طوبیٰ کو وحی کی تو اس نے تمام حاضرین پر درّ و یاقوت، زیورات اور جوڑے نچھاور کئے۔ (نزہۃ المجالس)

نزہۃ المجالس میں نسفی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان ہے کہ سیدہ فاطمہ نے شفیع مزنباں، رحمتِ عالمیاں ﷺ سے درخواست کی کہ میرا مہر قیامت کے روز امت کے لیے شفاعت طلبی مقرر کیا جائے۔ پس جب حضور کی امت پل صراط پر پہنچے گی تو وہ اپنا مہر طلب کریں گی۔ فصول المہمہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا بیان مذکور ہے کہ ایک روز حضور مسکراتے ہوئے تشریف لائے۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف نے پوچھا یا رسول اللہ اس خوشی کا کیا سبب ہے۔ فرمایا حق تعالیٰ نے علی کا نکاح فاطمہ سے کر دیا اور بہشت کے داروغہ رضوان کو حکم دیا تو اس نے شجر طوبیٰ کو ہلایا جس سے میرے اہلبیت کے محبین کی تعداد کے برابر رقع درخت سے گرے جنہیں نوری فرشتوں نے اٹھا لیا جب لوگوں پر قیامت قائم ہوگی تو مخلوق میں یہ فرشتے پھیل جائیں گے اور محبان اہلبیت کو وہ رقع تقسیم کریں گے۔ جس کسی کے پاس بھی وہ رقعہ (دستاویز) ہوگا وہ جہنم سے نجات پائے گا۔

ایک دن حضور اقدس ﷺ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر کیا کہ انہوں نے اپنی بیٹی کے جہیز میں بے شمار سامان دیا داماد کے لئے بیش قیمت تاج بنوایا جس میں سات سو قیمتی موتی جڑے تھے۔ جو نعلین دی اس میں سات بیش قیمت لعل لگے تھے۔ یہ واقعہ حضرت علی نے سیدہ کو گوش گزار کیا۔ سیدہ نے خیال کیا کہ شاید علی المرتضیٰ نے یہ بات اس لئے دہرائی کہ سلیمان علیہ السلام کی بیٹی کو ایسا قیمتی جہیز اور مجھے میرے والد نے اس قدر مختصر سامان دیا! اس رات حضرت علی نے خواب میں

دیکھا کہ جنت الفردوس میں سیدہ فاطمۃ الزہرا ایک جواہر نگار تخت مرصع پر بصد عزت وتمکنت تشریف فرما ہیں۔ جنت کی حوریں بصد احترام و ادب دست بستہ آپ کے سامنے کھڑی ہیں ان میں ایک لڑکی جس کا حسن و جمال شان وشوکت حوروں سے بڑھ کر تھا ہاتھوں میں موتیوں اور جواہرات کے طشت لئے نگاہِ شوق سے سیدہ کو تک رہی ہے اس امید پر کہ آپ اس کی طرف ایک بار نگاہِ التفات سے دیکھ لیں۔ حضرت علی کے استفسار پر سیدہ خاتون جنت نے فرمایا یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی صاحبزادی ہے جسے حق تعالیٰ نے میری خدمت کرنے پر مامور فرمایا ہے۔ حضرت علی بیدار ہوئے تو سجدہ شکر ادا فرمایا۔ (معارج النبوت)

بے مثل نسبتیں:

سیدہ کو تین ایسی نسبتیں حاصل ہیں جو ساری کائنات میں کسی اور کو نصیب نہ ہوئیں۔ علامہ اقبال آپ کی شان میں فرماتے ہیں:

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز — از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز
نور چشم رحمت اللعالمین — آں امام اولیں و آخریں
بانوے آں تاجدار ہل اتیٰ — مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا
مادرِ آں مرکز پرکارِ عشق — مادرِ آں قافلہ سالار عشق

حضرت مریم کو صرف ایک نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملی مگر سیدہ زہرا کو تین نسبتیں حاصل ہیں ایک یہ کہ آپ تمام اولین و آخرین کے سردار اور امام جناب رحمۃ اللعالمین کی نورِ چشم لاڈلی اور پیاری بیٹی ہیں۔ دوسری نسبت یہ کہ آپ سید الاولیاء، تاجدار ہل اتیٰ، مرتضیٰ، مشکل کشا، شیر خدا سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی زوجہ محترمہ ہیں۔ تیسری نسبت یہ کہ آپ تمام جوانانِ جنت کے سردار حسنین کریمین کی والدہ ماجدہ ہیں آپ سید الشہداء سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں جو پرکارِ عشق کا مرکز ہیں اور کاروانِ عشق کے سالار ہیں۔" اور خود آپ کی یہ شان ہے کہ آپ جنت کی تمام عورتوں اور عالمین کی تمام عورتوں کی سردار ہیں۔

سیرت فرزندہا از امہات — جوہر صدق و صفا از امہات

آں ادب پروردۂ صبر و رضا　　　آسیاں گرداں و لب قرآں سرا

علامہ اقبال سیدہ کی شان میں فرماتے ہیں کہ فرزندوں کی سیرت ان کی ماؤں کے سبب ہے بچوں میں صدق وصفا کا جوہر ماں کے صدق وصفا اور تربیت کا نتیجہ ہوتا ہے اور سیدہ تو صدق وصفا اور صبر ورضا کا پیکر تھیں چکی چلانے کی مشقت میں بھی آپ کے لبوں پر تلاوت قرآن جاری رہتی ۔ یہ جو بارہ امام ایسی شان وعظمت والے ہیں یہ درحقیقت سید فاطمۃ زہرا کے صدق وصفا، جودوعطا، فقروغنا کا نتیجہ ہے۔ عارفین سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضور سیدہ کے ہاں تشریف لائے اور امام حسین کو پیار کیا پھر فرمایا : میرے اس بیٹے سے نو ایسی عظیم الشان ہستیاں پیدا ہوں گی جن میں سے ہر ایک علم وفضل میں اور ولایت و بزرگی میں اپنے زمانے کا امام ہوگا اور ایسی شان والا ہوگا کہ اس کے زمانے میں اس سے افضل کوئی اور نہ ہوگا۔

سیدہ نے جب اس بشارت کو سنا تو خوش ہوئیں اور دل میں خیال گذرا کہ کاش میرے بیٹے حسن سے بھی ایسے ہی آئمہ کا ظہور ہو تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا میرے اس بیٹے حسن سے ایک ایسی عظیم الشان ہستی کا ظہور ہوگا جو ان تمام خوبیوں کی جامع ہوگی جو ان نو آئمہ میں پائی جائیں گی۔ چنانچہ حضور کی اس بشارت کے بموجب ۹ آئمہ امام حسین کی نسل میں ہوئے اور امام حسن کی نسل میں سیدنا غوث الاعظم شیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا ظہور ہوا جو ان تمام خوبیوں اور کمالات کے جامع تھے جو ان ۹ اماموں میں پائی گئیں۔ اگر سیدہ نہ ہوتیں تو ایسی شان وعظمت والے یہ آئمہ کرام نہ ہوتے اسی بنا پر آپ کا لقب ام الآئمہ ہے یعنی اماموں کی ماں یا اماموں کی اصل۔

مزرع تسلیم را حاصل بتول　　　مادراں را اسوہ کامل بتول

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے دریافت کیا: ''عورت کے لیے کون سی چیز بہتر ہے۔'' تمام صحابہ خاموش رہے۔ میں نے سیدہ فاطمہ کے پاس آ کر اس بارے میں پوچھا تو سیدہ نے فرمایا: ''نہ وہ مردوں کو دیکھیں اور نہ مردان کو دیکھیں۔'' حضرت علی نے سیدہ کا جواب حضور ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ سیدہ فاطمہ پردے کی سخت پابند اور شرم وحیا کا مجسمہ

تھیں۔آپ کی شرم وحیا کا پاس خداوند ستار کو بھی ہے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایات ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ''قیامت کے دن ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا کہ اے حشر کے میدان میں جمع ہونے والوں، اپنی نگاہیں جھکا لو یہاں تک کہ فاطمہ بنتِ محمد ﷺ گزر جائیں۔ چنانچہ سیدہ، ستر ہزار حوروں کے ساتھ بجلی کی طرح گزر جائیں گی۔''

جنت کی عورتوں کی سردار:

حضرت حذیفہ یمانی فرماتے ہیں میں نے اپنی والدہ سے کہا مجھے اجازت دو کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کروں پھر حضور کی خدمت میں اپنی اور تمہاری بخشش کی دعا کے لئے عرض کروں۔ والدہ سے اجازت لے کر میں حضور ﷺ خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ مغرب اور عشاء کی نمازیں آپ کے ساتھ ادا کیں۔ جب آپ ﷺ فارغ ہو کر چلے تو میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلا۔ آپ نے میرے قدموں کی آہٹ سن کر فرمایا کیا تو حذیفہ ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ۔ فرمایا تجھے کیا حاجت ہے، اللہ تجھے اور تیری ماں کو بخشے، یہ ایک فرشتہ ہے جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا اس نے اپنے پروردگار سے میرے پاس آنے اور مجھے سلام کرنے کی اجازت لی اور یہ بشارت دے رہا ہے کہ فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہے اور حسن وحسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

امام طبرانی حضرت ابو ہریرہ سے راوی ہیں ''حضرت علی نے حضور سے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے کون آپ کو زیادہ محبوب ہے۔ میں یا فاطمہ؟ فرمایا فاطمہ مجھے تم سے زیادہ محبوب ہے اور تم میرے نزدیک ان سے زیادہ معزز ہو۔''

سارے جہان کی عورتوں کی سردار:

ابن عبد البر راوی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے سیدہ سے فرمایا ''بیٹی کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم تمام جہان کی عورتوں کی سردار ہو۔ سیدہ نے عرض کیا پھر حضرت مریم کا کیا مقام ہے؟ فرمایا وہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہیں۔''

حضور اقدس ﷺ نے سیدہ فاطمہ سے فرمایا ''اللہ تعالیٰ تمہاری ناراضگی سے ناراض

اور تمہاری خوشی سے راضی ہوتا ہے۔‘‘(طبرانی)

حضرت عائشہ کی نظر میں مقامِ سیدہ:

ایک مرتبہ سیدہ عائشہ صدیقہ نے سیدہ حضرت فاطمۃ الزہرا سے پوچھا کہ ہم دونوں میں کون افضل ہے۔ سیدہ فاطمہ نے فرمایا میں حضور کا ٹکڑا ہوں اس بنا پر میں افضل ہوں حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا دنیا میں تو ایسے ہی ہے مگر جنت میں، میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہوں گے اور تم حضرت علی کے ساتھ۔ اب تم خود فیصلہ کرو کہ ان دونوں میں کس کا درجہ جنت میں بلند ہوگا۔ اس پر سیدہ فاطمہ خاموش ہوگئیں تو حضرت عائشہ صدیقہ اٹھیں اور سیدہ فاطمہ کے سر کا بوسہ لیا اور فرمایا اے فاطمہ تیری وہ شان ہے کہ کاش میں تیرے سر کا ایک بال ہوتی۔

جود وسخا:

سیدہ فاطمہ حضورِ اقدس ﷺ کے زہد و تقویٰ، فقر وغنا اور جود وسخا کا مظہر اتم تھیں۔ انتہائی فقر و فاقہ میں بھی آپ نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ انتہائی ضرورت اور احتیاج کے باوجود آپ نے اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دی اور سائل کو کبھی خالی ہاتھ نہ لوٹایا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم سب کو ایک وقت فاقہ کے بعد کھانا میسر ہوا ۔ والد محترم، میں اور حسین کھا چکے تھے، والدہ ماجدہ نے ابھی کھانا تھا کہ دروازہ پر ایک سائل نے سوال کیا۔ ’’رسول اللہ کی بیٹی پر سلام ہو، میں دو وقت کا بھوکا ہوں۔‘‘ یہ سن کر والدہ نے مجھ سے فرمایا جاؤ یہ کھانا سائل کو دے آؤ، مجھے تو ایک وقت کا فاقہ ہے اور اس نے دو وقت سے نہیں کھایا۔

ایک مرتبہ ایک نو وارد نے اسلام قبول کیا۔ حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ اپنے اس بھائی کے کھانے کا انتظام کرو حضرت سلمان فارسی اٹھے اور مدینے کے کئی گھروں میں گئے مگر کچھ نہ مل سکا بالآخر کاشانہ سیدہ پر آئے اور تمام ماجرا عرض کیا۔ سیدہ نے فرمایا کہ گھر میں کچھ نہیں ہے اور تمہیں خالی لوٹانا مناسب نہیں جاؤ یہ میری چادر شمعون یہودی کے پاس لے جاؤ اور اسے گروی رکھ کر کچھ ’’جو‘‘ بطور قرض لے آؤ۔ حضرت سلمان فارسی شمعون کے

پاس آئے اور تمام ماجرا سنایا۔ شمعون نے سیدہ زہرا کی چادر مبارک پر لگے پیوند دیکھے تو رو دیا اور کہنے لگا۔ ''مسلمانوں کے سردار اور نبی کی بیٹی کی چادر پر اتنے پیوند اور اس پر بھی جودو سخا کا یہ عالم کہ سائل خالی ہاتھ نہ لوٹے، واللہ یہی وہ مقدس لوگ ہیں جن کی خبر ہمارے پیغمبر نے ہمیں دی۔ میں صدقِ دل سے حضرت محمد مصطفی ﷺ پر ایمان لاتا ہوں یہ کہہ کر اس نے کلمہ توحید پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ شمعون نے ''جو'' دیئے اور ادب سے چادر مبارک لوٹا دی۔ حضرت سلمان فارسی کاشانہ سیدہ پر جو لے کر حاضر ہوئے اور شمعون سے ہونے والی گفتگو سے آگاہ کیا۔ سیدہ نے شمعون کے حق میں دعائے خیر کی۔ جو پیسے، آٹا گوندھا اور روٹیاں پکا کر سلمان کو دیں۔ حضرت سلمان نے عرض کیا۔ کچھ روٹیاں بچوں کے لیے رکھ لیں تو سیدہ نے فرمایا ''جو'' اللہ کی راہ میں دینے کے لیے منگوائے تھے اب اس میں سے اپنے اہل کے لیے رکھنا مناسب نہیں (سبحان اللہ! یہ اخلاص کی انتہا ہے) حضرت سلمان فارسی روٹیاں لے کر حضور کی خدمت میں آئے اور اس نو وارد مسلمان کی تواضح کی۔ پھر رسول اللہ ﷺ سیدہ فاطمہ کے ہاں تشریف لائے دیکھا کہ بھوک کی وجہ سے سیدہ کا چہرہ زرد ہو رہا ہے اور ضعف کے آثار نمایاں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی کو پاس بٹھا کر تسکین دی اور آسمان کی طرف رخ کر کے کہا اے اللہ! فاطمہ تیری باندی ہے، اس سے راضی رہنا۔

کراماتِ سیدہ:

سرکارِ دو عالم نورِ مجسم ﷺ نے فرمایا بے شک قحط کے زمانے میں سیدہ فاطمۃ الزہرا کے پاس گوشت اور روٹیاں آئیں۔ میں نے پوچھا بیٹی یہ کھانا کہاں سے آیا ہے؟ سیدہ نے فرمایا اللہ کی طرف سے! بے شک اللہ جس کو چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے بنی اسرائیل کی عورتوں کی سردار (حضرت مریم علیہ السلام) کی مثل قائم فرمائی پھر تمام اہلبیت کو جمع فرما کر وہ کھانا کھلایا سب سیر ہو گئے مگر کھانا کم نہ ہوا پھر وہ کھانا سیدہ نے ہمسائیوں میں تقسیم فرما دیا۔ (تفسیر کشاف)

نزھۃ المجالس میں ہے مدینہ منورہ کے یہود کی عورتیں حضور کی خدمت میں آئیں

اور اپنے ہاں شادی کی تقریب میں سیدہ کو بھیجنے کی درخواست کی۔ یہودیوں کے دل میں یہ نیت تھی کہ سیدہ کے پیوند لگے بوسیدہ لباس کا مذاق اڑائیں گی۔ ادھر سیدہ کے دل میں بھی خیال پیدا ہوا کہ یہودی عورتیں میرے لباس کی وجہ سے مذاق نہ اڑائیں۔ سیدہ کے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ جبرئیل امین جنت الفردوس سے انتہائی خوبصورت لباس لے کر دربارِ مصطفی میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یہ حق تعالیٰ نے آپ کی صاحبزادی کے لئے بھیجا ہے سیدہ جب وہ لباس پہن کر شادی کی تقریب میں شریک ہوئیں تو یہودی عورتوں کے رنگ اڑ گئے انہوں نے سیدہ کو عزت و احترام سے بٹھایا۔ سیدہ نے شال کو سنوارتے ہوئے ایک کنارہ اٹھایا تو اس سے نور کی شعاعیں فضا میں منعکس ہونے لگیں۔ انہوں نے حیرت سے پوچھا یہ لباس کہاں سے آیا؟ آپ نے فرمایا جبرئیل یہ لباس جنت سے لے کر آئے ہیں۔ ان تمام عورتوں نے کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔

ایک دن سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس ﷺ دعوت پر بلایا۔ حضور اور صحابہ کے لئے پرتپاک دعوت کا اہتمام کیا۔ جب حضور ﷺ حضرت عثمان غنی کے گھر جانے لگے تو حضرت عثمان غنی پیچھے چلتے ہوئے حضور کے قدم گنتے جاتے۔ حضور ﷺ کے استفسار پر عرض کی کہ میری خواہش ہے کہ آپ کے ایک ایک قدم مبارک کے عوض ایک ایک غلام آزاد کروں۔ چنانچہ اتنے غلام آزاد کر دیئے گئے۔ حضرت علی نے اس دعوت کا تذکرہ سیدہ خاتونِ جنت سے کیا اور کہا کہ کاش ہم بھی نبی مکرم ﷺ ایسی دعوت کر سکتے سیدہ نے کہا کہ ہم بھی حضور کی ایسی دعوت کر لیتے ہیں۔ آپ ابا جان کو دعوت دے آئیں۔ حضرت علی نے بارگاہِ رسالت میں دعوت کے لئے عرض کیا تو حضور غلاموں کی کثیر تعداد کے ہمراہ سیدہ کے گھر تشریف لائے۔ ادھر سلطان الفقراء سیدۃ النساء العالمین فاطمۃ الزہرا نے ہانڈیاں چولھے پر چڑھائیں اور سجدہ میں جا کر حق تعالیٰ کی جناب میں عرض کیا تیری بندی فاطمہ نے تیرے محبوب اور ان کے اصحاب کی دعوت تیرے بھروسے پر کی ہے۔ اے میرے رب میری لاج رکھ لے اور غیب سے کھانوں کا انتظام فرما دے۔ دریائے رحمت جوش میں آیا اور ساری ہانڈیاں جنت کے کھانوں سے بھر گئیں۔ حضور نے صحابہ کے ہمراہ کھانا نوش فرمایا۔ سب سیر ہو گئے مگر کھانا کم نہ ہوا۔ صحابہ ایسے خوشبودار اور

ذائقہ سے لبریز کھانا کھا کر حیران رہ گئے۔ حضور ﷺ نے ان کی حیرت پر فرمایا یہ کھانا جنت سے آیا ہے۔ پھر سیدہ نے تنہائی میں سجدہ ریز ہو کر عرض کی کہ یا اللہ جتنے قدم چل کر میرے والد یہاں آئے ہیں، ہر قدم کے عوض اس امت کے ایک ہزار افراد کو جہنم سے آزاد فرما کر جنت میں داخل فرما دے۔ جبرئیل امین فوراً بشارت لے کر حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور فرمایا اللہ عزوجل نے آپ کی صاحبزادی کی دعا قبول کرتے ہوئے آپ کے ہر قدم کے عوض ایک ہزار گناہگاروں کو جہنم سے آزاد فرما دیا ہے۔ (جامع المعجزات)

رضائے سیدہ:

نزہتہ المجالس میں اوزاعی رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئیں۔ جب صدیق اکبر کو یہ پتہ چلا تو وہ کاشانہ سیدہ پر حاضر ہوئے اور سخت گرمی کے دن دروازے پر یہ فرماتے ہوئے کھڑے رہے کہ جب تک رسول اللہ ﷺ صاحبزادی راضی نہ ہو جائیں گی میں یہاں سے نہ ہٹوں گا۔ سارا دن کھڑے رہے، شام کو جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ گھر لوٹے تو صدیق اکبر کو دروازے پر کھڑا پایا۔ سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ کی صاحبزادی مجھ سے ناراض ہیں، جب تک آپ راضی نہ ہوں گی میں یہاں سے نہ جاؤں گا۔ حضرت علی نے سیدہ سے فرمایا میں تمہیں اپنے اس حق کا واسطہ دیتا ہوں جو بطورِ شوہر تم پر ہے کہ تم ابوبکر سے راضی ہو جاؤ۔ سیدہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی ہوئیں تو صدیق اکبر وہاں سے واپس ہوئے۔

ایک روز نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمۃ الزہرا کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جو اس کو پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ جان لے کہ یہ فاطمہ بنت محمد ﷺ ہے۔ یہ میرا ٹکڑا ہے یہ میرا دل ہے یہ میری جان ہے جو میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے جو اسے ایذا دے گا اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے خدا کو ایذا دی۔

اہلبیت سے محبت کا دعویٰ اور صحابہ سے بغض رکھنے والے روافض اس بات کا بڑا پرچار کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ، جناب صدیق اکبر سے ناراض تھیں اور آخری دم تک ناراض رہیں۔ ایسا ہرگز نہ تھا، جہاں محبت ہوتی ہے وہاں ناراضگیاں بھی ہوتی ہیں۔ پھر محبوب کو منایا جاتا ہے، راضی کیا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ حسنین کریمین میں کسی بات پر رنجش ہو گئی۔

تیسرے دن سیدنا امام حسین نے بڑے بھائی سیدنا امام حسن کو پیغام بھیجا کہ نانا جان کا فرمان ہے کہ کسی مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض نہیں رہنا چاہیئے۔ آج تیسرا دن ہے آپ آئیں اور آ کر مجھے راضی کریں۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے یہ پیغام پا کر یہ نہ کہا کہ میں کیوں جاؤں وہ چھوٹا ہے اسے خود میرے پاس آنا چاہیئے تھا۔ آپ سیدنا امام حسین کے پاس تشریف لے گئے انہیں راضی کیا پھر فرمایا کہ تم میرے پاس خود کیوں نہ آئے تو امام حسین نے فرمایا کہ نانا جان نے یہ بھی فرمایا تھا کہ جو اپنے بھائی سے ملاقات کرنے اور اسے راضی کرنے میں پہل کرے گا وہ پہلے جنت میں جائے گا ۔اس لئے میں نے چاہا کہ آپ مجھ سے پہلے جنت میں جائیں اس واسطے آپ کو بلایا۔ اب اگر کوئی آدھی بات پکڑ کر مصر ہو جائے کہ امام حسن اور امام حسین میں ناراضگی تھی تو وہ انصاف نہ کرے گا۔ بالکل اسی طرح صرف اس بات کو اچھالنا کہ سیدہ فاطمہ حضرت ابو بکر صدیق سے ناراض تھیں اور پوری بات نہ بتانا عدل وانصاف سے بعید ہے۔ ارے ناراضگی ورضا مندی تو جز ومحبت ہے۔ اگر یہ واقعہ نہ ہوتا تو لوگوں کو پتہ کیسے چلتا سیدنا صدیق اکبر سیدہ فاطمہ زہرا سے اس قدر محبت کرتے ہیں اور ان کی رضا مندی کے اتنے خواہاں ہیں سخت گرمی میں دھوپ میں سارا دن کا شانہ سیدہ کے باہر اس پیرانہ سالی میں کھڑے رہے۔ خدا کی قسم اگر سیدہ راضی نہ ہوتیں تو صدیق اکبر وہاں کھڑے کھڑے اپنی جان دے دیتے۔ مگر سیدہ کو راضی کئے بغیر واپس نہ لوٹتے۔ یہ ہے مقام سیدہ، صدیق اکبر کی نظر میں۔

ملائکہ سیدہ کے خادم ہیں:

حضرت علی فرماتے ہیں کہ سیدہ کھانا پکانے کی حالت میں بھی تلاوت قرآن کرتی رہتیں۔ نبی کریم ﷺ جب نماز کے لیے تشریف لاتے اور راستے میں سیدہ کے مکان کے پاس سے گزرتے اور گھر سے چکی چلنے کی آواز سنتے تو نہایت درد ومحبت کے ساتھ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کرتے یا ارحم الراحمین! فاطمہ کو ریاضت وقناعت کی جزائے خیر عطا فرما اور اسے حالتِ فقر میں ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرما۔

حضرت ام ایمن فرماتی ہیں کہ رمضان شریف کے مہینے میں دوپہر کا وقت تھا، نہایت شدت کی گرمی پڑ رہی تھی میں سیدہ کے مکان پر حاضر ہوئی، دروازہ بند تھا اور چکی چلنے کی

آواز آرہی تھی میں نے روزن سے جھانک کر دیکھا کہ سیدہ تو چکی کے پاس سو رہی تھیں اور چکی خود بخود چل رہی تھی اور پاس ہی حسنین کریمین کا گہوارہ بھی خود بخود ہل رہا تھا۔ یہ دیکھ کر میں بہت حیران ہوئی اور اسی وقت رسول اللہ ﷺ بارگاہ میں حاضر ہو کر یہ ماجرا بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس شدت کی گرمی میں فاطمہ روزے سے ہے، پروردگار عالم نے فاطمہ پر نیند غالب کر دی تا کہ اسے گرمی کی شدت اور تشنگی محسوس نہ ہو اور ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ فاطمہ کا کام سرانجام دیں:

وہ خاتونِ جناں معصوم حوریں باندیاں جن کی
ملک جنت سے آ کر پیستے تھے چکیاں جن کی

امت کی خیر خواہ:

سیدنا امام حسن فرماتے ہیں کہ میں بعض مرتبہ اپنی والدہ کو شام سے صبح تک عبادت و ریاضت، اللہ کے آگے گریہ وزاری اور نہایت عاجزی سے التجا و دعا کرتے دیکھا ہے مگر میں نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ دعا میں اپنے واسطے کوئی درخواست کی ہو، آپ کی تمام دعائیں حضور ﷺ امت کی بخشش اور بھلائی کے لیے ہوتیں۔

ناقہ رسول کا سیدہ سے کلام کرنا:

حضور اقدس ﷺ ناقہ عضاء نامی تھی۔ یہ آپ ﷺ خیبر میں ملی تھی ایک روز حضور سے کہنے لگی یا رسول اللہ ﷺ ایک یہودی کے قبضے میں تھی میں جب گھانس چرنے جاتی تو گھاس مجھے پکارا کرتی تھی کہ ادھر آ ادھر آ کہ تو محمد ﷺ کے لیے ہے اور جب رات ہوتی تو درندے آپس میں ایک دوسرے سے کہتے کہ اس کے پاس نہ جانا، اسے نقصان نہ پہنچانا کہ یہ محمد ﷺ کے لیے ہے۔ یہ اونٹنی حضور ﷺ سے شدید محبت کرتی تھی۔ حضور کے وصال کے بعد ایک شب سیدہ خاتونِ جنت گھر سے نکلیں تو حضور کی یہ ناقہ راہ میں ملی اور سیدہ سے کہا: **السلام علیک یا بنت رسول اللہ**۔ یا سیدہ آپ کو اپنے والد گرامی سے کچھ کام ہے کیونکہ میں ان کے پاس جانے والی ہوں۔ یہ سن کر سیدہ فاطمہ رو دیں اور اونٹنی کا سر اپنی گود میں رکھ لیا اور وہ اونٹنی انتقال کر گئی۔ اسے ایک کمبل میں لپیٹ کر

دفن کیا گیا۔ تین دن بعد اسے کھول کر دیکھا تو اس کا کہیں نشان نہ ملا۔

میراث فقر:

سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ حضرت سلمان فارسی کے ہمراہ سیدہ خاتون جنت کے مکان پر تشریف لائے۔ دستک دی تو سیدہ نے اندر سے فرمایا بابا جان اندر نہ آئیں کہ میرے جسم پر اتنا کپڑا نہیں ہے جس سے مکمل ستر پوشی ہو سکے۔ حضور ﷺ نے اپنی چادر مبارک اندر پھینکی پھر اندر تشریف لے گئے اپنی لاڈلی صاحبزادی کے غربت وافلاس اور فقر و فاقہ دیکھ کر حضور جوش میں آئے اور فرمایا فاطمہ اگر تو چاہے تو میں تیرے مکان کے در و دیوار سونے کے بنا دیتا ہوں کہ تیرے تمام آلام کا خاتمہ ہو جائے۔ سیدہ فاطمۃ الزہرا نے فرمایا میں اسی حال میں راضی وخوش ہوں کی فقر و فاقہ میں مجھے خدا کے قرب و محبت کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا تو میری امت کی سلطان الفقراء ہے۔ تجھے میری وراثتِ فقر مبارک ہو۔

حضور کی امت کے لیے سیدہ کا ایثار:

جب یہ آیت ''**وان منکم الا واردھا**''، تم میں سے ہر ایک کو پل صراط پر وارد ہونا ہے۔'' نازل ہوئی تو امت کے غمخوار حبیب کردگار رحمت عالمیاں ﷺ فکرِ امت دامن گیر ہوئی آپ مدینہ کے قریب ایک پہاڑ پر واقع ''غارِ سجدہ'' میں تشریف لے گئے اور اللہ کی جناب میں گریہ وزاری شروع کر دی۔ صحابہ کرام آپ کو تلاش کرتے ہوئے اس غار تک پہنچے صحابہ کی انتہائی کوششوں کے باجود آپ ﷺ گریہ نہ تھما پھر صحابہ نے باہم مشورہ سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو سیدہ کی بارگاہ میں بھیجا۔ جناب سیدہ تشریف لائیں اور والد محترم کی اشکباری دیکھ کر مغموم ہو گئیں۔ سبب دریافت کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی ہے جس نے مجھے فکر امت میں غمگین کر دیا جب تک بارگاہ الٰہی سے اس بارے میں کوئی واضح ارشاد نہیں آجاتا، میں سجدے سے سر نہ اٹھاؤں گا۔ جناب سیدہ نے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی اور حسنین کریمین کو بلوایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کیا آپ اپنی

جان حضور کی امت کے بوڑھوں پر نچھاور کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا ہاں۔ آپ نے حضرت علی سے پوچھا کیا آپ اپنی جان اس امت کے جوانوں پر فدا کرتے ہیں حضرت علی نے فرمایا ہاں۔ سیدہ نے حسنین کریمین سے کہا کیا تم اپنے نانا کی امت کے بچوں پر اپنی جان فدا کرتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر آپ نے بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا یا اللہ میں اس امت کی عورتوں پر فدا ہوتی ہوں، تو میرے بابا جان کی امت کو بخش دے۔ یہ فرما کر آپ نے بھی سجدہ میں سر رکھ دیا اور گریہ وزاری میں مصروف ہو گئیں۔ اللہ عزوجل نے جبریل امین کو فوراً بھیجا۔ جبریل امین نے آ کر بارگاہِ نبوت میں حق تعالیٰ کا سلام پیش کیا اور کہا کہ حق تعالیٰ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں آپ کی امت کے ساتھ ایسا ہی کروں گا جیسا فاطمہ چاہیں گی۔ اس بشارت سے رسول اللہ ﷺ مسرور ہو گئے۔

وہ نور العین وہ لخت دل محبوب سبحانی
وہ فخر ہاجرہ و آسیہ وہ مریم ثانی
وہ جن کا ایک سجدہ ضامنِ عفو خطاکاراں
وہ جن کی جنبشِ لب شافع جرم گناہگاراں

بروز حشر امت کی مغفرت کا باعث

صوفیا فرماتے ہیں کہ بروز حشر آخر میں جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اللہ عزوجل سے اپنے لاڈلے فرزند سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص طلب کریں گی اور عرض کریں گی کہ میرے فرزند نے محض تیری رضا وخوشنودی کے لیے جو عظیم قربانی دی اس کے عوض میرے بابا کی امت کو بخش دے۔ اللہ عزوجل، سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ کی اس عظیم قربانی کے عوض اور جگر گوشہ رسول سیدہ زہرا بتول کی رضا وخوشنودی کے لیے پوری امت کی مغفرت فرما دیں گے سبحان اللہ! ہزاروں جانیں سیدہ پر قربان ہوں کہ جنہیں اپنے والدِ گرامی کی طرح بروز حشر ہم غلاموں کی فکر دامنگیر ہو گی۔ ایسی مہربان ہستی کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے ان سے جتنی محبت کی جائے کم ہے جنہوں

نے مغفرتِ امت کی خاطر اپنے جگر گوشوں کو راہِ حق میں قربان کر دیا۔ لازم ہے کہ ایسی شفیق و مہربان ہستی کی محبت کو اپنا سرمایہ حیات بنایا جائے، کثرت سے آپ کا ذکر خیر کیا جائے۔ آپ کی بارگاہ میں درود و سلام کے نذرانے پہ در پہ بھیجے جائیں کہ سیدہ فاطمہ کی رضا میں رضائے رسول اور رضائے الٰہی ہے۔

روح و جانِ مصطفی:

سیدہ، حضور ﷺ کے جملہ اوصاف سے متصف، حضور کا مظہر اتم حضور کا گوشہ، حضور کی روح اور حضور کا قلب تھیں۔ اس آئینہ ذات مصطفی پر ہر اس تجلی، حقیقت اور اسرار و رموز کا ظہور ہوتا جو نبی کریم ﷺ پر وارد ہوتی تھیں چنانچہ روایت میں آیا اور صوفیاء سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد حسب وصیت، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضور اقدس ﷺ کا جبہ مبارک لیکر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یمن گئے۔ اویس قرنی کو حضور کا سلام پہنچایا جبہ پیش کیا اور حضور کی امت کے حق میں دعا کے لیے کہا۔ گفتگو کے دوران حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ، جنہوں نے بظاہر حضور ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل نہ کیا تھا، حضور کے جسم ظاہری کے بارے میں چند سوال کئے تو دونوں صحابہ جواب نہ دے سکے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ لوگوں نے حضور ﷺ کیا اب تک ان کی صاحبزادی کو بھی نہیں دیکھا (یعنی ان کی حقیقت پر مطلع نہ ہو سکے) واپسی پر اس بات کا تذکرہ حضرت علی نے سیدہ فاطمہ سے کیا تو سیدہ نے فرمایا اویس نے سچ کہا کہ آپ نے ہمیں ظاہراً دیکھا، حقیقت اور باطن پر مطلع نہ ہو سکے اور اگر آپ حقیقت دیکھنا چاہیں تو یہ کلام پڑھیں۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے وہ باطنی کلام پڑھی تو سیدہ فاطمۃ الزہرا کی ذات مقدسہ میں ایسی زبردست خدائی تجلی کا مشاہدہ کیا کہ تاب نہ لا سکے اور بے ہوش ہو گئے۔

علامہ اقبال شانِ سیدہ میں فرماتے ہیں

رشتہ آئینِ حق زنجیر پا است — پاس فرمانِ جنابِ مصطفی است
ورنہ گردے تر بتش گردیدمے — سجدہ ہا بر خاک او پاشیدمے

علامہ کہتے ہیں میرے پاؤں میں قانون خداوندی کی زنجیر ہے اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کا پاس ہے ورنہ (سیدہ فاطمہ کی ایسی شان ہے کہ) میں سیدہ کے مزارِ اقدس کا طواف کرتا اور آپ کی قبر انور پر سجدے کرتا۔

امت کی پہلی سلطان الفقراء:

رسالہ روحی میں سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نورِ ذات نے نقابِ میم پہن کر صورت احمدی اختیار کی اور سات بار اپنی ذات میں جنبش کھائی جس سے سات ارواحِ فقراء باصفا، فنافی اللہ بقاباللہ، آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ستر ہزار سال قبل پیدا ہوئیں۔ ان فقراء نے ازل سے ابد تک بجز ذاتِ حق، کسی کو نہیں دیکھا اور ماسوی اللہ کبھی نہیں سنا۔ انہیں حریم کبریاء کے دائمی سمندر میں وصال لازوال حاصل ہے۔ انہیں حیاتِ ابدی اور عزتِ سرمدی کا تاج حاصل ہے۔ موسیٰ علیہ السلام جس تجلی کی ایک چمک سے بے ہوش ہو گئے تھے اور کوہِ طور ریزہ ریزہ ہو گیا تھا، ہر لمحہ ایسی ستر ہزار تجلیاتِ ذاتی ان فقراء پر وارد ہوتی ہیں اور وہ دم نہیں مارتے، نہ آہ کھینچتے ہیں بلکہ ھل من مزید کہتے ہیں۔ ساتوں سلطان الفقراء اور سید الکونین ہیں ان میں ایک روحِ خاتونِ جنت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء کی ہے جو اس امت کی پہلی سلطان الفقراء ہیں۔

منصب قطبیت وغوثیت:

بعض صوفیاء کے مطابق، نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد بظاہر، سیدہ فاطمہ چھ ماہ تک علیل رہیں مگر درحقیقت آپ ان دونوں میں غوث کی ڈیوٹی سرانجام دے رہی تھیں۔ اس اعتبار سے آپ اس امت کی بلکہ تمام امتوں میں پہلی خاتون ہیں جنہوں نے قطب الاقطاب یا غوثِ وقت کا منصب سنبھالا اور غوث اپنے وقت میں خلیفۃ اللہ فی الارض ہوتا ہے زمام قدرت اس کے اختیار میں ہوتی ہے اور نظام عالم اس کے دم قدم سے چلتا ہے وہ نظام عالم کی تدبیر کرتا ہے عالم کے ذرہ ذرہ پر اس کی نگاہ ہوتی ہے اور کوئی شہ یا کوئی امر اس کے قبضہ واختیار سے باہر نہیں ہوتا۔ افسوس سیدہ فاطمہ سے محبت کا دعویٰ کرنے والے گستاخ اور گمراہ فرقے نے سیدہ کی شان کو نہ سمجھا۔ باغ فدک کے مسئلہ میں حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ سے ناراضگی کی تہمت آپ پر لگائی اور اس طرح سیدہ کی تحقیر کی۔ جن کے قبضہ قدرت میں سارا نظام عالم ہو، جو تمام عالمین کی عورتوں اور جنت کی عورتوں کی سردار ہوں، جن کے صاحبزادگان تمام جوانانِ جنت کے سردار ہوں، جن کے شوہر نامدار سارے ولیوں کے سردار ہوں جن کے والد گرامی تمام انبیاء و مرسلین کے سردار ہوں اور جن کے نام لیوا محض اللہ اور اس کے رسول کے لیے کسی سے ناراض یا راضی ہوتے ہوں ایسی عظیم ہستی مقدسہ معمولی سے باغ فدک کے لیے یارِ غار رسول سے ناراض ہوں!

نظام روحانی میں اثر و نفوذ:

رسول اللہ ﷺ کے وصال شریف کے چھ ماہ بعد یہ جگر گوشہ رسول، بظاہر علیل رہ کر اور بباطن چھ ماہ غوث کی ڈیوٹی دے کر، ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ کو رسول اللہ ﷺ سے جا ملا۔ بعد از وصال سیدہ کا تعلق اس عالم سے منقطع نہ ہوا۔ نظام روحانی میں آپ کا بڑا اثر و نفوذ ہے اپنی عظیم روحانیت و نورانیت سے آپ کو جملہ موجودات کے احوال کی خبر ہے اور آپ کا تصرف جاری و ساری ہے اور یہ امر فقرائے ملت کے مشاہدے میں ہے۔

سادات کی مدد:

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب فضائل درود میں یہ واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ بلادِ مغرب سے ایک شخص حج کے ارادے سے نکلا۔ اس کے ایک ساتھی نے اسے کچھ رقم دی کہ اسے مدینہ منورہ کے کسی ضرورت مند سید کو دے دینا۔ حج سے فراغت کے بعد وہ مدینہ منورہ آیا اور لوگوں سے اس بابت دریافت کیا۔ مقامی لوگوں نے بتایا کہ مدینہ منورہ میں مقیم بیشتر سادات شیعہ ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ میں صحابہ کرام کے گستاخ کسی شخص کو یہ رقم نہ دوں گا۔ ایک دن وہ مسجد نبوی سے نکل رہا تھا کہ اس نے ایک نوجوان کو مغموم بیٹھا پایا دریافت کرنے پر اس نوجوان نے بتایا کہ وہ سید ہے اور شیعہ ہے اور ضرورت مند ہے۔ اس شخص نے کہا کہ میرے پاس اتنی رقم اس مقصد کے لیے ہے مگر میں کسی شیعہ کو یہ رقم نہیں دینا چاہتا۔ وہ نوجوان خاموش رہا اور کوئی جواب نہ دیا۔ یہ شخص اٹھ کر گھر آ گیا۔ اسی رات خواب میں دیکھتا ہے کہ قیامت قائم ہے

اورحضور کی امت یکے بعد دیگرے پل صراط سے گزر رہی ہے۔اس نے گزرنا چاہا تو سید فاطمۃ الزہرا نے اسے گزرنے سے روک دیا۔اس نے حضور ﷺ جناب میں عرض کی۔حضور ﷺ نے سیدہ سے سبب دریافت کیا تو سیدہ نے فرمایا میں نے اسے اس لیے روک دیا کہ اس نے میری اولاد کا رزق روکا ہوا ہے اس شخص نے یہ سن کر کہا کہ مدینے کے سادات شیعہ ہیں اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی شان میں تبرا کرتے ہیں۔ یہ سن کر سیدہ نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر کو طلب فرمایا اور ان سے پوچھا کہ کیا آپ لوگ اس معاملے میں میری اولاد سے مواخذہ کریں گے؟ دونوں نے بیک زبان کہا نہیں۔ہم اپنا حق معاف کرتے ہیں۔ جناب سیدہ پھر اس مغربی کی طرف متوجہ ہوئیں اور کہا جب یہ دونوں اپنا حق معاف کررہے ہیں تو تو کون ہوتا ہے درمیان میں مداخلت کرنے والا۔ پھر اس کی آنکھ کھل گئی، بڑا پریشان ہوا، اس نوجوان کی تلاش میں نکلا اور اسے ڈھونڈ کر رقم کی تھیلی اس کے حوالے کی۔نوجوان بڑا حیران ہوا کہنے لگا کل تک تو تم کہہ رہے تھے کہ کسی شیعہ کو یہ رقم نہ دوں گا اب کیا ہوا؟ اس مغربی شخص نے رات کا خواب سنایا سن کر اس نوجوان نے کہا کہ تم گواہ رہو کہ میں اس قسم کے غلط عقیدوں اور نظریوں سے توبہ کرتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی دوبارہ ان کا ارتکاب نہ کروں گا۔

علامہ ابن حجر مکی، تقی الدین سبکی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک عالم سے جو سادات کی بڑی تعظیم کرتا تھا، سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ سادات میں ایک شخص تھا جسے مطیر کہا جاتا تھا وہ اکثر لہو ولعب میں مصروف رہتا تھا جب وہ فوت ہوا تو میں نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے میں توقف کیا مجھے خواب میں نبی کریم ﷺ زیارت ہوئی آپ کے ہمراہ سیدہ فاطمۃ الزہراء تھیں، انہوں نے مجھ سے اعراض کیا تو میں نے درخواست کی کہ مجھ پر نظر رحمت فرمائیں تو خاتونِ جنت میری طرف متوجہ ہوئیں اور عتاب فرمایا کہ ”کیا ہمارا مقام مطیر کے لیے کفایت نہیں کرسکتا۔“

حضرت شاہ عزیز الحق قادری پر کرم:

الحاج سید وجاہت رسول قادری اپنے سفرنامہ بنگلہ دیش میں شیر بنگال حضرت شاہ عزیز

الحق قادری کے حالات میں لکھتے ہیں کہ ۲ جون 1951ء کا دن شیر بنگال کی حیات طیبہ کا بڑا کٹھن اور آزمائشی دن تھا۔ وہاں کے دیو بندی وہابی آپ سے سخت نالاں تھے انہوں نے ایک سازش کے تحت آپ کے ایک مرید کی وساطت سے جلسہ کرانے کے لئے وقت لیا۔ جلسہ گاہ کا نام خندقیہ ہے۔ اس علاقے میں اس وقت بجلی نہ تھی۔ پیٹرومیکس کی روشنی میں رات کو جلسے ہوتے تھے۔ مخالفین نے منصوبہ بندی کر رکھی تھی کہ تقریر کے دوران گیس کے لیمپ بجھا کے آپ کو شہید کر دیں گے۔ چنانچہ دوران خطاب ان لوگوں نے گیس کے مینٹل توڑ دیئے۔ اندھیرا ہوتے ہی لوہے کی سلاخوں سے آپ پر حملہ کر دیا عینی شاہدوں کا کہنا ہے کہ آپ کے سر کے آٹھ ٹکڑے ہو گئے دوست احباب آپ کو اٹھا کر چٹا گانگ اسپتال لے گئے۔ ڈاکٹروں نے موت کی تصدیق کر دی۔ رات بہت ہو چکی تھی۔ صبح کے وقت دوست احباب کمرے کے باہر کھڑے تھے۔ ان میں سے کچھ حضرات صبح کو اندر آئے تو دیکھا کہ شیر بنگال کھڑے نماز ادا کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر اور احباب حیران رہ گئے اور پوچھا کہ حضرت آپ کا تو وصال ہو چکا تھا۔ آپ نے فرمایا بالکل ٹھیک ہے کہ میرا وصال ہو گیا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ چہیتی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ بارگاہ میں میری سفارش کی کہ یہ آپ کی شان و عظمت بیان کرتے ہوئے زخمی اور فوت ہوئے ہیں ان کی جان واپس کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی پیاری صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے کہنے پر مجھے جان واپس دلوادی ہے۔ آپ اس واقعہ کے بعد تقریباً بیس سال زندہ رہے۔ ہسپتال کے جس کمرے میں آپ کا جسدِ اطہر رکھا گیا تھا وہ معطر ہو گیا تھا۔ آپ نے نصیحت کی تھی کہ جس لباس میں مجھے زخمی کیا گیا تھا اسی خون آلود لباس میں مجھے کفنایا جائے۔ چنانچہ بعد از وصال اسی لباس میں آپ کو دفن کیا گیا۔

قدرت اللہ شہاب پر کرم نوازی:

''شہاب نامہ'' میں قدرت اللہ شہاب اپنا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے گئے۔ امام صاحب سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب بیان کر رہے تھے اور بتا رہے تھے کہ حضور ﷺ ان کو خوشنودی و دلجوئی اس قدر عزیز تھی کہ سیدہ کی کسی بات کو رد نہ فرماتے اور اگر صحابہ کو حضور سے کوئی بات منوانی ہوتی تو وہ

جناب سیدہ کے ذریعے سفارش کرواتے ۔ یہ باتیں سن کر قدرت اللہ شہاب پر ایک کیفیت طاری ہوگئی ۔نماز سے فراغت کے بعد لوگ مسجد سے چلے گئے مگر یہ دیر تک نوافل پڑھتے رہے پھر ان نوافل کے ثواب کو سیدہ کی بارگاہ میں ہدیہ کر کے عرض گزار ہوئے کہ اے سیدہ، حضور آپ کی ہر بات مانتے ہیں اے کاش کہ آپ میرے حق میں حضور کی بارگاہ میں سفارش کریں کہ حضور مجھے روحانی سلسلے میں اویسی طور پر قبول فرمالیں اور منازل و مراتب طے کروادیں۔ چند روز بعد آپ اس بات کو بھول گئے اس واقعہ کے پندرہ دن بعد آپ کو جرمنی سے آپ کی بھابھی کے ہاتھ کا لکھا خط ملا۔ان کی بھابھی جرمن خاتون تھیں اور مشرف با اسلام ہو کر نماز روزے کی پابند تھیں۔ انگریزی میں لکھے ہوئے اس خط میں تحریر تھا کہ ”میری بڑی خوش نصیبی ہے کہ گزشتہ رات مجھے رسول اللہ ﷺ صاحبزادی سیدہ فاطمہ کی زیارت خواب میں ہوئی۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ اپنے بھائی قدرت اللہ کو لکھ دو کہ میں نے ان کی درخواست حضور اقدس ﷺ بارگاہ میں پیش کر دی ہے اور حضور ﷺ نے اپنے کرم سے اسے قبول کرلیا ہے۔“ قدرت اللہ فرماتے ہیں خط میں یہ پڑھ کر مجھ پر سرور و انبساط کی ایسی کیفیت طاری ہوگئی جو بیان سے باہر ہے۔ اس واقعے کا میرے علاوہ کسی کو علم نہ تھا اور میں یہ سوچ سوچ کر مست ہوا جاتا تھا کہ ایسی عظیم بارگاہ میں میرا تذکرہ ہوا اور مجھ حقیر کی یہ عرضداشت حضور کی بارگاہ میں قبول ہوگئی۔ فرماتے ہیں انبساط کی یہ کیفیت مجھ پر تین دن تک طاری رہی۔ پھر مجھے اچھے خواب نظر آنے لگے خواب میں مقاماتِ مقدسہ اور بزرگوں کی زیارت ہونے لگی پھر میری تربیت کے لیے ایک عجیب و غریب ذریعہ بن گیا جس کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے میں بتدریج روحانی منازل و مقامات طے کرتا گیا۔

خواجہ گیسودراز کی مدد:

خواجہ بندہ نواز گیسودراز سید محمد حسینی ، چشتیہ سلسلہ میں خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے خلیفہ ہیں ایک مرتبہ مریدین و معتقدین کی مجلس میں کہنے لگے کہ سیدنا غوث الاعظم کا مرتبہ و مقام اپنے وقت میں تھا۔ اس دور میں وہ مقام مجھے حاصل ہے اتنا کہنا تھا کہ نور ولایت سے قلب خالی ہوگیا۔ پیر کامل کو مدد کے لیے پکارا خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی روحانی طور پر تشریف لائے مگر اپنے خلیفہ کا زائل حال لوٹانے میں ناکام رہے دونوں نے محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء سے رجوع کیا۔خواجہ صاحب نے فرمایا یہ زوال سیدنا

غوث الاعظم کی بارگاہ میں جسارت کے سبب ہے اور میں بھی یہاں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ پھر یہ تینوں نبی کریم ﷺ بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ حضور نے فرمایا یہ معاملہ میرے محبوب فرزند عبد القادر رضی اللہ عنہ کا ہے اور میں نے انہیں مکمل اختیار دیا ہوا ہے اور میں ان کے معاملہ میں مداخلت بھی نہیں کرتا ہوں ہاں البتہ میں اپنی لاڈلی صاحبزادی سے کہتا ہوں کہ تمہارے حق میں سفارش کرے۔ سیدہ خاتون جنت کی سفارش پر سرکار محبوب سبحانی نے نہ صرف خواجہ گیسو دراز کا قصور معاف کر دیا۔ ان کا مسلوب فیض واپس کر دیا بلکہ اس سے دوگنا زائد اپنی جانب سے عطا فرمایا۔

جس طرح رسول اللہ ﷺ بارگاہ میں کسی سائل کے لیے "لا" (انکار) نہیں کہ حق تعالیٰ کا حکم ہے۔ "**واما السائل فلا تنهر**" اور کسی سائل کو آپ "لا" نہ کہیں، اسی طرح حضور اقدس ﷺ مظہر اتم، سیدہ خاتونِ جنت کی بارگاہ میں بھی کسی سائل کے حق میں "لا" نہیں۔ قربِ حق کا متلاشی، اللہ اور اس کے رسول کی رضا و خوشنودی کا جویاں، ان کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہو کر تو دیکھے۔ لاریب اس کا دامنِ مراد گوہر مقصود سے بھر جائے گا۔

اس بتول جگر پارہ مصطفیٰ — حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے — اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
آب تطہیر میں جس کے پودے جمے — اس ریاض نجابت پہ لاکھوں سلام
سیدہ زاہرہ ، طیبہ طاہرہ — جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

امام اول

امیر المومنین، یعسوب الدین، امام الاولیاء، شاہِ ولایت سیدنا

علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم

حیدریم قلندرم مستم ، بندہ مرتضیٰ علی ہستم
پیشوائے تمام رندائم ، کہ سگ کوئے شیرِ یزدائم

امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے کمالات، اوصاف اور فضائل کا شمار کرنا

طاقتِ تحریر سے بعید ہے۔آپ شاہِ ولایت ہیں، حضور اقدس ﷺ کے مرید و خلیفہ ہیں اور تمام سلاسل فقراء کے اصل و مرجع و منتہیٰ ہیں۔ دنیا میں جتنے صاحبان کمال گذرے، وہ با کمال افراد جن کے حالات تاریخ میں آب زر سے لکھے گئے، ان تمام میں آپ فرد الافراد اور سب کے سرخیل نظر آتے ہیں۔مجمع سلاطین میں آپ جلالِ الٰہی کا تاج سر پر رکھے ایسے عظیم الشان سلطان ہیں جن کے دربار میں قیصر و کسریٰ کے سفیر دست بستہ ادب سے سرنگوں، خاموش کھڑے ہیں۔معرکہ کارزار میں آپ ایسے شہسوار ہیں کہ عمر بن عبدود اور مرحب جیسے رستموں کو پچھاڑ کر ان کے سینوں پر چڑھے نظر آتے ہیں۔منبر پر آپ کی فصاحت و بلاغت کا یہ عالم کہ فصحائے عراق اور بلغائے عرب آپ کے سامنے ہیچ و ہیں۔علم و فضل کی درسگاہ میں آپ ایسے طلیق اللسان پروفیسر ہیں کہ انبیائے بنی اسرائیل کی شریعت کے رموز کو یونانی فلسفہ کے ساتھ بنی اسرائیل کی زبان میں بیان فرما رہے ہیں۔امارت میں ایک ذی شوکت امیر ہیں، عدالت میں نوشیرواں ہیں، شجاعت میں رستم زماں، سخاوت میں حاتم نواں اور فقر و ولایت میں تمام فقراء کی امامت کا تاج پہنے ایک منکسر المزاج فقیر ہیں۔

ایسی متضاد صفات کا حامل بشر، ابوالبشر آدم علیہ السلام کی اولاد میں پیدا نہیں ہوا اور ایسے اوصاف متقابلہ کا حامل ذریت آدم میں ہویدا نہیں ہوا۔آپ کے محیر العقول صفات و کمالات کو دیکھ کر نصیریوں نے آپ کو خدا جانا اور صوفیائے عظام نے مظہر مصطفی جانا۔

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی فضیلت و شان کا اندازہ لگانا ہو تو آپ کے ان خصائص پر غور کریں جن میں کوئی دوسرا آپ کا شریک نہیں۔ وہ خصائص جو صرف آپ کی ذات کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں جن میں آپ کو اولیت اور سابقیت حاصل ہے۔

خصائص علی المرتضیٰ:

ا۔آپ کی اور حضورِ اقدس ﷺ حقیقت و اصل ایک ہے جو نور مبارک آدم علیہ السلام کی پیشانی میں رکھا گیا اور پشت در پشت منتقل ہوتا ہوا حضرت عبد المطلب تک پہنچا ۔وہی نورِ مبارک یہاں دو حصوں میں منقسم ہوا۔حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب سے حضور اقدس ﷺ ظہور ہوا اور حضرت ابو طالب بن عبد المطلب سے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا

ظہور ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا :

انا و علی من نورٍ واحد۔ میں اور علی ایک ہی نور سے ہیں۔

۲۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی پہلی کرامت اس وقت ظاہر ہوئی جب آپ شکمِ مادر میں تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنتِ اسد نے زندگی میں پہلی مرتبہ کسی بت کے آگے جھکنا چاہا تو آپ نے شکمِ مادر میں حرکت کر کے اپنی والدہ کو ایسا کرنے سے روک دیا۔ تکلیف کی شدت کے سبب آپ کی والدہ بت کے آگے نہ جھک سکیں۔ جو ہستی شکمِ مادر میں بت پرستی کے ایسے خلاف ہو وہ بھلا کس طرح خود بت پرستی کی طرف مائل ہو سکتی تھی چنانچہ تمام صحابہ میں آپ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ ظہور اسلام سے قبل آپ کی جبین مبارک غیر اللہ کے سامنے جھکنے سے بچی رہی، اسی بنا پر آپ کا لقب ''کرم اللہ وجہہ الکریم'' ہے یعنی اللہ عزوجل نے آپ کی جبین مبارک کی غیر اللہ کے سامنے جھکنے سے بچا کر تکرم فرمایا۔

۳۔ تمام عالمِ اسلام میں صرف حضرت علی وہ واحد ہستی ہیں جن کی ولادت باسعادت عین کعبۃ اللہ کے اندر ہوئی اور سبب اس بات کا یہ بنا کہ آپ کی والدہ حضرت ابو طالب کے ہمراہ کعبۃ اللہ کے طواف میں مشغول تھیں کہ اچانک شدت کے ساتھ دردِ زہ لاحق ہوا۔ درد اتنا شدید تھا کہ کہیں اور لے جانے کا وقت نہ ملا۔ حضرت ابو طالب اپنی اہلیہ فاطمہ بنت اسد کو کعبۃ اللہ کے اندر لے آئے اور وہیں حضرت علی کی ولادت ہوئی۔

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت   بہ کعبہ ولادت بہ مسجد شہادت

۴۔ حضور اقدس ﷺ حضرت علی کی ولادت کی خبر دی گئی۔ آپ ﷺ بھائی کو دیکھنے آئے تو آپ کی چچی نے تاسف سے فرمایا کہ تمہارا بھائی شاید پیدائشی طور پر نابینا ہے کہ جب سے پیدا ہوا ہے اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ حضور ﷺ نے علی کو گود میں لیا۔ حضرت علی نے حضور ﷺ گود میں آنکھیں کھولیں اور دنیا میں آنے کے بعد سب سے پہلے رخِ مصطفی ﷺ پر نگاہ ڈالی۔ دنیا میں سب سے پہلے حضور ﷺ زیارت کا شرف، صرف آپ کا ہی امتیاز ہے جو کسی اور کو نصیب نہ ہوا۔ آپ مادرزاد ولی تھے بلکہ ازلی طور پر امام الاولیاء تھے، جانتے تھے کہ بت کے آگے جھکنا شرک ہے تو ماں کو روکا۔ جانتے تھے

کہ دنیا میں آ کر سب سے پہلے کسے دیکھنا ہے۔ تو آنکھیں بند کئے حضور کے منتظر رہے اور آغوشِ رسالت میں آنکھیں وا کیں اور حضور کے دیدار سے ٹھنڈی کیں۔

روضتہ الشہداء میں لکھا ہے کہ آپ نے تین دن تک اپنی والدہ کا دودھ نہ پیا پس حضور اقدس ﷺ نے آپ کو اپنی گود میں لے کر اپنی زبان وحدت حضرت علی کے منہ میں دے دی۔ حضرت علی کافی دیر تک حضور کی زبان مبارک چوستے رہے اور لعاب دہن نبوی جو سرچشمہ ''وما ینطق عن الھویٰ'' تھا، سے شربت حیات ظاہری و باطنی نوش فرمایا۔

پھر سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی پرورش آغوشِ رسالت میں ہوئی اور اس کا سبب مکہ کی قحط سالی بنی۔ حضور اقدس ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس سے کہا کہ چلو چل کر ابو طالب کا بوجھ ہلکا کریں۔ حضرت عباس نے جعفر کو لیا اور حضور نے حضرت علی کو اپنی کفالت میں لیا۔ یہاں تک کے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ نبوت ورسالت سے سرفراز فرمایا:

۵۔ تمام اہل خاندان اور عزیز واقارب میں سب سے پہلے حضور ﷺ ایمان لانے کے شرف سے حضرت علی مشرف ہوئے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ حضور دوشنبہ کو مبعوث ہوئے اور میں اگلے روز یعنی سہ شنبہ کو آپ ﷺ ایمان لایا۔ حضرت ابوطالب اپنے بیٹے سے کہا کرتے تھے اپنے چچا کے بیٹے کی پیروی کرو کہ وہ سوائے بھلائی کے کوئی اور حکم نہیں کرتے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا فرشتے مجھ پر اور علی ابن ابی طالب پر درود بھیجتے تھے کیونکہ ہم دونوں نماز پڑھتے تھے، کوئی اور ہمارے ساتھ نہ ہوتا تھا۔ محمد بن عفیف اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ میں حضور کے اعلانِ نبوت سے قبل حضرت عباس کے ہمراہ کعبتہ اللہ میں تھا اتنے میں ایک جوان آیا اور کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے لگا اس کے بعد ایک لڑکا آیا اور اس جوان کے داہنی جانب کھڑا ہو گیا پھر ایک عورت ان دونوں کے پیچھے آ کھڑی ہوئیں۔ میرے استفسار پر حضرت عباس نے فرمایا یہ میرے بھتیجے محمد ﷺ اور یہ لڑکا علی ابن ابی طالب ہے اور خاتون خدیجہ ہیں۔ تو جب دیگر اہل قریش اسلام اور ایمان سے بے خبر تھے، حضرت علی اس وقت حضور کے ہمراہ نماز ادا فرماتے تھے

۔

ایک مرتبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے باہم فخر کیا۔ حضرت حمزہ نے فرمایا میں تم سے بہتر ہوں کہ میں کعبۃ اللہ کی دیکھ بھال اور اس کو آباد کرنے پر مقرر ہوں۔ حضرت عباس نے فرمایا میں تم سے بہتر ہوں کہ میں حاجیوں کو پانی پلانے پر مقرر ہوں۔ پھر ان کی ملاقات حضرت علی سے ہوئی انہوں نے حضرت علی سے پوچھا کہ ہم میں کون بہتر ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا میں تم دونوں سے بہتر ہوں کیونکہ میں تم دونوں سے پہلے اسلام لایا ہوں۔ حضرت عباس وحمزہ نے یہ بات حضور کے گوش گزار کی تو حق تعالیٰ نے حضرت علی کی فضیلت میں یہ آیت نازل فرمائی۔ ''**اجعلتم سقایۃ الحاج و عمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ و الیوم الآخرۃ**'' کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجدِ حرام کی دیکھ بھال کو اللہ اور آخرت پر ایمان لانے کے برابر ٹھہرادیا؟ یعنی اللہ اور آخرت پر ایمان لانا حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی دیکھ بھال کرنے سے بہت زیادہ بہتر و افضل ہے۔ تو سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سب سے پہلے مسلمان ہیں بلکہ حقیقتاً پہلے ہی سے مسلمان ہیں۔

چنانچہ مسند امام احمد میں ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ''اے فاطمہ! کیا تو اس بات میں خوش نہیں کہ میں نے تیرا نکاح اس شخص سے کیا جو میری امت میں سب سے پہلے اسلام لانے والا ہے۔ علم کے لحاظ سے سب سے زیادہ ہے اور سب سے بڑھ کر حوصلے اور حلم والا ہے''

مسلم اوّل شہہ مرداں علی　　　عشق را سرمایۂ ایماں علی

۶۔ جب یہ آیت **و انذر عشیرتک الاقربین** نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے اپنے رشتہ داروں اور اہل خاندان کو دعوت پر بلایا۔ کھانے سے فراغت کے بعد انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور پوچھا کہ تم میں سے کون اس اہم فرض رسالت کی تکمیل میں میری مدد کرے گا تو تمام اہل خاندان میں سے صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ اٹھے اور آپ ﷺ حمایت اور مدد کرنے کا اعلان کیا اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا: ''علی میرا وصی ہے اور اس کی اطاعت تم پر فرض ہے۔'' شعب ابی طالب کی ہولناک سختیوں میں بھی حضرت علی حضور کے شانہ بشانہ تھے۔

۷۔ نبی کریم ﷺ سب سے پہلے عملاً اپنی جان نچھاور کر دینے کا شرف بھی حضرت

علی کو نصیب ہوا۔ جب حضور اکرم ﷺ ہجرت کا حکم ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت علی کے سپرد وہ امانتیں کیں جو کفار مکہ نے حضور کے پاس رکھائی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے حضرت علی کو ان امانتوں کو لوٹانے کا حکم دیا اور اپنے بستر پر لٹا کر ہجرت فرما گئے۔ کفارِ مکہ نے آپ ﷺ کے مکان کو گھیرا ہوا تھا تا کہ حضور کو مشترکہ طور پر قتل کر سکیں۔ حضرت علی بھی جانتے تھے کہ حضور کے بستر پر سونے والا آج رات بچ نہیں سکتا مگر شیرِ خدا نے اپنی جان حضور پر نچھاور کر دی اور بستر رسول ﷺ سو گئے۔ اللہ عزوجل نے حضرت جبرائیل ومیکائیل سے پوچھا کہ اگر میں تم دونوں میں سے ایک کی عمر زیادہ کر دوں تو تم میں سے کون اپنی زیادہ عمر دوسرے پر نچھاور کر سکتا ہے۔ دونوں اس بات پر راضی نہ ہوئے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا تم میں سے کوئی بھی علی جیسا نہیں کہ اس نے اپنی جان اپنے بھائی پر نثار کر دی۔ جاؤ جا کر اس کی دشمنوں سے حفاظت کرو۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت علی کے سرہانے اور میکائیل پیتانے کھڑے ہو گئے اور ان فرشتوں کے تصرف کے سبب کفارِ مکہ کو حضرت علی کے قتل کی ہمت نہ ہو سکی۔ اس جانثاری کے صلہ میں اللہ عزوجل نے حضرت علی کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی۔ **وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ** ٥ ترجمہ: اور انسانوں میں سے جو بھی اپنی جان اللہ کی رضا کے لئے بیچتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر بے حد مہربان ہے۔ (نزہتہ المجالس)

۸۔ امانتوں کو ان کے مالکوں کو لوٹا کر حضرت علی بھی ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے۔ پیدل ہجرت کے سبب آپ کے اقدام مبارک متورم ہو گئے تھے اور ان سے خون ٹپک رہا تھا۔ حضورِ اقدس ﷺ آپ کی یہ حالت دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے۔ آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن حضرت علی کے پاؤں پر لگایا اور آرام کی دعا فرمائی جس سے حضرت علی کے اقدام مبارک ٹھیک ہو گئے اور پھر ساری زندگی آپ کو پاؤں کی تکلیف کی شکایت نہ ہوئی۔ رشتہ مواخات کے وقت آپ ﷺ نے ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصار کا بھائی بنا دیا صرف حضرت علی باقی رہ گئے۔ حضرت علی کے شکوہ پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''انت اخی فی الدنیا و الآخرہ'' (اے علی دنیا و آخرت میں تو میرا بھائی ہے)

۹۔ پھر سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو بڑا ہی عظیم شرف میسر آیا جو حق تعالیٰ نے روح و

جانِ مصطفی، سیدۃ النساء العالمین، سلطان الفقراء سیدہ فاطمۃ الزہراہ رضی اللہ عنہا کے رشتے کے لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا انتخاب فرمایا جنت کی تمام عورتوں کی سردار، عالمین کی تمام عورتوں سے افضل جگر گوشہ رسول سیدہ زہرہ بتول کا عقدِ مبارک امام الاولیاء، مشکل کشا، شیرِ خدا علی المرتضیٰ سے ہوا۔

شجاعت علی المرتضیٰ :

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اکثر فقر و فاقہ سے ہوتے مگر آپ کی قوت و طاقت، ہمت، شجاعت اور دلیری لاثانی تھی۔ اگر آپ کسی کا ہاتھ پکڑ لیتے تو اس کا دم گھٹنے لگتا۔ آپ نے کبھی مقابلے میں کسی کو پیٹھ نہ دکھائی۔ جس کسی سے کشتی لڑی اسے پچھاڑ دیا۔ جس سے مقابلہ کیا اسے شکست دی۔ جس سے مبارزت طلب کی اسے قتل کر دیا۔ مقتولین کی لاشوں میں آپ کے ہاتھوں مارا گیا شخص فوراً پہچانا جاتا، وہ یا تو بیچ سے دو ٹکڑے ہوتا یا سر سے پاؤں تک دو حصوں میں چرا ہوتا۔ غزوہ بدر میں پہلا کافر ولید، حضرت علی کے ہاتھوں جہنم رسید ہوا۔ غزوہ بدر میں ستر کفار میں سے اکیس کو حضرت علی نے تہ تیغ کیا۔ غزوہ احد میں سب سے پہلے مشرکین کے سپہ سالار طلحہ بن طلحہ نے مبارزت طلب کی۔ حضرت علی اس کے مقابلے پر گئے اور چند لمحوں میں اسے قتل کر دیا۔ غزوہ احد میں جب یہ بات مشہور ہوئی کہ نعوذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے تو حضرت علی یہ سوچ کر کہ حضور کے بغیر زندہ رہنا عبث ہے، صفِ کفار میں جا گھسے اور ایسی شمشیر زنی کی کہ صفوفِ اعداء درہم برہم ہو گئیں۔ اس غزوہ میں آپ کو سترہ زخم لگے جن میں چار تو اس قدر شدید تھے کہ آپ زمین پر گرنے لگے مگر ایک خوبصورت اور خوشبودار شخص نے آپ کو سنبھالا اور کہا کہ دشمنوں پر حملہ کرو کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہو۔ اللہ اور اس کا رسول تم سے راضی ہیں بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ جب آپ تلوار چلاتے تو غیب سے آواز آتی **"لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذو الفقار"** یعنی علی کے سوا کوئی بہادر نہیں اور سوائے ذوالفقار کے کوئی تلوار نہیں۔ غزوہ احد کے بعد جبرئیل امین نے حضور کی خدمت میں ثنائے مرتضوی کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انہ منی و انا منہ" یعنی علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔ جبرئیل امین نے کہا: "انا منکما" یعنی میں آپ دونوں سے ہوں۔ حضرت علی کے استفسار پر

حضور ﷺ نے فرمایا دورانِ جنگ تمہیں سنبھالنے والے جبرئیل امین تھے۔

غزوہ خندق میں جب عمر بن عبدود خندق پھلانگ کر مبازرت کا طلبگار ہوا تو اس کے مقابلے میں بھی شیرِ خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تشریف لے گئے۔ حضور اقدس ﷺ نے اپنی ذوالفقار آپ کو عطا کی، زرہ پہنائی اور اپنے سرِ اقدس سے عمامہ اتار کر حضرت علی کے سر پر رکھا۔ دعا اور اجازت کے ساتھ رخصت کیا پھر فرمایا اس وقت مکمل ایمان مکمل کفر کے مقابلے پر جا رہا ہے۔ حضرت علی پا پیادہ با ہیبت وجلال اس عمر بن عبدود سے مقابل ہوئے جو قوت وشجاعت میں ہزار آدمیوں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ آپ نے تھوڑی ہی دیر میں اسے قتل کر دیا اور آنحضرت ﷺ خدمت مبارک میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''**قتل علی لعمرو بن عبد ود افضل من عبادة الثقلین**'' علی کا عمر بن عبدود کو قتل کرنا تمام جن وانس کی عبادت سے افضل ہے۔ سبحان اللہ! جن کی ایک نیکی جن وانس کی تمام نیکیوں سے افضل ہو ان کی تمام نیکیوں اور شان وعظمت کا کیسے اندازہ؟

غزوہ بنو قریظہ میں آپ نے اور حضرت زبیر نے ایک دن میں بنو قریظہ کے سات سو افراد قتل کئے۔ غزوہ خیبر میں جب خیبر کا فتح ہونا مشکل ہو گیا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کل میں علم اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ اس عظیم بشارت کے سبب ہر شخص کے دل میں اس اعزاز کے حصول کا شوق دامن گیر ہوا۔ دوسرے دن حضورِ اقدس ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو طلب فرمایا۔ حضرت علی کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا کر آشوبِ چشم سے شفا بخشی، علم عطا فرمایا اور یہود کو پہلے دعوتِ اسلام دینے اور نرمی کرنے کی تاکید کرتے ہوئے رخصت کیا۔ حضرت علی نے حسب الارشاد پہلے یہود کو اسلام کی دعوت دی مگر وہ آمادہ جنگ تھے چنانچہ ان کے بڑے بڑے سردار آپ کے ہاتھوں مارے گئے۔ اپنی خداداد قوت سے آپ نے خیبر کا دروازہ اکھاڑ پھینکا دورانِ جنگ جب آپ کے ہاتھ سے ڈھال گر گئی تو آپ نے اس دروازہ کو اٹھا کر بطور ڈھال استعمال کیا جسے بعد میں اسّی (80) صحابہ مل کر اٹھا نہ سکے۔ صحابہ کے استفسار پر آپ نے فرمایا میں نے خیبر قوت جسمانی سے نہیں بلکہ قوتِ ربانی سے فتح کیا۔

جب شیر خدا علی المرتضی فتح خیبر سے واپس لوٹے تو حضور سرور کائنات ﷺ نے حضرت علی کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ اگر مجھے ڈر نہ ہوتا کہ میری قوم کے لوگ تمہارے بارے میں وہ بات کہنا شروع کر دیں گے جو نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہی تو میں لوگوں کو تمہارے بارے میں بتاتا اور کہتا کہ اگر لوگ تمہاری خاکِ راہ چومیں تو حق ادا نہیں ہو سکتا، تمہارے وضو کا بچا ہوا پانی استعمال کرتے تو انہیں شفا ہو جاتی لیکن تمہاری اتنی ہی قدر و منزلت کافی ہے کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون۔ مگر میرے بعد نبوت ختم ہو چکی ہے، کوئی اور پیغمبر نہیں آئے گا تم نے میری ذمہ داری امانتیں دے کر پوری کر دی۔ تم میری سنت پر کفار سے لڑتے رہے۔ تم آخرت میں میرے ساتھ ہو گے، تم حوض کوثر پر میرے ساتھی ہو گے۔ تمہارے دوست اور تم سے محبت کرنے والے نور کے منبر پر کھڑے ہوں گے۔ قیامت کے دن ان کے چہرے نورانی اور درخشاں ہوں گے، میں ان کی شفاعت کروں گا، وہ میرے ہمسایہ میں ہوں گے۔ تمہاری جنگ میری جنگ ہے۔ تمہاری صلح میری صلح ہے۔ تمہارا راز میرا راز ہے تمہارا ظاہر میرا ظاہر ہے۔ تمہارا باطن میرا باطن ہے۔ تمہارے بیٹے میرے بیٹے ہیں۔ تم میرے وعدے پورے کرو گے۔ حق تمہارے ساتھ ہے۔ حق تمہاری زبان پر ہے۔ حق تمہارے دل میں ہے۔ حق تمہاری آنکھوں میں ہے۔ ایمان تمہارے گوشت پوست میں رچا بسا ہے۔ ایمان تمہارے خون سے جدا نہیں ہو سکتا۔ تمہارا دشمن حوض کوثر پر آ نہیں سکتا۔ تمہارا دوست حوض کوثر سے محروم رہ نہیں سکتا۔

جنگ جمل میں آپ نے حضرت زبیر کو طلب کیا۔ حضرت زبیر زرہ میں ملبوس مقابلے کے لئے نکلے۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے چیخ کر کہا کہ اب زبیر بچ کر نہیں آسکتے کہ علی کے مقابلے پر آج تک کوئی نہ بچ سکا۔ حضرت علی نے حضرت زبیر کو دیکھ کر اپنے بازو پھیلائے اور زبیر کو سینے سے لگا کر فرمایا اے زبیر! تمہیں کس بات نے میرے مقابلے پر اکسایا؟ حضرت زبیر نے کہا حضرت عثمانِ غنی کے خون نے۔ آپ نے فرمایا میں عثمان کے قاتلوں پر لعنت کرتا ہوں۔ زبیر کیا تمہیں وہ دن یاد نہیں جب رسول اللہ ﷺ نے تم سے فرمایا تھا۔ اے زبیر! تم علی سے محبت رکھتے ہو؟ تو تم نے عرض کیا میں علی سے کیوں نہ محبت رکھوں

کہ یہ میرے ماموں کے بیٹے ہیں تو حضور ﷺ نے تم سے کہا کہ عنقریب تم علی پر خروج کرو گے اور ایسا کر کے تم اس کے حق میں ظلم کرو گے۔'' حضرت زبیر نے یہ سنتے ہی کہا بخدا ایسا ہی ہوا مگر میں بھول گیا تھا۔ چنانچہ حضرت زبیر جنگ سے باز آئے اور صفیں چیرتے ہوئے مکہ معظّمہ روانہ ہو گئے۔ راہ میں بنو تمیم میں رکے عمرو بن جرموز المجاشعی نے ان کی مہمانی کی اور دھوکے سے حضرت زبیر کو شہید کر کے ان کی تلوار اور انگوٹھی لے کر جناب امیر کی خدمت میں آیا اور قتل زبیر سے آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ فرماتے سنا کہ زبیر کے قاتل کو دوزخ کی بشارت دو۔ حضرت طلحہ بھی حضرت علی کی فہمائش پر جنگ سے علیحدہ ہو گئے مگر انہیں مروان بن الحکم نے تیر مار کر شہید کیا۔ روکتے روکتے اس جنگ میں عظیم قتال ہوا۔ فتح کے بعد آپ نے پوری عزت و احترام کے ساتھ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مکہ معظّمہ روانہ کیا۔

جنگ صفین ایک سو دس دن کی طویل جنگ تھی۔ اس جنگ میں بھی شیرِ خدا اکثر بھیس بدل کر لڑتے رہے۔ لیلۃ الھریرہ، میں آپ نے تن و تنہا 523/ افراد کو تہ تیغ کیا۔ جس دن حضرت عمار بن یاسر کی شہادت ہوئی اس روز 900 سے زائد افراد آپ کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ حضرت اویس قرنی جنگ صفین میں حضرت علی کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ اسی جنگ میں جب ایک مرتبہ پانی کی قلت ہوئی تو آپ چند اصحاب کے ہمراہ پانی کی تلاش میں نکلے، صحرا میں کچھ فاصلے پر گرجا نظر آیا۔ وہاں موجود راہب سے حضرت علی نے پانی کے بارے میں استفسار کیا تو اس نے کہا کہ یہاں سے کچھ فاصلے پر پانی موجود ہے لیکن مقام کا پتہ نہیں۔ جناب امیر ساتھیوں کو لے کر ایک سمت چل پڑے اور ایک جگہ رک کر فرمایا یہاں زمین کھودو۔ تھوڑی کھدائی کے بعد ایک بڑا سا پتھر نمودار ہوا۔ آپ نے فرمایا اس پتھر کو ہٹاؤ، اس کے نیچے پانی ہے۔ آپ کے ساتھیوں نے بہت کوشش کی مگر پتھر اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ پھر شاہِ ولایت، شیرِ خدا علی المرتضیٰ نے اپنی خدا داد قوت سے پتھر اکھاڑ پھینکا۔ پتھر کے نیچے سے میٹھے اور شفاف پانی کا چشمہ برآمد ہوا۔ ایسا پانی ان لوگوں نے پہلے نہ پیا تھا۔ آپ کے ساتھیوں نے مشکیزے بھر لئے۔ راہب یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا وہ آیا اور حضرت علی سے پوچھا کیا آپ اس امت کے نبی ہیں۔ آپ نے فرمایا

نہیں۔اس نے پوچھا کیا آپ نبی کے وصی ہیں آپ نے فرمایاہاں میں اس امت کے نبی کا وصی ہوں۔راہب نے کہا کہ اس مقام پر کلیسا کی بنیاد اس بات پر تھی کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ اس مقام پر ایک میٹھے پانی کا چشمہ ہے جس پر ایک وزنی پتھر ہے جسے کوئی نبی یا اس کا وصی ہٹائے گا۔'' یہ سن کر شیرِ خدا کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ گئیں۔آپ نے فرمایا اس خدائے ذوالجلال کے لئے حمد ہے جس نے میرا ذکر گزری ہوئی کتابوں میں فرمایا۔وہ راہب آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام لے آیا اور تاحیات آپ کی غلامی میں رہا۔

جن سورشوں اور فتنوں سے حضرت علی کو نبرد آزما ہونا پڑا ان میں سے ایک خارجیوں کا فتنہ تھا جو بظاہر کلمہ گو، نمازی اور دیگر ارکان اسلام کے پابند تھے مگر قرآن کی ایک آیت ان الحکم الا اللہ (بے شک حکم صرف اللہ کا ہے) پڑھ کر حضرت علی کی حکومت و خلافت سے منحرف ہو گئے۔جناب امیر تک جب یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا : کلمة حق و مرادہ باطل کلمہ تو حق ہے مگر جو مراد خارجیوں نے لی وہ باطل ہے آپ نے حضرت عبداللہ ابن عباس کو بھیجا کہ جا کر انہیں سمجھاؤ۔حضرت عبداللہ ابن عباس نے انہیں سمجھایا کہ صرف ایک آیت سامنے رکھ کر قرآن سے نتیجہ نہیں نکالنا چاہیئے۔جب تک تمام آیات سامنے نہ رکھی جائیں۔بے شک حکم، حاکمیت، حکومت اللہ ہی کی ہے مگر وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے تو تی الملک من تشاء و تنزء الملک ممن تشاء (وہ جسے چاہتا ہے ملک عطا کرتا ہے حکومت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے حکومت چھین لیتا ہے اور اللہ نے فرمایا : اذا حکمتم بین الناس فاحکمو ا بالعدل جب وہ تمہیں انسانوں کے درمیان حاکم بنائے تو تمہیں چاہیئے کہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کرو۔آپ کے دلائل کے سامنے وہ تمام لاجواب ہو گئے کئی تائب بھی ہوئے مگر بیشتر اپنی ضد پر قائم رہے۔پھر حضرت علی نے خارجیوں کے خلاف جہاد کا حکم دیا۔کئی صحابہ و تابعین بڑے حیران تھے کہ جہاد تو کافروں کے خلاف ہوتا ہے۔جبکہ یہ کلمہ گو ہیں، نمازی ہیں، قرآن پڑھتے ہیں۔جناب امیر نے فرمایا ابھی تم میرا حکم مانو، میں اپنی حقانیت پھر ثابت کروں گا چنانچہ خارجیوں کے ساتھ جنگِ نہروان ہوئی۔

جب شیر خدا کا لشکر نہروان کے راستے میں ایک گرجا کے پاس سے گزرا تو اس گرجے سے ایک بوڑھا شخص باہر آیا اور پکارا اے لشکر اسلام اپنے پیشوا سے کہو کہ وہ میرے پاس آئے۔ حضرت علی اس کے قریب ہوئے۔ اس نے پوچھا اے سردار لشکر کہاں جا رہے ہو؟ فرمایا دشمنوں کی سرکوبی کے لئے۔ راہب نے کہا رک جائیں کہ آجکل ستارہ مسلمین ھبوط میں ہے اور طالع مسلمین ضعیف ہے۔ چند روز بعد جب کوکب ھابط صعود کی طرف متوجہ ہو جائے اور طالع مسلمین قوت پا جائے پھر آپ جہاں چاہے جائیں۔ حضرت علی نے کہا اے راہب کیا تم آسمانی علم رکھتے ہو؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا فلاں ستارے کی خبر دے۔ راہب نے کہا میں نے اس ستارے کا نام بھی نہیں سنا پھر آپ نے ایک اور سوال کیا اس نے وہی جواب دیا۔ حضرت علی نے فرمایا علم آسمانی سے اتنی خبر بھی تجھے نہیں پھر ہم تیری کیا مانیں۔ حضرت علی نے پوچھا کیا تو زمین کے حالات سے واقف ہے؟ راہب نے عرض کی : ہاں۔ آپ نے فرمایا جہاں تو کھڑا ہے تجھے معلوم ہے کہ تیرے قدموں کے نیچے کیا ہے؟ اس نے انکار کیا تو آپ نے فرمایا ایک برتن مدفون ہے جس میں اتنے دینار ہیں۔ راہب نے پوچھا آپ کو اس کی کس نے خبر دی؟ فرمایا میرے نبی نے مجھے خبر دی کہ جب تو جنگ نہروان پر جائے گا تو ایک راہب ملے گا وہ جانے سے منع کرے گا اس کے پاؤں کے نیچے ایک برتن ہوگا جس میں اتنے دینار ہونگے اس کے منع کرنے سے نہ رکنا، اے علی تیرے لشکر کے دس آدمیوں سے زیادہ شہید نہیں ہونگے اور دشمن کے لشکر کے دس سے زیادہ بچ کر نہ جائیں گے۔ راہب یہ بات سن کر متحیر ہوا وہ جگہ کھودی گئی اور وہاں دیناروں سے لبریز برتن برآمد ہوا پھر راہب حضرت علی کے دست اقدس پر ایمان لے آیا۔

جنگ سے قبل حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا نو خارجیوں کے علاوہ سب قتل ہو جائیں گے اور ہمارے صرف دس ساتھی شہید ہوں گے۔ جیسا آپ نے فرمایا ویسا ہی ہوا۔ جنگ کے اختتام پر آپ نے فرمایا ان خارجیوں کی لاشوں میں ایسے شخص کی لاش تلاش کرو جس کے ایک بازو پر گوشت کا لوتھڑا ہے اور اس ابھرے ہوئے گوشت کی شکل عورت کے پستان کی طرح ہے اگر تمہیں وہ شخص مل جائے تو سمجھ لینا کہ ہم نے بدترین لوگوں کو مارا ہے اور اگر نہ ملے تو سمجھنا ہم نے انہیں ناحق قتل کیا۔ رفقاء گئے اور لاش تلاش کر کے اسے

کھینچ لائے۔ آپ نے فرمایا اس شخص کو پہچانتے ہو؟ فلاں غزوہ کے بعد جب حضور ﷺ مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے تو اس نے گستاخی سے کہا تھا کہ اے محمد انصاف سے کام لیں۔ حضور نے یہ سن کر فرمایا تھا اگر میں انصاف نہ کروں گا تو کون کرے گا۔ حضرت عمر نے اس گستاخ کو قتل کرنے کی اجازت مانگی مگر حضور نے یہ کہہ کر منع فرما دیا کہ ایک وقت میری امت کے بہترین لوگ اس کو قتل کریں گے اور اس کی نسل پھیلتی جائے گی اور آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا تمہاری نمازیں ان کی نمازوں کے مقابل، تمہارے روزے ان کے روزوں کے مقابل حقیر معلوم ہوں گے۔ وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے گلے سے نیچے نہ اترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے جانور کے تیر پار ہو جاتا ہے۔ جناب امیر نے جب اس شخص کی لاش کو دیکھا تو نعرۂ تکبیر بلند کیا اور فرمایا واللہ نہ میں نے جھوٹ کہا تھا نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا تھا۔

(اس شخص کا نام ذوالخویصرہ تمیمی تھا۔ اس کی نسل حضور کے ارشاد کے بموجب پھیلتی گئی اور علماء کی تحقیق کے مطابق محمد بن عبدالوہاب نجدی اسی کی نسل میں سے ہے۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار وہابی اپنے جداعلیٰ ذوالخویصرہ تمیمی کی طرح حضور کے بے ادب و گستاخ ہیں۔ انہوں نے حجاز پر قبضہ کیا، سنیوں کا قتل عام کیا اور وہابی مذہب کی اس قدر ترویج کی کہ آج ساری دنیا میں سعودی پیسے کے زور پر وہابیت پھیل گئی انہوں نے جنت البقیع میں تمام مزارات و قبے ڈھا دیئے۔ انکے پیروکار آج بھی ساری دنیا میں سرگرم عمل ہیں اور حضور کے صحابی حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کا مزار انہوں نے شام میں تباہ کر دیا اور ان کے جسد اقدس کو قبر سے نکال کر لے گئے اس تمام واقعے اور حضرت حجر بن عدی کے پرنور جسد مبارک کی تصاویر انٹرنیٹ پر موجود ہیں اور اسلام کی حقانیت کی دلیل بن گئی ہیں کہ چودہ سو سال گزرنے کے باوجود حضور کے اس صحابی حجر بن عدی جنہیں اہل بیت سے اور حضرت علی سے محبت کی بناء پر امیر معاویہ نے شہید کروایا، کا جسدِ مبارک بالکل صحیح حالت میں پایا گیا۔

یہ خوارج ذوالخویصرہ تمیمی کی نسل سے یا اس کے ہم خیال و ہم عقیدہ تھے۔ اُس زمانے میں بھی ان کا یہ حال تھا کہ بتوں اور کافروں کے لیے نازل آیات انبیاء اور مومنین پر چسپاں

کرتے تھے۔ قرآن کی ایک ایک آیت لے کر اپنے مطلب کے نتائج اخذ کرتے اکابر صحابہ کو کافر و مشرک اور واجب القتل جانتے اور انہوں نے اس دور میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سمیت متعدد صحابہ کرام کو شہید کروایا اور آج بھی ان خارجیوں کے پیروکاروں، وہابیوں کا یہی حال ہے کہ صرف اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں، بتوں کی آیات اولیاء وانبیاء پر چسپاں کرتے ہیں اور صحیح العقیدہ مسلمانوں کو مشرک سمجھتے ہیں واجب القتل گردانتے ہیں چنانچہ آج پاکستان میں وہابیوں کے حلیف، ان سے چندہ لینے والے، ان کے عقائد و نظریات پھیلانے والے کس بری طرح سے معصوم لوگوں کی جانیں لے رہے ہیں اور یہ بات سب پر عیاں ہے۔ اللہ ان کے فتنے سے سب مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین)

تو شیرِ خدا اپنی ہمت و جرأت، شجاعت و بہادری میں تمام انسانوں میں بے مثل ہیں۔ عموماً میدان جنگ کے شجاع، نفس اور اس کی خواہشات کے سامنے مغلوب ہوتے ہیں مگر شیر خدا علی المرتضیٰ وہ واحد ہستی ہیں کہ ایک طرف ایسے مردِ میدان ہیں کہ ان پر کوئی غالب نہ آسکا دوسری طرف نفس پر ایسا قابو کہ عین حالت جنگ میں مغلوب مشرک زچ ہو کر آپ کے رخ پرنور پر تھوک دیتا ہے تو آپ بجائے اشتعال میں آ کر اسے جلد قتل کر دینے کے، چھوڑ کر کھڑے ہو گئے، وہ مشرک بڑا حیران ہوا اور اس کا سبب پوچھا تو فرمایا پہلے میں تجھ سے اللہ کے لیے لڑ رہا تھا اب نفس کی بات درمیان میں آ گئی میں شیر یزداں ہوں خواہشاتِ نفسانی کا اسیر نہیں وہ مشرک اس بات پر حیران رہ گیا اور آپ کے ہاتھوں اسلام لے آیا۔

علومِ علی المرتضیٰ :

اللہ عزوجل کا ارشاد پاک ہے :اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ○

ترجمہ: بے شک اللہ کے نزدیک مکرم ترین وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔

زیادہ ڈرنے والا ہے اور اللہ سے زیادہ وہی ڈرتا ہے جو اللہ کا زیادہ علم رکھتا ہے۔

فرمایا :اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا ○

ترجمہ : بے شک اللہ سے ڈرنے والے اس کے بندوں میں علماء ہیں۔

انسان کی دیگر مخلوقات پر فضیلت علم کے سبب ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنی نیابت کے لئے

فضیلتِ علم کو ہی معیار قرار دیا اور علم الاسماء کے سبب حضرت آدم علیہ السلام کی فرشتوں پر بزرگی و برتری کو ثابت کیا۔ فرمایا: **وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ٥** اور آدم کو کل اسماء کا علم سکھا دیا۔

حضورِ اقدس ﷺ ایک بار مسجد نبوی میں تشریف لائے تو دیکھا کہ کچھ صحابہ علمی گفتگو میں مصروف ہیں اور کچھ عبادت میں۔ آپ ﷺ نے عبادت گزاروں پر علمی گفتگو کرنے والوں کو ترجیح دی اور ان کے پاس جا بیٹھے اور علم اور علماء کی فضیلت میں ارشاد فرمایا:

فضیلت العالم علی العابد کفضلی علی ادنٰکم ۔حضور علیہ السلام نے فرمایا ایک عالم کو ایک عابد پر اس قدر فضیلت ہے جتنا مجھے تمہارے ادنیٰ پر سبحان اللہ کہاں حضور سید المرسلین حبیب رب العالمین اور کہاں ادنیٰ امتی!

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نبی، رسول اور مرسل ہونے کے باوجود علم لدنی سیکھنے کے لیے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس گئے۔

اسی علم کے سبب حضرت سلیمان علیہ السلام کے درباری حضرت آصف بن برخیا پلک جھپکنے سے پہلے سینکڑوں میل دور سے تختِ بلقیس لے آئے اور ان کے اس عظیم الشان تصرف کی وجہ حق تعالیٰ نے یہ بتائی **وعندہ من علم الکتاب** ان کے پاس علم کتاب میں سے کچھ تھا۔ جس کے پاس علم کتاب میں سے کچھ تھا اس کے تصرف کا یہ عالم تو اس ہستی مقدسہ علی المرتضیٰ کی عالی شان، رفعتوں اور تصرفات کا کسے اندازہ جنہیں حق تعالیٰ نے سارے کا سارا علم کتاب عطا فرما دیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ٥

اے محبوب آپ فرما دیں کہ اللہ ہمارے اور تمہارے درمیان کافی گواہ ہے اور وہ، جس کے پاس علمِ کتاب ہے اس آیت کا مصداق مولائے کائنات امام الاولیاء علی المرتضیٰ ہیں۔

تو فضیلت و برتری علم کے سبب ہے قوت تصرف، علم کے سبب ہے۔ اسی بناء پر سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے جملہ اولیاء اللہ پر اپنی برتری اور شرف کا پیمانہ علم اور تصرف کو بنایا۔ فرمایا:

فمن فی اولیاء اللّٰہ مثلی ومن فی العلم و التصریف حالی

کون ہے جو اولیاء اللہ میں میری مثل ہو، کون ہے جو علم اور تصرف میں میرا ہمسر ہو۔
علم سے مراد صرف احکامِ قرآنی، احادیث اور مسائل شریعہ کا علم نہیں بلکہ یہ وہ باطنی علم علم لدنی اور معرفت الٰہی ہے جس کے ذریعے کونین میں متصرف ہوا جاتا ہے۔
حق تعالیٰ نے جملہ ظاہری اور باطنی علوم اور ساری نعمتیں حضور اقدس ﷺ ذاتِ مقدسہ میں جمع فرمائیں۔ آدم علیہ السلام کو تو اشیاء کے ناموں کا علم دیا گیا مگر اپنے پیارے حبیب ﷺ ہر شہ منکشف فرمادی، نہ صرف اشیاء کو متجلی کیا بلکہ تمام اشیاء کی حقیقتوں کی معرفت عطا فرمادی حضور کا ارشاد گرامی ہے :**فَتَجلّٰی لِیْ کُلِّ شَیْئٍ وَعَرَفْتَ**
مجھ پر ہر شئے روشن ہوگئی اور میں نے اسے پہچان لیا۔ حضور اقدس ﷺ نے ظاہر و باطن کے یہ سارے علوم، جملہ علوم طریقت و معرفت اور تمام تر اسرار و رموز اپنے نائب اعظم، اخی رسول، زوج بتول، مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو تفویض فرمائے اور حضرت علی کی شان میں ارشاد فرمایا :**اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمُ وَعَلِیٌ "بَابُھَا** ٥ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں اور فرمایا :**اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃُ وَعَلِیٌ "بَابُھَا** ٥ میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ تمام علوم ظاہری و باطنی، معقول و منقول بلکہ وہ علوم نبوی جو ما کان و ما یکون کو محیط ہیں ، وہ تمام باب العلم مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے سینہ اقدس میں تھے۔
اس امت کے جملہ عارفین اور تمام علماء باللہ میں سب سے بلند مقام امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کو حاصل ہے، اس امت کے جملہ عارفین اس بات کے معترف رہے ہیں اور حضرت علی نے بھی اس حقیقت کا اظہار فرمایا۔ ایک بار آپ حضرت عمار بن یاسر کے ہمراہ سفر میں تھے کہ راہ میں ایک جنگل پڑا جس میں بکثرت چیونٹیاں تھیں۔ حضرت عمار بن یاسر نے حضرت علی سے پوچھا کہ دنیا میں کیا کوئی ایسا شخص بھی موجود ہے جو ان چیونٹیوں کی تعداد سے واقف ہو۔ حضرت علی مسکرائے اور فرمایا دنیا میں ایسے بھی ہیں جو یہ بتا دیں کہ ان چیونٹیوں میں نر کتنے ہیں اور مادہ کتنی ہیں۔ حضرت عمار بن یاسر نے حیرت سے پوچھا :ایسا کون سا شخص ہوگا۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا :
وَ کُلَّ شَیْئٍ اَحْصَیْنٰہُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ٥ امام مبین ہر شہ پر محیط ہے، ہر شہ امام مبین میں درج ہے۔ اے عمار وہ امام مبین میں ہی تو ہوں۔

روضۃ الشہداء میں منقول ہے کہ باب العلم علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے مجھے علم کے ہزار باب تعلیم فرمائے اور ان میں سے ہر ایک باب سے علم کے ہزار باب مجھ پر منکشف ہوئے۔

معارج النبوۃ میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک روز حضور فجر کی نماز کی ادائیگی کے بعد حضرت علی کو لے کر خاتون جنت کے حجرہ میں آئے۔ جناب امیر سے فرمایا کہ تم حجرہ کے باہر توقف کرو اور دوسروں کو اندر آنے سے منع کرو۔ اس اثنا میں حضرت ابوبکر آئے اور حضور سے ملنا چاہا تو جناب امیر نے فرمایا حضور ایک کام میں مشغول ہیں پوچھا کس کام میں؟ فرمایا ایک فرزند ارجمند (امام حسین) پیدا ہوا ہے اور فرشتے اس کی زیارت اور مبارکباد دینے آرہے ہیں۔ اس وقت تک ایک لاکھ چوبیس ہزار فرشتے زیارت کو آچکے ہیں اور ابھی مزید آرہے ہیں۔ صدیق اکبر اس تعداد کو معین کرنے اور اس بات پر جناب امیر کے مطلع ہونے کی کیفیت سے متعجب و حیران ہوئے پھر دیگر صحابہ بھی آگئے۔ حضور باہر تشریف لائے۔ صدیق اکبر نے حضرت علی سے جو سنا وہ حضور سے عرض کیا۔ حضور نے شیر خدا سے کہا اے بھائی تمہیں یہ سب کیسے پتہ چلا؟ عرض کیا میں افواج ملائکہ کے آنے سے واقف ہو جاتا تھا اور جو جماعت آتی وہ اپنی تعداد بتاتی میں ان کی تعداد کو جمع کرتا جاتا یہاں تک کہ تعداد اس حد تک پہنچی یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا ''اے علی! اللہ تیری عقل کو زیادہ کرے''۔

حضرت علی فرماتے ہیں:

رضیت بقسمۃ جبار فینا　　　لنا العلم و جھل للعدونا

ہم جبار کی اس تقسیم پر راضی ہیں جس نے ہمارے واسطے علم رکھا اور ہمارے دشمنوں کے واسطے جہل۔

اسی علم باطن اور سرِ زمان سے آگاہی کے سبب آپ کی ایسی شان تھی کہ گھوڑے کی ایک رکاب میں پاؤں رکھ کر قرآن کی تلاوت شروع کرتے تو دوسری رکاب میں پاؤں رکھنے سے پہلے پورا قرآن ختم فرما دیتے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اگر میرے لیے مسند بچھائی جائے اور میں اس پر

بیٹھوں تو اہل توریت کے لیے ان کی توریت سے، اہل انجیل کے لئے ان کی انجیل سے، اہل زبور کے لئے ان کی زبور سے اور اہل قرآن کے لئے قرآن سے فیصلے کروں۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام حضور ﷺ کے سامنے اہرام مصر کی تاریخِ بنیاد کے متعلق گفتگو کر رہے تھے، کسی کو یہ علم نہ تھا کہ اہرام مصر کب بنایا گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے پوچھا کہ کیا ان اہرام پر کوئی تصویر بنی ہوئی ہے۔ ایک نے کہا ایک چیل کی تصویر بنی ہوئی ہے جس نے پنجہ میں بچھو پکڑا ہوا ہے۔ حضرت علی نے فرمایا یہ اہرام اس وقت تعمیر ہوئے جب نسر طائر برج سرطان میں تھا اور نسر دو ہزار سال میں ایک برج کو طے کرتا ہے اور آج کل جدی میں ہے اس حساب سے بارہ ہزار برس قبل اہرام مصر کو بنایا گیا۔

زُرّ بن جبیش سے روایت ہے کہ دو آدمی کھانا کھانے کو بیٹھے ایک کے پاس پانچ اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں اتنے میں ایک تیسرا آدمی آ گیا وہ بھی ان کے ساتھ طعام میں شریک ہوا۔ تینوں نے وہ آٹھ روٹیاں کھا لیں۔ تیسرے آدمی نے جاتے ہوئے آٹھ درہم ان کو دیئے کہ یہ تمہارے کھانے کا عوض ہے جو میں نے کھایا۔ وہ دونوں باہم جھگڑنے لگے، پانچ روٹیوں والا کہتا کہ مجھے پانچ درہم ملنے چاہئیں، تین روٹی والا کہتا کہ برابر تقسیم کرو۔ پھر وہ دونوں تصفیہ کے لئے جناب امیر کے پاس آئے اور سارا ماجرہ بیان کیا۔ آپ نے تین روٹیوں والے سے کہا جو تیرا دوست تجھے دیتا ہے لے لے وگرنہ تیرا حق تو صرف ایک درہم کا ہے۔ اس نے پوچھا کیسے؟ فرمایا آٹھ روٹیوں کی 24 تہائیاں تھیں۔ ان میں سے پانچ روٹیوں والے کی پندرہ اور تیری نو تہائیاں تھیں۔ تم تینوں نے برابر کھایا یعنی آٹھ آٹھ تہائیاں تم اپنی 9 میں سے 8 کھا گئے اور ایک تہائی تیسرے شخص نے کھائی اور 15 تہائی والے نے 8 خود کھائیں اور اس کی باقی 7 تہائی تیسرے شخص نے کھائی۔ اس کے 7 ٹکڑوں کے عوض 7 درہم اور تیرے ایک ٹکڑے کے عوض، جو اس نے کھایا، ایک درہم بنتا ہے۔

ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، ایک شخص نے کسور تسع کا مخرج پوچھا جو ایک سے لے کر 9، تمام اعداد سے تقسیم ہو جائے آپ نے فوراً

جواب ارشاد فرمایا: ''**اضرب ایام سبعوک فی ایام سنک**'' یعنی ہفتے کے دنوں کو سال کے دنوں میں ضرب دے دو جو حاصل ضرب آئے وہی کسور تسع کا مخرج ہو گا۔ (2520=360X7) کسور تسع، اہل عرب نے ایک مخصوص اعداد کا نام رکھا تھا جو نصف، ثلث، ربع، خمس، سدس، سبع، ثمن، تسع، عشر سب کو شامل ہے ان کے مخرج سے وہ عدد مراد ہے جس کے برابر حصے تقسیم ہو سکیں اور کوئی جز باقی نہ رہے۔ اس قائدہ سے:

2520 / 2 =1260، 2520 / 3 =840، 2520 / 4 =630، 2520 / 5 =504، 2520 / 6 =420، 2520 / 7 =360، 2520 / 8 =315، 2520 / 9 =280، 2520 / 10 =252

ایک عورت آپ کے پاس آئی، آپ اس وقت گھر سے نکل کر کہیں جانے کے لیے سوار ہو رہے تھے، ایک پاؤں رکاب میں تھا۔ وہ عورت بولی یا امیر! میرا بھائی چھ سو دینار چھوڑ کر مرا ہے مگر لوگوں نے مجھے صرف ایک دینار دیا میں آپ سے اپنا حق اور انصاف چاہتی ہوں۔ امام المشارق والمغارب نے فوراً جواب دیا: تیرے بھائی کی دو بیٹیاں ہوں گی، اس نے کہا ہاں، فرمایا دو ثلث یعنی چار سو دینار تو ان کے ہو گئے۔ پھر فرمایا تیرے بھائی کی ماں بھی ہو گی جس کو سدس یعنی سو دینار ملیں گے اور زوجہ بھی ہو گی جس کو ثمن یعنی 75 دینار ملیں گے پھر فرمایا کیا تیرے بارہ بھائی ہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا دو ، دو دینار یعنی 24 دینار انہیں ملے، اب باقی ایک دینار تیرا حق ہے وہ تو پا چکی۔ جا لوٹ جا۔

مشکل کشا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے آج تک ایسا سوال نہ کیا جا سکا جس کا جواب دینے سے آپ قاصر رہے ہوں۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ کیا قرآن مجید میں کوئی معما بھی موجود ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں۔ سورہ ھود میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''ما من دابة الاھو أخذ'' بنا صیتھا'' یعنی زمین پر کوئی چلنے والا ایسا نہیں جس کی پیشانی اللہ نہ پکڑے ہو، جس کا مالک اللہ نہ ہو۔ ان الفاظ کے دوسرے انداز میں یہ معنی ہوئے کہ کوئی دابہ ایسا نہیں جس کی پیشانی ''ھو'' نہ پکڑے ہو۔ یعنی لفظ ھو دابہ کی پیشانی یعنی ''د'' کو پکڑے ہوئے ہے اور جب ھو کے ساتھ ''د'' کو ملا دیں تو ھود بن جاتا ہے جو ایک پیغمبر کا اسم مبارک ہے

-

مولائے کائنات نے فرمایا مجھے حضورِ اقدس ﷺ نے حروف مقطعات **حمعسق** کی تفسیر میں، جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب تعلیم کر دیا۔ آپ فرماتے لوگوں! مجھ سے آسمان کے راستے پوچھو، میں ان کو زمین کے راستوں سے زیادہ جانتا ہوں۔

جب آپ نے یہ فرمایا تو جبریل امین شکلِ انسانی میں آپ کے پاس آئے، کہنے لگے سچے ہیں تو بتائیں کہ جبریل امین اس وقت کہاں ہیں؟ حضرت علی نے آسمان کے اطراف میں نظر دوڑائی پھر زمین کے اطراف میں دیکھا اور فرمایا میں نے جبرئیل کو نہ آسمانوں میں پایا نہ زمین کے کسی گوشے میں شاید تم ہی جبریل ہو۔

آپ فرماتے لوگو! مجھ سے کچھ پوچھ لو کہ علوم، سمندرِ ناپیدا کنار کی طرح میرے پاس ہیں۔ جناب امیر فرماتے :**سلونی عن اسرار الغیوب فانی وارث علوم الانبیاء و المرسلین** مجھ سے غیب کے اسرار پوچھو کہ میں انبیاء و مرسلین کے علوم کا وارث ہوں۔ آپ فرماتے حضور کا لعابِ دہن میرے منہ میں ہے، مجھے چن چن کر علوم ودیعت کئے گئے۔ جس طرح پرندہ چن چن کر اپنے بچے کو دانہ کھلاتا ہے۔ علم میرے پہلو میں سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ خدا کی قسم جو چاہے مجھ سے سوال کرو میں تمہیں خبر دوں گا۔

ایک مرتبہ 5 شخص زنا کے جرم میں گرفتار ہو کر دربارِ خلافت میں پیش کئے گئے۔ خلیفۂ وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پانچوں کو رجم کرنے کا حکم دیا۔ جناب امیر بول اٹھے ان پانچوں پر یکساں سزا لاگو نہیں۔ ان پانچوں کے لیے حکم جدا جدا ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا وہ کیا ہے؟ حضرت علی نے فرمایا ایک کو قتل کیا جائے گا، ایک کو سنگسار، تیسرے کو پوری حد یعنی سو کوڑے لگائے جائیں گے، چوتھے کو نصف حد یعنی 50 کوڑے اور پانچویں کو صرف تعزیر۔ حاضرین نے متعجب ہو کر وجہ پوچھی تو فرمایا ان میں ایک یہودی ہے، اس نے دین میں فساد کیا اس کا قتل لازم ہے، دوسرا شادی شدہ ہے اسے رجم کیا جائے گا۔ تیسرا مجرد ہے زوجہ نہیں رکھتا اس لئے اس پر پوری حد لگے گی۔ چوتھا غلام ہے، اس پر نصف حد قائم کی جائے گی پانچواں مجنون ہے اس پر کوئی حد نہیں صرف تادیباً 3 طمانچے لگا دیں۔ لوگوں نے ایسا محققانہ فیصلہ سن کر نہایت اعزاز سے تحسین کے نعرے بلند کئے۔

حضرت عمر نے فرمایا اے اللہ مجھ پر ایسی مصیبت نازل نہ فرمانا جس کے حل کے لیے ابو

الحسن موجود نہ ہوں۔

حضرت کمیل بن زیاد اپنے زمانے کے شیخ کامل اور حضرت علی کے مرید و خلیفہ تھے۔ خواجہ حسن بصری اپنے کمالات کے باوجود حضرت کمیل بن زیاد سے فیض صحبت حاصل کرتے۔ امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی عادت تھی کہ جب علوم و اسرار بیان کرنا چاہتے تو حضرت کمیل بن زیادہ کے گھر تشریف لے جاتے اور ان کو سامنے بٹھا کر اسرار بیان فرماتے کبھی کمیل بن زیاد سوال کرتے یا امیر المومنین حقیقت کیا ہے؟ فرماتے تجھے حقیقت سے کیا کام؟ وہ کہتے کیا میں آپکا محرم راز نہیں ہوں؟ آپ فرماتے بیشک ہو لیکن جب میرے سینے میں علم جوش مارتا ہے تو وہ تمہارے سپرد کر دیتا ہوں اور تجھ جیسے سائل کو محروم نہیں رکھتا پھر آپ ایسے حقائق اور اسرار توحید بیان کرتے جنہیں لکھنے سے قلم قاصر ہے۔ ایک دن حضرت علی نے فرمایا کے اے کمیل میرے سینے میں بہت علوم رکھے ہیں لیکن میں کسی کو بھی ان کا اہل نہیں پاتا کہ اس کے سامنے بیان کروں۔

ایک دن آپ نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے فرمایا اگر میں چاہتا تو تمام لوگوں کے حالات کی خبر دیتا مگر مجھے اس بات کا خیال ہے کہ لوگ کہیں میری محبت میں رسول اللہ ﷺ شریعت کے منکر نہ ہو جائیں۔

قرآن اور ناطقِ قرآن علی المرتضیٰ:

شیخ عبد الکریم جیلی فرماتے ہیں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا دیگر انبیاء پر جو کتابیں اور صحائف نازل ہوئے ان میں جو کچھ ہے وہ قرآن میں جمع کیا گیا اور جو کچھ قرآن میں ہے سورۃ فاتحہ میں ہے اور جو کچھ سورۃ فاتحہ میں ہے وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں ہے اور جو کچھ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں ہے وہ سب بسم اللہ کی ''ب'' میں ہے اور جو کچھ ''ب'' میں ہے وہ سب کچھ اس نقطہ میں ہے جو ''ب'' کے نیچے ہے۔ امیر المومنین امام الاولیاء علی المرتضیٰ فرماتے ہیں ''انا نقطة تحت الباء'' ''ب'' کے جس نقطہ میں مذکورہ بالا تمام علوم جمع ہیں وہ نقطہ میں ہوں۔

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر   معنی ذبح عظیم آمد پسر

مفسر قرآن حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک رات شیرِ خدا نے ''ب''

کے نقطہ کی تفسیر بیان کی یہاں تک کہ آثارِ سحر نمودار ہو گئے مگر تفسیر مکمل نہ ہوئی اس وقت میں نے خود کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پہلو میں اس فوارہ کے مانند پایا جو متلاطم سمندر کے پہلو میں موجود ہو۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ علم اللہ عز وجل کے مقدس علم سے ہے، حضرت علی کا علم رسول اللہ کے علم سے ہے اور میرا علم حضرت علی کے علم سے ہے۔ نیز میرا اور تمام اصحابِ محمد ﷺ علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے علم کے مقابلے میں ایسے ہے جیسے سات سمندروں کے مقابلہ میں ایک قطرہ۔ **(اشرف المویبد للنبھانی۔ینابیع المؤدة للسلیمان الحنفی القندوزی)**

صرف سیدنا عبد اللہ ابن عباس ہی جناب حیدر کرار کے علم وفضل کے معترف نہیں بلکہ دیگر صحابہ کرام بھی نہایت فراخدلی سے آپ کی جلالتِ علمی کے معترف ہیں چنانچہ حضرت عطا بن رباح جنہیں صحابہ میں اجتہاد کا درجہ حاصل تھا، ان سے سوال کیا گیا کہ آپ کے خیال میں حضور کے صحابہ میں کوئی ایسا شخص بھی تھا جو حضرت علی سے زیادہ عالم ہو۔ تو انہوں نے کہا نہیں۔ خدا کی قسم حضرت علی سے زیادہ جاننے والا کوئی بھی نہیں تھا۔

جنگ صفین میں جب مخالفین نے دھوکہ دینے کے لیے قرآن کو نیزوں پر بلند کیا تو آپ کی فوج میں شامل وہ لوگ جو بعد میں خوارج ہو گئے، ان کی طرف دوڑ پڑے، حضرت علی نے انہیں سمجھایا اور اتمامِ حجت کے لیے فرمایا "انا قرآن الناطق" قرآن ناطق، بولنے والا قرآن میں ہوں۔ فتاویٰ عزیزیہ میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کسی سوال کے جواب میں اس امر کی تصدیق فرماتے ہیں کہ جناب حیدر کرار نے اپنا تعارف اس طرح بھی کروایا تھا۔ "**انا منشی الارواح ، انا باعث فی القبور، انا ید اللہ انا وجھہ اللہ ، انا القرآن الناطق**"

حضور ﷺ نے آپ کی شان میں فرمایا "**علی مع القرآن و القرآن مع العلیٰ**" علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔ اس حدیث کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ حضرت علی حافظ قرآن تھے، ان کے سینے میں قرآن تھا اور کسی بھی حافظ سے قرآن جدا نہیں ہوتا۔ اس طرح لاکھوں حفاظِ قرآن ہیں پھر حضرت علی کی کیا تخصیص۔ اب سوال پیدا ہوتا

ہے کہ قرآن کس صورت میں حضرت علی کے ساتھ ہوگا جس کی تخصیص امام الانبیاء نے فرمائی۔اس کا جواب یہ ہے کہ قرآنِ مجید کے تمام تر رموز و اسرار اور حقائق و معارف کا امین حضور ﷺ نے ناطقِ قرآن حضرت علی المرتضیٰ کو بنایا۔آپ کے قلب اطہر اور سینہ اقدس میں قرآنِ مجید کے وہ راز ہائے سربستہ موجود تھے کہ اگر ان میں سے کسی بھی راز کو پہاڑوں پر منکشف فرما دیتے تو پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح فضائے بسیط میں اڑتے نظر آتے۔ آپ چاہتے تو ان علوم کو بروئے کار لاتے ہوئے مخالفین کی فوجوں کو سیسے کی طرح پگھلا کر پانی کی طرح بہا دیتے مگر آپ نے امانتِ مصطفائی کی حفاظت پورے عزم وثبات اور مکمل دیانتداری سے کی ، اپنی روحانی قوت کو اپنی ذات اور نفس کے لئے استعمال نہیں کیا۔ چنانچہ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس قرآن مجید کے وہ راز ہائے سربستہ موجود ہیں جنہیں ہم پہاڑوں پر ڈالیں تو وہ اپنی جگہ چھوڑ دیں۔ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ قصیدہ غوثیہ میں فرماتے ہیں ”اگر میں اپنا راز پہاڑوں پر ڈال دوں تو پہاڑ پھٹ کر ریت کے زرات میں تبدیل ہوجائیں اور اگر سمندروں پر ڈال دوں تو سمندر خشک ہوجائیں۔“ یہ وہی اسرار و رموزِ الٰہیہ ہیں جو امام الاولیاء شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اپنی روحانی ،معنوی اور نسبی اولاد کو بقدر ظرف تفویض فرمائے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اگر میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر تحریر کروں تو اس قدر بوجھ ہوجائے کہ اسے ستر اونٹ نہ اٹھا سکیں۔اگر آپ ایسا فرماتے تو وہ تفسیر بالرائے نہ ہوتی بلکہ ان اسرار و رموز کے گنج گراں مایہ کا اظہار ہوتا جو مدینۃ العلم حضور ﷺ نے باب العلم حضرت علی کے سینۂ اطہر میں ودیعت فرمائے۔

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اپنی مکتوبات جلد اول میں فرماتے ہیں کہ ہم نے کشف باطنیہ کے ذریعے امت محمدیہ میں علوم و اسرارِ باطنیہ و روحانیہ پر فائز المرام لوگوں کا مشاہدہ کیا تو تمام امت محمدیہ میں جناب امیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سب لوگوں سے بلند تر پایا۔

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجدد صاحب کا یہ قول نقل کرتے ہیں : ”میں کہتا ہوں گذشتہ اقوام سے زیادہ اس امت کے مبلغین اور مرشدین کی ہدایت میں اثر ہے کہ لوگوں

کو کھینچ کر اللہ کی طرف لے جاتے ہیں اور ان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم قطب الارشاد اور شاہِ ولایت ہیں گزشتہ امتوں سے کوئی بھی آپ کی روحانی وساطت کے بغیر درجہ ولایت کو نہیں پہنچ سکا۔'' یہ قول نقل کر کے قاضی ثناء اللہ لکھتے ہیں کہ حضور نے یہ جو فرمایا کہ قرآن اور اہلبیت کو تھامے رہو، یہ مشورہ اس لیے دیا کہ اہلبیت ہی ولایت کے سلسلے میں رہنمائی کے قطب ہیں۔ اگلوں اور پچھلوں میں سے کوئی بھی ان کے وسیلے کے بغیر درجہ ولایت کو نہیں پہنچ سکتا اور ان میں پہلا نمبر حضرت علی کا ہے پھر آپ کے صاحبزادگان ہیں اور یہ سلسلہ امام حسن عسکری تک آتا ہے اور آخری نمبر غوث الثقلین محی الدین شیخ سید عبدالقادر جیلانی کا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تفہیمات میں فرماتے ہیں ''اس امت میں ولایت کا دروازہ کھولنے والے اولین فرد حضرت علی المرتضیٰ ہیں'' نیز لمعات میں آپ نے فرمایا'' حضور ﷺ امت میں پہلا فرد جو ولایت کے باب جذب کا فاتح ٹھہرا اور جس نے اس بلند مقام پر قدم رکھا وہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات بابرکات ہے۔ اسی لئے روحانیت اور ولایت کے طریقوں کے تمام سلاسل آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اب امت میں جسے بھی بارگاہ رسالت سے فیض ولایت نصیب ہوتا ہے وہ یا تو نسبت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے نصیب ہوتا ہے یا نسبت غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ عنہ سے۔ اس کے بغیر کوئی شخص بھی مرتبہ ولایت پر فائز نہیں ہوسکتا۔ واضح رہے کہ نسبت غوث الاعظم بھی نسبت علی المرتضیٰ کا ایک باب اور اسی شمع کی ایک کرن ہے۔ امت محمدی میں اس فیض ولایت کے سرچشمہ اور منبع سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ مقرر ہوئے اس میں سیدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہراء رضی عنھا اور حضرات حسنین کریمین بھی آپ کے ساتھ شریک کئے گئے پھر ان کی وساطت سے یہ سلسلہ ولایت کبریٰ اور غوثیت عظمیٰ آئمہ اہل بیت میں ترتیب سے چلایا گیا۔ جس کے آخری فرد امام مہدی علیہ السلام ہیں۔ جس طرح سیدنا علی المرتضیٰ اس امت محمدی میں فاتح ولایت کے درجے پر فائز ہیں اس طرح امام مہدی امت محمدی میں خاتم ولایت کے درجے پر فائز ہیں۔ (السیف الجلی علی منکر ولایت علی)

صراط مستقیم میں اسمٰعیل دہلوی نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا: ''حضرت علی کو شیخین پر ایک گونہ فضیلت ثابت ہے اور وہ آپ کے فرمانبرداروں کا زیادہ

ہونا ہے اور مقامات ولایت، قطبیت، غوثیت، ابدالیت اور ان جیسے باقی مقامات، آپ کے زمانے سے لیکر اختتام دنیا تک حضرت علی کی وساطت سے ہی طے ہوتے ہیں۔ اور یہ بات عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں۔ اہل ولایت کے بیشتر سلسلے علی المرتضیٰ کی طرف منسوب ہیں۔''

قضایائے علی المرتضیٰ (حضرت علی کے فیصلے):

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجنا چاہا تو میں نے عرض کیا کہ میں ابھی ناتجربہ کار ہوں اور معاملات طے کرنا نہیں جانتا۔ آپ ﷺ نے میرے سینے پر اپنا دستِ مبارک مار کر فرمایا، الٰہی اس کے قلب کو روشن فرما دے اور اس کی زبان کو تاثیر عطا فرمادے۔ حضرت علی فرماتے ہیں خدا کی قسم اس دعا کے بعد مجھے کبھی کسی مقدمے کا فیصلہ کرتے ہوئے شک وتردد پیدا نہ ہوا اور میں نے درست فیصلے کئے۔

حضور اقدس ﷺ حیاتِ مبارکہ میں بھی منصب قضا جناب امیر کے پاس تھا۔ آپ کو کبھی بھی صحیح فیصلہ کرنے میں تردد نہ ہوا۔ ایک دن حضور صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے کہ دو شخص لڑتے ہوئے حضور کی بارگاہ میں آئے۔ ایک نے کہا یا رسول اللہ میرا ایک گدھا تھا جسے اس شخص کی گائے نے ہلاک کر دیا۔ ایک صحابی نے کہا جانوروں کے فعل کا کوئی ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔ حضور نے حضرت علی سے فرمایا ان دونوں کا تصفیہ کردو۔ جناب امیر نے پوچھا وہ دونوں جانور بندھے تھے یا کھلے؟ یا ان میں سے ایک بندھا تھا اور ایک کھلا تھا؟ جواب دیا گیا کہ گدھا بندھا ہوا تھا اور گائے کھلی ہوئی تھی اور گائے کا مالک گائے کے ساتھ تھا۔ حضرت علی نے فرمایا گائے کا مالک گدھے کے نقصان کا ذمہ دار ہے۔ حضور ﷺ نے اس فیصلے کی تصدیق فرمائی اور اسے برقرار رکھا۔

ایک شخص مر گیا اور وصیت کر گیا کہ میرے ترکہ میں سے ایک جُز فلاں شخص کو دیا جائے۔ ورثاء نے تعین حصہ میں اختلاف کیا بالآخر ورثاء جناب امیر کے پاس آئے۔ سارا قصہ بیان کیا۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ترکے سے ساتواں حصہ دیا جائے پھر بطور دلیل یہ آیت تلاوت فرمائی۔ **لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَقْسُومٌ ۝**

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہایت عالی دماغ اور حاضر جواب تھے۔ ایک شخص نے

دریافت کیا اگر کسی آدمی کو ایسے مکان میں بند کر دیں جس میں کوئی دروازہ نہ ہو تو اس کا رزقِ موعود کس راستے سے پہنچے گا؟ آپ نے فوراً جواب دیا جدھر سے اس کی اجل آئے گی۔ ایک شخص نے پوچھا مشرق سے مغرب کے درمیان کس قدر فاصلہ ہے آپ نے فرمایا سورج کے ایک روز کی رفتار کے برابر۔

کسی نے آپ کی تعریف میں بے حد مبالغہ کیا جبکہ وہ دل سے آپ کا مخالف تھا۔ آپ نے فرمایا میں اس سے کمتر ہوں جو تم نے بیان کیا اور اس سے کہیں زیادہ ہوں جیسا تم مجھ کو دل میں سمجھتے ہو۔

ایک مرتبہ آپ سیدنا حضرت صدیق اکبر اور سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کے ہمراہ کھجور کھا رہے تھے۔ حضور ﷺ تشریف فرما تھے۔ دونوں اکابر صحابہ کرام کھجور کھا کر اپنی گٹھلیاں شیرِ خدا کے سامنے ڈالتے جا رہے تھے۔ حضرت عمر نے حضور ﷺ سے کہا کہ دیکھیں علی کس قدر پیٹو ہیں کہ اتنی کھجوریں کھا گئے۔ حضرت علی نے فرمایا ان دونوں کا یہ حال ہے کہ اپنی کھجوریں گٹھلیوں سمیت کھا گئے۔

ایک مرتبہ حضرت علی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے ہمراہ جا رہے تھے آپ درمیان میں تھے حضرت عمر نے کہا کہ اس وقت ''لنا'' کی شکل بن رہی ہے دونوں صحابہ قد آور تھے اور حضرت علی میانہ قد تھے۔ حضرت علی نے فوراً فرمایا کہ تمہارا وجود میرے دم قدم سے ہے اگر میں نہیں تو تم بھی نہیں۔ دونوں صحابہ کرام نے غور کیا تو حیران رہ گئے کہ اگر لنا سے درمیانی نون کو نکال دیا جائے تو لا رہ جاتا ہے جس کا مطلب کچھ نہیں، نفی کے ہیں۔ نیز حضرت علی نے اپنے اس قول میں اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ آپ اصل کائنات اور وجہ وجود کائنات ہیں (کہ حضور نے فرمایا :انا و علی من نور واحد) اگر آپ نہ ہوتے (وہ نور واحد نہ ہوتا جو حضور اور حضرت علی میں یکساں ہے) تو کچھ نہ ہوتا۔ حقیقتاً وجودِ کائنات ان کے دم قدم سے ہے۔

حضرت علی کا یہ قول اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ آپ حضور ﷺ ذاتِ مقدسہ میں فنائے تامہ رکھتے تھے اور تمام صحابہ میں حقیقتِ محمدیہ کا سب سے کامل ظہور شیر خدا علی المرتضیٰ میں ہوا۔ اور اسی اعتبار سے آپ کو تمام صحابہ پر من کل الوجوہ فضیلت

حاصل ہے اور تمام صحابہ بھی اس فضیلت کے معترف رہے۔

فصاحت و بلاغتِ علی المرتضیٰ:

خوارج کو شکست دینے کے بعد اپنے جانثاروں کو جوش دلانے کے لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک طویل تقریر فرمائی جو کہ انتہائی جامع اور بلاغت اور فصاحت میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ شاید ہی زندگی کا کوئی پہلو بچا ہو اجس کا انہوں نے اس میں احاطہ نہ کیا آپ نے فرمایا

''سب تعریف اس خدا کی ہے جو مخلوق کو پیدا کرنے والا اور صبح کو پھاڑنے والا ہے اور مردوں کو زندہ کرنے والا اور اہلِ قبور کو اٹھانے والا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں محمد ﷺ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، میں تم کو تقویٰ (اختیار کرنے کی) اللہ کے ساتھ وصیت کرتا ہوں۔ بلا شبہ بندہ جن چیزوں سے تقرب حاصل کرتا ہے۔ ان میں سب سے افضل ایمان اور اس کی راہ میں جہاد اور کلمہ اخلاص ہے اور یہ ہی (عین) فطرت ہے اور نماز کا قیام ملت کو (فروغ دینا) اور زکوٰۃ کا ادا کرنا فرائض اور ماہِ رمضان کے روزے اس کے عذاب سے بچنے کے لیے ڈھال ہیں اور بیت اللہ کا حج فقر کو دور کرنے والا اور گناہ کو باطل کرنے والا ہے اور صلہ رحمی مال کو بڑھانے والی اور اجل کو مؤخر کرنے والی ہے، اہل سے محبت کرنا اور پوشیدہ طور پر صدقہ دینا، خطا کو دور اور رب کے غصے کو ٹھنڈا کرتا ہے اور نیکی کرنا بری موت سے دور کرتا ہے اور خطرے اور خوف کے مقامات سے بچاتا ہے، ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جاؤ بلا شبہ یہ سب اچھا ذکر ہے اور متقین کو جو وعدہ دیا گیا ہے اس کی طرف رغبت کرو، بلا شبہ اللہ کا وعدہ سب سے سچا ہے اور اپنے نبی کی ہدایت کی اقتداء کرو، بلا شبہ وہ افضل ہدایت ہے اور ان کی سنت کو اختیار کرو، بلا شبہ وہ افضل السنن ہے اور کتاب اللہ سیکھو بلا شبہ وہ افضل الحدیث ہے اور دین کی سمجھ حاصل کرو، بلا شبہ وہ دلوں کے لیے موسمِ بہار ہے اور اس کے نور سے شفا چاہو بلا شبہ، وہ دلوں کی بیماریوں کے لیے شفا ہے اور عمدگی سے اس کی تلاوت کرو بلا شبہ وہ احسن القصص ہے اور جب وہ تمہیں سنایا جائے تو اسے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے اور جب اس کے علم کی طرف تمہاری رہنمائی کی جائے تو جو کچھ

تمہیں اس سے علم حاصل ہو اس پر عمل کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ بلا شبہ علم کے بغیر اس پر عمل کرنے والا عالم، اس جاہل کے مانند ہے جو اپنے جہل سے باز نہیں رہ سکتا، بلکہ میرے نزدیک اپنے جہل میں متحیر جاہل کے مقابلے میں اس عمل سے کورے عالم پر بڑی حجت قائم ہوگی اور جو باعث حسرت اور یاس رہے گی اور یہ دونوں ہی گمراہ اور ہلاک شدگان میں ہوں گے، شک نہ کرو، دردمند ہو جاؤ گے، شکایت نہ کرو کفر کرو گے اور اپنے آپ کو رخصت نہ دو غافل ہو جاؤ گے اور حق کے بارے میں غفلت نہ برتو خسارہ اٹھاؤ گے، آگاہ رہو کہ دانائی یہ ہے کہ تم اعتماد کرو اور اعتماد یہ ہے کہ دھوکا نہ کھاؤ اور تم میں سے اپنے نفس کا سب سے زیادہ خیر خواہ وہ ہے جو اپنے رب کا سب سے زیادہ فرمانبردار ہے اور تم میں سے جو سب سے زیادہ اپنے رب کا اطاعت گزار ہوگا (وہ) امن اور مسرت میں رہے گا اور جو اللہ کی نافرمانی کرے گا خوف زدہ اور شرمندہ رہے گا، پھر اللہ تعالیٰ سے یقین طلب کرے گا، عافیت طلب کرو اور دل میں رہنے والی سب سے بہتر چیز یقین ہے اور وہ امور جن کے کرنے کا ارادہ ہو وہ سب سے بہتر ہیں (جو قرآن اور سنت کے مطابق ہوں) اور نئے امور (بدعت یعنی سنت کے خلاف کسی چیز کو رواج دینا) برے امور ہیں اور کوئی بھی دین میں نئی ایجاد بدعت ہے اور ہر نئی ایجاد کرنے والا بدعتی ہے اور جس نے بدعت اختیار کی اس نے خود ضائع کر دیا اور جو بدعت اختیار کرتا ہے وہ اس طرح سنت کا تارک بنتا ہے، نقصان اٹھانے والا وہ ہے جو دین کو نقصان پہنچاتا ہے، بلا شبہ ریا شرک میں سے ہے اور اخلاص سے عمل ایمان میں سے ہے اور کھیل کی مجالس قرآن کو بھلا دیتی ہیں اور ان میں شیطان موجود ہوتا ہے اور وہ ہر گمراہی کی طرف دعوت دیتی ہیں اور (نامحرم) خواتین سے ہم نشینی کرنا، دلوں میں کجی پیدا کرتا ہے اور نگاہیں اس طرح اٹھتی ہیں جو شیطان کی شکار گاہ ہے، پس اللہ سے سچ بولو، بلا شبہ اللہ سچ بولنے والے کے ساتھ ہے اور جھوٹ سے پہلو تہی کرو بلا شبہ جھوٹ ایمان سے دور کرنے والا ہے، یاد رکھو کہ بلا شبہ سچ، نجات ہے اور عزت کی بلندی ہے اور جھوٹ ہلاکت اور تباہی کی آخری منزل ہے۔ آگاہ رہو کہ سچ بولو گے تو تم اس میں مشہور ہو جاؤ گے اور اس پر عمل کرو، تو تم اس کے اہل ہو جاؤ گے اور جو تمہیں امین بنائے اس کی امانت ادا کرو اور جو تم سے قطع رحمی (ترکِ تعلق) کرے اس کے ساتھ

صلح رحمی کرواور جو تمہیں محروم کر دے اس پر زیادہ مہربانی کرواور جب تم وعدہ کروتو اسے پورا کرواور جب تم فیصلہ کروتو انصاف سے کام لواور آبا پر فخر نہ کرواور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے (پکارو) اور نہ (کسی کی) تضحیک کرو اور نہ ایک دوسرے کو غصہ دلاؤ اور کمزوروں، مظلوموں، تاوان برداشت کرنے والوں اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے والوں اور مسافروں، سوالیوں اور گردن آزاد کرانے میں (لوگوں کی) مدد کرواور بیوگان اور یتیموں پر رحم کرواور سلام کو رواج دواور تحفہ دینے والوں کو ان کے مساوی یا ان سے بہتر تحفہ دو، نیکی اور تقوے کے کاموں میں مدد کرواور گناہ اور ظلم کے کاموں میں تعاون نہ کرواور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو بلا شبہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے اور مہمان کی عزت کرواور پڑوسی سے حسنِ سلوک کرو اور بیماروں کی عیادت کرو اور جنازوں کے ہمراہ جاؤ اور اللہ کے بندوں بھائی بھائی بن جاؤ۔''

''بلا شبہ دنیا ختم ہونے کو ہے اور وداع کا اعلان کر رہی ہے۔ آج میدان ہے کل دوڑ ہو گی اور بلا شبہ سبقت، جنت ہے اور دوسری طرف دوزخ ہے، آگاہ رہو بلا شبہ تم مہلت کے ایام میں ہو جن کے پیچھے اجل ہے جسے جلد بازی انگیخت کر رہی ہے اور جو شخص ایامِ مہلت میں اجل کی آمد سے پہلے خالص اللہ کے لیے کام کرتا ہے اس کا عمل اچھا ہے اور وہ اپنی مراد پالیتا ہے اور (جو) اس میں کوتاہی کرتا ہے اپنا عمل ضائع کرتا ہے اور اس کی آرزو پوری نہیں ہوتی اور اس کی آرزو اسے نقصان دیتی ہے، پس رغبت اور خوف کے درمیان کام کرو، اگر تمہارے پاس رغبت آئے تو اللہ کا شکر ادا کرو اور اس کے ساتھ خوف کو بھی جمع کرو اور اگر تمہارے پاس خوف آئے تو اللہ کو یاد کرو اور اس کے ساتھ رغبت کو بھی جمع کرو، بلا شبہ اللہ نے مسلمانوں کو نیکی سے آگاہ کیا ہے اور جو شکر کرے اس کو زیادہ دینے کا وعدہ کیا ہے اور میں نے جنت کی مانند کسی چیز کو نہیں دیکھا جس کا طلبگار سویا ہوا ہے اور نہ دوزخ کی مانند کوئی چیز دیکھی جس سے بھاگنے والا سویا ہوا ہے اور نہ اس چیز سے بڑھ کر کمائی دیکھی جسے اس دن کے لیے کمایا ہے جس دن ذخائر حقیر ہو جائیں گے اور پوشیدہ باتیں اس پر ظاہر ہو جائیں گی اور کبائر اس میں جمع ہو جائیں گے اور بلا شبہ جس کو حق فائدہ نہیں دیتا اس کو باطل نقصان دیتا ہے اور جسے ہدایت اعتدال پر نہیں رکھتی اسے گمراہی گھسیٹے پھرتی ہے اور جسے

یقین فائدہ نہیں دیتا اسے شک یقین دیتا ہے اور جسے اس کا قبیلہ فائدہ نہیں دیتا اس سے دور رہنے والا (اس پر) شک کرتا ہے اور اس سے غائب زیادہ عاجز ہوتا ہے، بلا شبہ تمہیں سفر کا حکم دیا گیا ہے اور زاد کے مطابق بتا دیا گیا ہے۔ آگاہ رہو میں تمہارے متعلق سب سے زیادہ دو باتوں سے خائف ہوں طولِ امل (خواہشات کی زیادتی) اور خواہشات کی پیروی، طولِ امل، آخرت کو بھلا دیتا ہے اور خواہشات کی پیروی حق سے دور کر دیتی ہے، آگاہ رہو دنیا پیٹ پھیر کر جانے والی ہے اور آخرت سامنے آنے والی ہے اور ان دونوں کے لیے بیٹے ہیں پس اگر ہو سکے تم آخرت کے بیٹے بنو اور دنیا کے بیٹے نہ بنو، بلا شبہ آج عمل ہے حساب نہیں، کل حساب ہے اور عمل نہیں۔''

فضیلت علی المرتضیٰ:

علامہ ابن جوزی، مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس سے ایک شخص نے کہا سبحان اللہ جناب امیر کے فضائل کس قدر زیادہ ہیں، میرے خیال میں تین ہزار ہوں گے۔ ابن عباس نے فرمایا تین ہزار کیا تیس ہزار ہوں گے بلکہ دنیا کے تمام درخت قلم بن جائیں اور سارے سمندر سیاہی ہو جائیں اور سارے انسان لکھنے والے ہوں، سارے جنات حساب کرنے والے ہوں تو بھی جناب امیر کے تمام فضائل کا شمار نہ کر سکیں گے۔

حضور اقدس ﷺ کے وصال کے چھ روز بعد سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا علی، رسول اللہ ﷺ قبر انور پر زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ حجرہ شریف میں داخل ہونے سے پہلے حضرت علی نے فرمایا اے خلیفۂ رسول آپ سبقت فرمائیں تو حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا اے علی! میں اس شخص پر کیسے سبقت کر سکتا ہوں جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''علی میرے لئے اسی طرح ہے جس طرح میں اپنے رب کے لئے ہوں۔''

ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ ابن عمر نے اپنے والد سے کہا کہ آپ بیت المال میں سے مجھ سے پہلے اور مجھ سے زیادہ حصہ حسنین کریمین کو عطا فرماتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں وہ دونوں بچے تھے اور میں اس وقت حضور کی حدیثیں سنتا اور یاد رکھتا تھا۔ نیز آپ امیر المؤمنین ہیں، اسی ناتے سے بھی میرا پہلے حق ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر

غضبناک ہوئے، کہا تیری ماں تجھ پر روئے کیا تیرا باپ ان کے باپ جیسا ہے؟ کیا تیری ماں ان کی ماں جیسی ہے؟ کیا تیرا نانا ان کے نانا جیسا ہے؟ تو کس بات سے ان پر فضیلت کا دعویدار ہے؟ جب یہ بات حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا میں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ ''عمر ابن الخطاب اہل جنت کے چراغ ہیں۔'' جب حضرت عمر نے یہ بشارت سنی تو فوراً کاشانہ مرتضوی پر حاضر ہوئے اور اس قول کی تصدیق چاہی۔ حضرت علی نے تصدیق فرمائی۔ حضرت عمر نے عرض کیا، کیا آپ مجھے یہ لکھ کر دے سکتے ہیں کہ میرے واسطے سند ہو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لکھا۔ ''یہ وہ بات ہے جس کے ضامن ہوئے علی ابن ابی طالب کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل امین سے سنا اور جبرئیل سے اللہ عز وجل نے فرمایا کہ بے شک عمر ابن خطاب اہل جنت کے چراغ ہیں۔'' حضرت عمر یہ سند لے کر گھر آئے اور اہل خانہ کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد اس سند کو میرے کفن میں رکھ کر مجھے دفن کر دینا۔

حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا اے علی! تجھ میں سات ایسی صفات ہیں کہ قیامت تک کوئی دوسرا ان میں تیری برابری نہ کرے گا اور نہ تیرا ہم پلہ ہو سکے گا۔ پہلی بات یہ تو سب سے پہلے اللہ پر ایمان لانے والا ہے۔ دوسرے تو لوگوں میں اللہ کے عہد کو سب سے زیادہ پورا کرنے والا ہے۔ تیسرے تو اللہ کے حکم پر سب سے زیادہ ہمت کے ساتھ قائم رہنے والا ہے اور لوگوں کو قائم رکھنے کی کوشش کرنے والا ہے۔ چوتھے تو سب پر، سب سے زیادہ مہربانی اور شفقت کرنے والا ہے۔ پانچویں تو لوگوں کے حقوق سب سے زیادہ پورا کرنے والا ہے۔ چھٹے تو سب سے زیادہ بہتر اور صحیح فیصلے کرنے والا ہے۔ ساتویں، قیامت کے دن تو سب سے زیادہ اللہ کے یہاں رتبہ پانے والا ہے۔

الاستیعاب میں عبدالرزاق سے نقل ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا اگر کوئی عمر کو ابوبکر پر فضیلت دے تو میں اس کو منع نہیں کرتا اگر کوئی علی کو ابوبکر پر فضیلت دے تو میں اس کو بھی منع نہیں کرتا بشرطیکہ وہ ان دونوں سے محبت رکھے۔

ایک مرتبہ حضور اپنے اصحاب کے ہمراہ تشریف فرما تھے کہ حضرت علی تشریف لائے تو

حضرت ابوبکر صدیق ان کے لئے اپنی جگہ سے ہٹ گئے اور فرمایا اے ابوالحسن یہاں آیئے۔حضورا کرم ﷺ اس بات سے خوش ہوئے اور فرمایا اہل فضل، فضل کے زیادہ لائق ہے اور اہل فضل کے فضل کو اہل فضل ہی جانتے ہیں۔

حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی اپنی کتاب تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں کہ قاضی شریک ایک دفعہ خلیفۃ مہدی کے پاس گئے۔مہدی نے ان سے کہا تم جناب امیر کے حق میں کیا کہتے ہو؟ فرمایا میں وہی بات کہتا ہوں جو تمہارے اجداد حضرت عباس اور حضرت عبداللہ ابن عباس ان کے حق میں کہتے تھے۔مہدی نے کہا وہ کیا کہتے تھے۔ شریک نے کہا حضرت ابن عباس کا مرتے دم تک یہی اعتقاد تھا کہ جناب امیر تمام صحابہ سے افضل ہیں کیونکہ حضرت عبداللہ ابن عباس دیکھا کرتے تھے کہ اکابر مہاجرین کو عبادات اور دیگر معاملات میں جو مشکلیں پیش آئیں وہ حضرت علی سے دریافت کرتے اور حضرت علی کو اپنی وفات کے وقت تک کبھی کسی بات میں صحابہ سے پوچھنے کی ضرورت پیش نہیں آئی جب حضرت علی نے شہادت پائی تو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا ''اے لوگو! آج تم سے ایسا شخص جدا ہو گیا کہ گزرے ہوئے لوگ اس سے کسی بات میں بڑھے ہوئے نہ تھے اور آنے والے اس تک پہنچ نہ سکیں گے۔''

تمام صوفیاء کا اس عقیدہ پر اتفاق ہے کہ اپنے پیرِ طریقت کو تمام جہان کے مشائخ سے افضل اور برتر سمجھنا چاہیئے۔ چنانچہ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ مریدوں کے آداب میں فرماتے ہیں۔''مرید کو لازم ہے کہ جب شیخ سے ادب سیکھنے کا ارادہ کرے تو اس کے دل میں اس بات کا ایمان، اعتقاد اور یقین ہو کہ اس کے پیر سے بہتر زمانے میں کوئی آدمی نہیں، کامیابی کا ذریعہ اسی اعتقاد میں ہے۔

امام الاولیاء، تاجدار ھل اتی مرتضیٰ مشکل کشا تمام سلاسل فقراء کے پیر و مرشد ہیں، صوفیاء کے تمام طریقے آنجناب پر منتہی ہوتے ہیں۔جملہ علومِ ظاہری و باطنی کا سر چشمہ شیرِ خدا ہی ہیں۔تو اب لازمی امر ہے کہ آپ کو حضورِ اقدس ﷺ کے بعد جملہ بنی آدم سے افضل سمجھا جائے۔ جملہ اولیاء اپنے مکاشفات کی رو سے آپ کی فضلیت کے قائل ہوئے ہیں اور اس میں صرف اہل طریقت ہی منفرد نہیں بلکہ صحابہ، تابعین اور آئمہ دین کی ایک بڑی جماعت

آپ کی فضیلت کے قائل ہیں کہ آپ ہر لحاظ سے جملہ صحابہ کرام پر فضیلت رکھتے تھے۔

شانِ علی المرتضیٰ :

غزوہ تبوک میں حضور ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا نائب بنا کر مدینہ منورہ میں چھوڑا اور فرمایا: **انت منی بمنزلة ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔** تم میرے واسطے اس طرح ہو جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے واسطے ہارون مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

سریہ یمن میں قبیلہ ہمدان کے لوگ ایمان لائے۔ اس سریہ سے فراغت کے بعد حضرت علی حجتہ الوداع میں شرکت کی نیت سے یمن سے مکہ معظّمہ تشریف لائے۔ حج سے فراغت کے بعد واپس لوٹتے ہوئے حضورِ اقدس ﷺ نے غدیر خم کے مقام پر نماز ظہر ادا فرمائی پھر صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: **الست اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم** کیا میں مومنوں کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک نہیں۔ سب نے کہا بلٰی یا رسول اللہ، ہاں یا رسول اللہ۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: **من کنت مولاہ فعلی مولیٰ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔** جس کسی کا بھی میں دوست و مددگار ہوں، علی اس کے دوست و مددگار ہیں، اے اللہ! جو علی سے محبت رکھے تو اس سے محبت فرما اور جو علی سے عداوت رکھے اس سے عداوت رکھ۔

جب حضور اقدس ﷺ نے یہ فرمایا تو ایک شخص حارث بن نعمان جو دل میں حضرت علی سے بغض رکھتا تھا، حضور کے پاس آیا اور کہا اے محمد آپ نے ہمیں اللہ کے ایک ہونے اور اپنے رسول ہونے کا بتایا، ہم نے قبول کیا آپ نے ہمیں پانچ وقت نماز ادا کرنے کا حکم دیا، ہم نے مانا۔ آپ نے رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیا ہم نے قبول کیا۔ آپ نے حج کرنے کا حکم دیا ہم نے قبول کیا۔ آپ ہماری ان سب باتوں پر راضی نہ ہوئے اور اپنے چچا زاد بھائی کو ہم پر فضیلت دیتے ہوئے کہا **من کنت مولا فعلی مولا** تو یہ آپ نے اپنی طرف سے کہا ہے یا یہ اللہ کی طرف سے ہے؟ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، یہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔ حارث بن نعمان یہ سن کر واپس ہوا اور بولا اے اللہ جو محمد نے کہا اگر یہ سچ ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا عذاب میں مبتلا کر۔ حارث

اس خیال میں تھا کہ عذاب آئے گا نہیں اور مجھے حضور کے اس فرمان کو جھٹلانے کا موقع مل جائے گا مگر حق تعالیٰ نے اسے موقع نہ دیا ایک پتھر اس کی کھوپڑی میں لگا اور پستول کی گولی کی طرح دماغ کے اندر چلا گیا وہ شقی وہیں گر کر ہلاک ہو گیا۔ (ریاض النضرہ)

علامہ ابن حجر مکی صواعق المحرقہ میں لکھتے ہیں "دو بدّو سیدنا فاروق اعظم کے پاس جھگڑتے آئے۔ آپ نے حضرت علی سے فرمایا ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں تو ان میں سے ایک نے بدتمیزی سے کہا یہ شخص ہمارے درمیان کیا فیصلہ کریگا۔ اس بات پر حضرت عمر جلال میں آئے اور اس کا گریبان پکڑ کر کہا" تیرا برا ہو تجھے کیا معلوم یہ کون ہیں، یہ تیرے بھی مولا ہیں اور ہر مومن کے مولا ہیں، جس کے یہ مولا نہیں وہ مومن ہی نہیں۔

حضور اقدس ﷺ نے حضرت علی کی شان میں فرمایا : ان علی منی و انا منه وهو ولی کل مؤمن۔ بے شک علی مجھ سے اور میں علی سے ہوں اور علی تمام مومنوں کا دوست و مددگار ہے۔ "علی مجھ سے ہے" اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی میں موجود جملہ اوصاف و کمالات میرے عطا کردہ ہیں۔ اور "میں علی سے ہوں" اس کا مطلب ہے کہ اگر میری شان اور میرے کمالات کو دیکھنا ہو، میری شجاعت و بہادری دیکھنی ہو، میرے علم کا اندازہ لگانا ہو تو علی کو دیکھو کہ میرے کمالات و اوصاف کا اظہار حضرت علی سے ہو رہا ہے۔ گویا حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور ﷺ کے مظہرِ اتم ہیں۔ نیز آپ تمام مومنوں کے دوست و مددگار ہیں۔ اب جو حضرت علی کو اپنا دوست و مددگار نہ مانے وہ مومن ہی نہیں کہ یہاں کل مؤمن میں جملہ اہل ایمان آ گئے۔

امام احمد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ کا وصی کون ہے۔ حضور نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام کا وصی کون تھا؟ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یوشع بن نون۔ حضور نے پوچھا کیوں؟ عرض کیا وہ علم میں سب پر فضیلت رکھتا تھا۔ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا میرا وصی، میرا وارث اور میرے وعدہ کو وفا کرنے والا علی ابن ابی طالب ہے۔ یعنی میرے علم کی میراث اسے پہنچے گی۔

حضرت امیر خسرو فرماتے ہیں کہ میرے شیخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام لوہا ہاتھ میں لے کر حضرت علی کا نام لیتے تو لوہا نرم ہو جاتا تھا۔

جب خوارج نے یہ حدیث **انا مدینۃ العلم و علی بابھا** سنی تو انہوں نے اپنی قوم کے دس عالموں کو بھیجا کہ حضرت علی سے ایک ہی سوال کیا جائے اگر انہوں نے اس کے علیحدہ علیحدہ جوابات دیئے تو ہم یقین کر لیں گے کہ علی شہر علم کا دروازہ ہیں۔ان میں سے ایک نے آ کر حضرت علی سے سوال کیا اے علی علم افضل ہے یا مال؟ آپ نے فرمایا علم مال سے افضل ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ علم انبیاء کی میراث ہے اور مال قارون شداد اور فرعون کی میراث ہے۔ جواب سن کر وہ عالم چلا گیا دوسرا آیا اور پوچھا اے علی! علم افضل ہے یا مال؟ آپ نے فرمایا علم افضل ہے کہ وہ تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی۔تیسرے نے آ کر یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا علم افضل ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ صاحبِ علم کے بہت سے دوست ہوتے ہیں اور صاحبِ مال کے بہت دشمن ہوتے ہیں۔ چوتھے نے آ کر یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا علم افضل ہے کہ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے۔ پانچویں نے آ کر یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا علم افضل ہے کہ عالم کو عظمت و بزرگی والے ناموں سے پکارا جاتا ہے اور مالدار کو بخیل، کنجوس اور لالچی کہا جاتا ہے۔ چھٹے عالم نے آ کر یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا علم مال سے افضل ہے اس کی دلیل یہ ہے مال کی چور سے حفاظت کی جاتی ہے اور علم کی چور سے حفاظت نہیں کی جاتی۔ ساتویں عالم نے آ کر یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا علم مال سے افضل ہے کہ صاحبِ مال قیامت میں اپنے مال کا حساب دے گا اور صاحب علم قیامت میں اپنے اعمال کا نیز صاحب علم قیامت میں گناہگاروں کی شفاعت کرے گا۔آٹھویں نے آ کر یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا علم مال سے افضل ہے کہ مال اگر پڑا رہے تو اگلے دور میں پرانا ہو جاتا ہے جبکہ علم پرانا نہیں ہوتا۔نویں شخص سے آپ نے فرمایا علم مال سے افضل ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ علم دل کو منور کرتا ہے اور

مال دل کو سخت کرتا ہے۔ پھر دسواں عالم آیا اور یہی سوال کیا کہ علم افضل ہے یا مال؟ حضرت علی نے فرمایا علم مال سے افضل ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ صاحبِ مال، مال کی وجہ سے ربوبیت کا دعویٰ کرتا ہے اور صاحب علم، علم کا دعویٰ کرتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ سے کوئی سوال بار بار کیا جائے تو جب تک زندہ ہوں، علیحدہ علیحدہ جواب دوں گا۔ پھر ان تمام خارجیوں نے بارگاہِ حیدر کرار میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ (کوکب الدری فی فضائل علی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھی جائیں اور حضرت علی کا ایمان دوسرے پلڑے میں تو حضرت علی کا ایمان وزن میں زیادہ ہوگا۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جو بھی آدم علیہ السلام کو ان کے علم میں اور نوح علیہ السلام کو ان کی اطاعت میں اور ابراہیم علیہ السلام کو ان کی خلت میں اور موسیٰ علیہ السلام کو ان کے قرب میں اور عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی صفوت و بزرگی میں دیکھنا چاہے تو وہ علی ابن ابی طالب کو دیکھے۔

حضور اقدس ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا تم **سید المسلمین امام المتقین اور قائد الغر المھجلین** ہو۔ تم تمام مسلمانوں کے سردار، پرہیز گاروں کے پیشوا اور تاباں پیشانی اور درخشاں دست و پا والوں کے رہنما ہو۔

محبتِ علی المرتضیٰ:

حضورِ اقدس ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا کہ دعا کرو "اے پروردگار اپنے پاس مجھے ایک عہد عطا فرما اور مومنوں کے دل میں میری محبت ڈال دے" حق تعالیٰ نے اس دعا پر یہ آیت نازل فرمائی۔ :**اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا**o بے شک جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کئے تو رحمٰن ان کے دلوں میں محبت ڈال دے گا۔ محمد بن حنیفہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ کوئی مومن ایسا باقی نہ رہے گا جس کے دل میں حضرت علی اور آپ کی آل کی محبت نہ ہو۔

حضورِ اکرم ﷺ نے ایک خطبہ میں فرمایا اے لوگو! میں تمہیں اپنے بھائی اور چچا

کے بیٹے علی ابن ابی طالب کے ساتھ محبت کرنے کی وصیت کرتا ہوں جو میرے قرابتداروں میں سب سے زیادہ قریب ہیں، مومن علی کو دوست رکھیں گے اور منافق اس سے دشمنی رکھیں گے۔ جس نے اسے دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا جس نے اس سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی، جو مجھے دوست رکھے گا اللہ عزوجل اسے جنت میں داخل کرے گا اور جو مجھ سے عداوت رکھے گا حق تعالیٰ اسے دوزخ میں ڈالے گا۔

حضور ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا اے علی! تمہارے مثال عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے کہ ایک قوم نے ان کی محبت میں غلو کیا اور انہیں خدا کا بیٹا قرار دیا اور اس بنا پر گمراہ ہو گئے جبکہ دوسری قوم نے ان سے بغض رکھا اور اس عداوت کے سبب غضب کے مستحق ٹھہرے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ ایک قوم میری محبت (میں غلو) کے سبب آگ میں داخل ہو گی اور ایک قوم مجھ سے بغض رکھنے کے باعث داخل جہنم ہو گی۔ یہ اہل سنت والجماعت کی حقانیت کی دلیل ہے کہ ہم علی المرتضیٰ کی محبت میں نصیریوں اور رافضیوں کی طرح نہ غلو کرتے ہیں اور نہ ہی خارجیوں اور منافقوں کی طرح حضرت علی سے بغض رکھتے ہیں۔ چنانچہ اہل سنت والجماعت افراط وتفریط سے محفوظ اور اعتدال پر قائم ہیں۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا میرے لئے سید عرب یعنی حضرت علی کو بلاؤ، جب وہ آئے تو آپ ﷺ انہیں انصار کے پاس لے گئے اور فرمایا اے گروہِ انصار کیا تمہیں ایسا شخص نہ بتلا دوں کہ اگر اس سے تمسک کئے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ انصار نے کہا، ہاں یارسول اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ شخص علی ہے۔ میری محبت کے سبب ان سے محبت کرو اور میری کرامت سے انکا اکرام کرو اور اس بات کے کہنے کا مجھے اللہ کی طرف سے جبرئیل کے ذریعے حکم پہنچا۔

حضور ﷺ نے فرمایا جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی، جس نے علی سے عداوت کی اس نے مجھ سے عداوت کی، جس نے علی کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے خدا کو ایذا دی۔

حضرت عبداللہ ابن عباس کا قول ہے کہ حضرت علی کی محبت گناہوں کو ایسے کھا جاتی

ہے جیسے آگ لکڑی کو اور اگر تمام لوگ حضرت علی کی محبت پر مجتمع ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ جہنم کو پیدا نہ فرماتا۔ (نزہتہ المجالس)

حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا جو حضرت علی سے دلی محبت رکھے اسے اس امت کا ایک تہائی ثواب ملے گا۔ جو حضرت علی سے دل و زبان سے محبت رکھے اسے اس امت کا دو تہائی ثواب ملے گا اور جو حضرت علی سے اپنے دل و زبان اور ہاتھ کے ساتھ محبت رکھے گا اس کو اس امت کا پورا پورا ثواب ملے گا۔ سن لو مجھے جبرئیل نے خبر دی کہ پورا پورا سعادت مند وہ ہے جو علی سے میری زندگی اور میری وفات کے بعد محبت رکھے۔ سن لو پورا پورا شقی وہ ہے جو علی سے میری زندگی میں اور میری وفات کے بعد بغض رکھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے آباء سے روایت کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا : ''ایک دن صبح کے وقت جبرائیل مسرت و فرحت کی حالت میں حاضر ہوئے۔ میں نے پوچھا : اے میرے حبیب کس چیز سے تو خوش ہے؟ حضرت جبرائیل نے عرض کی : ''یارسول اللہ ﷺ ایسا کیوں نہ ہو، میری آنکھ اس عزت افزائی کی وجہ سے ٹھنڈی ہوگئی ہے، جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے بھائی، آپ کے وصی اور آپ کی امت کے امام علی بن ابی طالب کو مکرم فرمایا ہے''۔ میں نے کہا : ''اے جبرائیل! اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی (علی) کو کیسے عزت و اکرام سے نوازا ہے؟''۔ جبرائیل نے عرض کیا : کل رات اللہ تعالیٰ اپنے بندوں، ملائکہ اور حاملین عرش سمیت فخر کر کے فرما رہا تھا : اے میرے فرشتو! میری زمین میں میری حجت کو دیکھو۔ میری عظمت کے اظہار کی خاطر عجز و نیاز کے ساتھ کیسے اپنے رخسار کو مٹی پر رکھے ہوئے سوئے ہے۔ (اے فرشتو) میں تمہیں گواہ کر کے کہتا ہوں کہ یہ (علی) میری مخلوق کا امام اور میری تمام کائنات کا مولا ہے۔''
(المناقب للخوارزمی ۳۱۹)

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ''اے علی تجھ کو مبارک ہو تیری مثل کون ہے؟ فرشتے تیرے مشتاق اور آرزومند ہیں اور بہشت تیرے لئے ہے جب قیامت کا دن ہو گا تو میرے لئے نور کا ایک منبر نصب کیا جائے گا اور نور کا ایک منبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اور نور کا ایک منبر تیرے لئے

ہوگا پس ہم ان منبروں پر بیٹھیں گے اس وقت ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا : مرحبا! مرحبا! وصی حبیب اور خلیل کے درمیان بیٹھا ہے، پھر جنت و دوزخ کی چابیاں لائی جائیں گی اور میں وہ چابیاں تیرے ہاتھ میں دوں گا''۔(مناقب مرتضوی)

جان لیں صحابہ کرام سے بغض رکھنا شیرِ خدا سے محبت کی دلیل نہیں۔حضرت علی سے سچی محبت یہی ہے کہ آپ سے اور آپ کے جملہ متعلقین و رفقاء سے پیار ہو اور ان تمام کی عزت و احترام دل میں ہو۔حضرت علی کے رفقاء، اکابر صحابہ جو حضرت علی سے محبت رکھتے تھے، ان کی فضیلت و عظمت کے قائل تھے اور اپنے امور میں ان سے مشورہ لیتے۔ایسے صحابہ سے بغض و عناد رکھنے والے، ان پر سب وستم کرنے والے سخت گمراہ اور راہِ حق سے ہٹے ہوئے ہیں ایسے بدبختوں کی صحبت و مجلس سے ہر حال میں دور رہنا چاہیئے۔

کراماتِ علی المرتضی :

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت علی کو ایک کافر قوم کی طرف بھیجا، ان کے ہاں شہد کی مکھیوں کی کثرت تھی اور شہد ان کی روزی کا ذریعہ تھا۔ان کافروں نے حضرت علی کی تکذیب کی، حضرت علی نے فرمایا اے شہد کی مکھیوں یہ لوگ سرکش ہیں، تم انہیں چھوڑ کر چلی جاؤ۔تمام مکھیاں وہاں سے اڑ گئیں اور وہ لوگ محتاج و مفلس ہو گئے۔انہوں نے حضور کی طرف پیغام بھیجا کہ اپنے اسی قاصد کو دوبارہ ہمارے پاس بھیج دیں۔حضور ﷺ نے حضرت علی کو بھیجا اور وہ لوگ آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام لے آئے۔حضرت علی نے فرمایا : اے شہد کی مکھیوں، اس حق کی بدولت جس نے مجھے ان لوگوں کے پاس بھیجا ہے، واپس آجاؤ۔تمام کی تمام مکھیاں واپس لوٹ آئیں۔

تفسیر کبیر جلد پنجم میں امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک حبشی غلام تھا جو آپ کا بہت ہی مخلص محب تھا۔شامتِ اعمال سے اس نے ایک مرتبہ چوری کرلی۔لوگ اس کو پکڑ کر حضرت علی کی خدمت میں لے آئے۔آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تو نے چوری کی ہے؟ اس نے اپنے جرم کا اعتراف کرلیا۔اس پر حضرت علی نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔اس کے بعد وہ غلام وہاں سے نکلا اور اپنے گھر کو روانہ ہوا تو راستے میں اسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور ابن الکواء ملے۔ابن الکواء نے

پوچھا تیرا ہاتھ کس نے کاٹا؟ اس نے جواب میں بڑے احترام سے کہا میرا ہاتھ امیر المومنین، یعسوب المسلمین، دامادِ رسول، زوج بتول حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کاٹا ہے ۔ابن الکواء نے کہا انہوں نے تیرا ہاتھ کاٹا ہے اور تو ان کی مدح کرتا ہے، اس قدر عزت و احترام سے ان کا نام لیتا ہے؟ غلام نے جواب دیا میں ان کی مدح کیوں نہ کروں کہ انہوں نے میرا ہاتھ حق کی وجہ سے کاٹا اور مجھے یہ سزا دے کر جہنم کی آگ سے بچا لیا ہے ۔حضرت علی کے پاس پہنچ کر سلمان فارسی نے اس گفتگو کا تذکرہ کیا تو حضرت علی نے اس غلام کو طلب فرمایا، اس کا کٹا ہوا ہاتھ اس کی کلائی کے ساتھ رکھا اور ایک رومال ڈھانپ کر کچھ پڑھنا شروع کیا اور دعا مانگی غیب سے آواز آئی جسے وہاں موجود سب لوگوں نے سنا کہ ''کپڑا ہٹا دو۔'' جب رومال ہٹایا گیا تو ہاتھ بالکل ٹھیک ہو چکا تھا، ہاتھ ایسے جڑ گیا تھا کہ کٹنے کا نشان تک نظر نہ آتا تھا۔

شواہد النبوت میں مولانا جامی لکھتے ہیں کہ روایات صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جب حضرت علی سوار ہوتے ہوئے گھوڑے کی رکاب میں پاؤں رکھتے تو تلاوتِ قرآن شروع کرتے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھنے سے پہلے کلام مجید ختم کر لیتے۔

شواہد النبوت میں مولانا جامی لکھتے ہیں کہ ایک بار فرات میں طغیانی آ گئی جس کے باعث کھیتیاں ضائع ہونے کا خطرہ لاحق ہوا۔اہل کوفہ نے حضرت علی سے یہ بات عرض کی تو آپ گھر تشریف لائے اور کچھ دیر بعد حضور ﷺ کا جبہ اور عمامہ شریف زیب تن کئے، ہاتھ میں عصائے مبارک لئے باہر تشریف لائے اور سوار ہو کر دریائے فرات کے کنارے پہنچے اس وقت اپنے اور بیگانے تمام لوگ آپ کے ہمراہ تھے ۔ فرات کے کنارے آپ نے دو رکعت نماز ادا کی پھر عصائے مبارک ہاتھ میں لے کر دریا کے پل پر آ گئے ۔حسنین کریمین آپ کے ہمراہ تھے آپ نے عصا سے پانی کی طرف اشارہ کیا تو پانی کی سطح ایک فٹ کم ہو گئی۔آپ نے لوگوں سے پوچھا کیا اتنا کافی ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں آپ نے پھر عصا سے پانی کی طرف اشارہ کیا پانی مزید ایک فٹ اور کم ہو گیا۔آپ نے پھر پوچھا، لوگوں نے کہا نہیں۔آپ نے پھر عصا سے اشارہ کیا پانی مزید ایک فٹ اور کم ہو گیا۔جب تین فٹ سطحِ آب گر گئی تو لوگوں نے کہا یا امیر المومنین بس اتنا کافی ہے۔

ازالۃ الخفا میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی ایک دیوار کے سائے میں بیٹھے ایک مقدمے کا فیصلہ فرمار ہے تھے کہ لوگوں نے شور مچایا اے امیر المومنین یہاں سے اٹھ جائیں، دیوار گر رہی ہے حضرت علی نے فرمایا اللہ بہترین حافظ و ناصر ہے۔ آپ نے آرام و اطمینان سے مقدمے کا فیصلہ فرمایا۔ جب آپ وہاں سے ہٹے تو دیوار گر گئی۔

عالم ظاہر، عالم باطن عالم برزخ سب آپ پر منکشف تھا۔ چنانچہ جب حضرت عمر کا وصال ہوا تو تدفین کے بعد آپ ان کی قبر پر بیٹھ کر فرشتوں سے حضرت عمر کی گفتگو سننے لگے۔ جب وہ دونوں فرشتے اپنی اصل شکل میں حضرت عمر کے پاس آئے تو حضرت عمر ان سے کانپنے لگے۔ حضرت عمر نے ان کے سوالات کے صحیح جوابات دیئے تو فرشتوں نے کہا اب آپ سو جائیے۔ حضرت عمر نے فرمایا میں کیسے سوؤں کہ تم دونوں کی وجہ سے مجھ پر لرزہ پڑا ہوا ہے حالانکہ میں حضور کا صحبت یافتہ ہوں۔ تم دونوں مجھ سے وعدہ کرو کہ آئندہ کسی بھی ایماندار کے پاس اچھی صورت میں جاؤ گے۔ فرشتوں نے یہ وعدہ کیا تو حضرت علی نے فرمایا اے عمر! اللہ آپ کو مسلمانوں کی جانب سے جزائے خیر دے کہ آپ نے اپنی زندگی اور موت دونوں حالتوں میں لوگوں کو اپنی ذات سے نفع پہنچایا۔

بعد از وصال کراماتِ علی المرتضیٰ:

اسامہ بن منقذ اپنی کتاب ''الاعتبار'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار خلیفۃ مقتفی بامر اللہ اپنے وزیر کے ہمراہ سادہ لباس میں فرات کے مغربی کنارے انبار کے بالمقابل قصبہ صندوریہ کی ایک مسجد کی زیارت کو گیا۔ یہ مسجد امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مسجد کہلاتی تھی۔ مسجد کا منتظم وزیر کو پہچانتا تھا اور خلیفۃ کو سادہ لباس کے سبب نہ پہچان سکا، منتظم بار بار وزیر کے لئے دعائیں مانگتا۔ وزیر نے اس سے کہا کیا کر رہے ہو خلیفۃ کے لیے بھی دعا مانگو۔ خلیفۃ مقتفی نے وزیر سے کہا کہ اس سے پوچھو کہ اس کے چہرہ پر جو پھوڑا تھا، جو میں نے مستنصر کی حکومت میں دیکھا تھا اور وہ پھوڑا اس قدر گھناؤنا تھا کہ اس نے اس کے چہرے کے زیادہ تر حصہ کو ڈھانپ لیا تھا، اب وہ پھوڑا کہاں گیا؟ مسجد کے منتظم نے جواب دیا جیسا آپ فرمارہے ہیں میرا حال بالکل ایسا ہی تھا میں اس مسجد میں

بار بار آتا تھا اس دوران مجھے ایک شخص ملا اس نے کہا جتنی بار تو اس مسجد میں آتا ہے اگر اتنی مرتبہ انبار کے فلاں عہدیدار کے پاس جاتا تو وہ ضرور تیرے لئے کسی ایسے حکیم کا بندوبست کرتا جو اس خبیث مرض کو تجھ سے دور کر دیتا۔ اس کی اس بات سے میرا دل تنگ ہوا اور شدت غم نے مجھے گھیر لیا۔ اسی غم واندوہ کی حالت میں رات کو سو گیا میں نے خواب میں اسی مسجد میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو دیکھا میں نے آپ کی جناب میں اپنی بیماری کا معاملہ پیش کیا آپ نے توجہ نہ فرمائی میں نے پھر اپنی بات دہرائی اور اس شخص کا ذکر کیا جو کسی عہدیدار سے حکیم طلب کرنے کو کہہ رہا تھا۔ میری بات سن کر شیر خدا مولیٰ علی مشکل کشاء نے فرمایا تم اسی دنیا میں جلد بازی سے وصول کرنا چاہتے ہو۔ آپ کا یہ ارشاد سنتے ہی میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے دیکھا کہ گھاؤ والا بدنما پھوڑا میرے پہلو میں پڑا تھا اور میری ساری تکلیف دور ہو چکی تھی۔ (جامع کراماتِ اولیاء)

6 مئی 1799ء کو ٹیپو سلطان نے جام شہادت نوش کیا اور اسی روز انگریزی فوج کا سرنگا پٹم کے شاہی محلات، دولت خانہ خاص اور خزانہ پر قبضہ ہو گیا۔ اس لوٹ مار میں سلطان کا کتب خانہ بھی انگریزوں کے ہاتھ آیا۔ اس وقت جو کتب خانہ ٹیپو سلطان کے نام سے انڈیا آفس لائبریری لندن میں ہے اس کتب خانہ میں سلطان کا خواب نامہ بھی ہے ۔ یہ رجسٹر جس میں سلطان کے خواب تحریر تھے، خفیہ تھا جسے سلطان اپنی خاص الماری میں تالا لگا کر رکھتے تھے۔ خادمِ خاص حبیب اللہ کو اس کا علم تھا۔ اسی خادم کی نشاندہی پر کرنل پیٹرک نے کتابوں کی الماری سے رجسٹر برآمد کیا۔ یہ خواب ٹیپو نے اس وقت دیکھا جب 1784ء میں بیک وقت انہیں مرہٹوں اور نظامِ دکن سے مقابلہ در پیش تھا۔ سلطان نے خواب میں دیکھا ''روز محشر کا نقشہ سامنے ہے چاروں طرف نفسا نفسی ہے اس افراتفری کے عالم میں ایک خوبصورت بزرگ آگے بڑھ کر سلطان کا ہاتھ تھام لیتے ہیں اور کہتے ہیں، جانتے ہو میں کون ہوں؟ سلطان نے لاعلمی کا اظہار کیا تو انہوں نے فرمایا میں علی کرم اللہ وجہہ ہوں۔ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ میں تمہارے (سلطان ٹیپو) بغیر جنت میں قدم نہیں رکھوں گا۔ میں تمہارا انتظار کروں گا اور تمہیں اپنے ساتھ لے کر جنت میں جاؤں گا۔'' خواب بیان کر کے سلطان نے لکھا کہ جب میں جاگا تو خوشی سے میرا تمام جسم کانپ رہا

تھا۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور رسول اللہ ﷺ شافع روز جزا ہیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اہل سنت الجماعت کے بہت بڑے مفسر، محدث اور مناظر تھے۔ اہل بیت رسول کی بارگاہ میں بھی آپ کو بلند مقام حاصل تھا۔ کمالات عزیزی میں ہے کہ مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے خواب میں شاہ عبدالعزیز کو فرمایا فلاں شخص نے پشتو زبان میں ایک کتاب لکھی ہے جس میں ہماری مذمت کی گئی ہے تم اس کا جواب لکھو۔ شیر خدا نے کتاب کا نام، لکھنے والے کا نام اس کے باپ کا نام اور مقام سکونت سے آگاہ کیا۔ شاہ صاحب نے عرض کیا یا امیر المومنین میں پشتو زبان نہیں جانتا۔ فرمایا کچھ مضائقہ نہیں۔ آپ خواب سے بیدار ہوئے، کتاب تلاش کی اور اس کا جواب پشتو زبان میں لکھ کر منتشر فرمایا۔

علامہ مستغفری نے ایک صالح شخص سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے ایک رات میں نے دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور تمام مخلوق میدان حشر میں جمع ہے۔ میں پل صراط کے نزدیک پہنچا اور وہاں سے گزر گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ حوض کوثر کے کنارے جلوہ فگن ہیں اور حسنین کریمین لوگوں کو پانی پلا رہے ہیں۔ میں ان کے پاس گیا اور پانی کے لیے عرض کی لیکن انہوں نے مجھے پانی نہ دیا۔ میں حضور ﷺ خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ انہیں فرمائیے مجھے پانی پلائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تجھے پانی نہیں دیں گے۔ کہ تمہارے پڑوس میں ایک شخص رہتا ہے جو علی کی بدگوئی کرتا ہے اور تو اسے منع نہیں کرتا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جان سے نہ مار دے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک چھرا دیا اور فرمایا جاؤ اسے قتل کر دو۔ میں نے خواب میں ہی اسے قتل کر دیا پھر حضور ﷺ خدمت میں آیا اور عرض کی حضور میں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل و تکمیل کر دی۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا اے حسن اسے پانی دو۔ امام حسن علیہ السلام نے مجھے پانی دیا پھر میں خواب سے بیدار ہو گیا۔ میں نے وضو کیا نماز ادا کی اتنے میں صبح ہو گئی لوگوں میں کہرام مچا ہوا تھا کہ فلاں شخص آج سوتے میں قتل کر دیا گیا۔ حاکم وقت کے اہلکار آئے اور بے گناہ ہمسائیوں کو پکڑ کر لے گئے۔ میں نے دل میں کہا سبحان اللہ یہ خواب تو میں نے دیکھا جو اللہ تعالیٰ نے سچ کر دیا۔ میں اٹھ کر حاکم کے

پاس گیااور کہا یہ کام تو میں نے کیا ہے یہ لوگ بالکل بے گناہ ہیں۔ پھر میں نے حاکم کو سارا خواب سنایا خواب سن کر حاکم نے کہا خدا تجھے جزائے خیر دے، اٹھ اور چلا جا پھر اس نے بے گناہ لوگوں کو چھوڑ دیا۔ (شواہد النبوّت)

سیدنا علی المرتضیٰ تمام سلاسل طریقت کے امام اور مقتدا ہیں تمام سلاسل اور جملہ اولیاء میں آپ کا فیض ہے اور یہ فیضانِ ولایت آپ ہمیشہ سے تقسیم کر رہے ہیں۔ کسی پر یہ عطا منکشف کر دی جاتی ہے اور کوئی بے خبر رہتا ہے۔ چنانچہ بہجتہ الاسرار میں محمد بن احمد بلخی سے منقول ہے کہ جوانی کے دنوں میں، میں سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت اور ان سے مستفیض ہونے کے لیے بلخ سے بغداد آیا۔ اس سے قبل میں کبھی آپ سے نہ ملا تھا۔ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اس وقت مدرسہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو لوگ آپ کی طرف سلام کرنے اور مصافحہ کرنے کے لئے دوڑے۔ میں نے بھی آگے بڑھ کر مصافحہ کیا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مسکرا کر میری جانب دیکھا اور فرمایا مرحبا اے محمد! اے بلخی! اللہ نے تیرا ارادہ جان لیا۔ آپ نے میری طرف توجہ کی جس کے سبب میری آنکھیں خوفِ الٰہی سے اشکبار ہو گئیں۔ میرے شانے کا گوشت ہیبت کے مارے پھڑکنے لگا۔ میرا دل شوق و محبت سے لبریز ہو گیا، میرا نفس لوگوں سے گھبرانے لگا اور میرے دل میں ایسا حال پیدا ہوا جس کا بیان ممکن نہیں۔ پھر یہ حالت روز بروز بڑھتی گئی اور میں اسے برداشت کرتا رہا۔ ایک شب میں اندھیرے میں وظیفہ کے لئے کھڑا ہوا تو میرے دل سے دو شخص ظاہر ہوئے ایک کے ہاتھ میں شراب محبت کا جام تھا، دوسرے شخص کے ہاتھ میں خلعت تھی۔ دوسرے شخص نے کہا میں علی المرتضیٰ ہوں، یہ خلعت رضا ہے اور یہ مقرب فرشتہ شراب محبت کا جام لئے ہوئے ہے پھر آپ نے وہ خلعت مجھے پہنا دی اور آپ کے ساتھی نے مجھے پیالہ پلا دیا۔ خلعت رضا کے نور سے مشرق و مغرب مجھ پر روشن ہو گیا اور جام کے پینے سے غیوب کے اسرار، اولیاء کے احوال و مقامات اور عجا کنظات مجھ پر ظاہر ہو گئے اور یہ ایسا حال تھا کہ عقلیں جس کی متحمل نہیں ہو سکتیں۔ افکار و فہم یہاں گم ہو جاتے ہیں۔ انوار کی شعاعیں دلوں کو مدہوش کر دیتی ہیں۔

امام المشارق والمغارب سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے تصرفات، آپ کی مشکل

کشائی، حاجت روائی آپ کے وصال کے بعد بھی جاری و ساری ہے۔ نہ جانے کس قدر لوگوں کی آفات و بلیات اور مشکلات آنجناب کے بے پایاں تصرف سے دور ہوئیں اور ہوتی رہیں گی۔ تمام سلاسلِ طریقت میں آنجناب کا فیض جاری و ساری ہے اولیاء و صوفیاء کا مسلسل آنجناب سے روحانی رابطہ رہتا ہے اور ان گنت اہل اللہ، آپ کے تصرف و فیضان سے واصل باللہ ہوئے، باطنی علوم سے سرفراز ہوئے آپ کا یہ فیضان قیامت تک جاری رہے گا۔

سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں حضور ﷺ کے حکم سے پہلی مرتبہ وعظ کرنے بیٹھا تو میری آواز بند ہو گئی۔ میں نے دیکھا کہ شیرِ خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ روحانی طور پر تشریف لے آئے۔ فرمایا: بیٹا وعظ کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا والد محترم میری زبان نہیں کھلتی تو آپ نے چھ بار میرے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا (اور تمام تر فیضان ولایت سے سرکار محبوب سبحانی کو سرفراز فرما دیا) پھر آپ تشریف لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ غواص فکر دل کے دریا میں غوطے لگا لگا کر حقائق و معارف کے موتی نکالنے لگا اس کے بعد میری زبان میں قوتِ گویائی پیدا ہوئی اور میں لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے لگا۔

میرے مرشد سلطان الفقراء حضرت صوفی غلام محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علی کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ جن دنوں مری کے جنگلوں میں چلہ کشی میں تھے، ایک فقیر نے آپ کے احوال سلب کرنے کے لیے باطنی حملہ کرنا چاہا تو آپ پرواز کر کے پہلے آسمان پر پہنچ گئے، وہ فقیر وہاں بھی پہنچ گیا آپ دوسرے، تیسرے یہاں تک کے ساتویں آسمان پر پہنچ گئے مگر وہ فقیر وہاں بھی آ گیا۔ آپ نے دیکھا کہ سامنے سے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے اور آپ کو اپنے سینے سے لگایا اور فقر کا تاج آپ کے سر پر رکھ کر فرمایا آج کے بعد تمہیں کوئی بھی تنگ نہ کر سکے گا۔ شیر خدا کی ایسی طرفداری اور عنایت دیکھ کر وہ فقیر وہاں سے رفو چکر ہو گیا۔

ایک مرتبہ میرے مرشد بڑے غمگین تھے اور سوچ رہے تھے کہ کاش میں بھی سید ہوتا۔ آپ کو حضرت علی کی زیارت ہوئی انہوں نے آپ کو اپنے سینہ مبارک سے لگا کر تسلی دی اور فرمایا کیا تو میرا بیٹا نہیں؟ میں سید ہوں اور میری ساری اولاد سید ہے اور اگر اس پر دلائل

چاہیئے تو "شریف التواریخ" کا مطالعہ کرو جس میں مصنف نے میرے سید ہونے پر بارہ حدیثیں جمع کی ہیں۔

میرے مرشد اکثر فرماتے کہ میں شیر خدا سے محبت کرتا ہوں انہوں نے میرا سینہ باطنی علوم سے بھر دیا۔ آپ بھی ان سے محبت کریں وہ آپ لوگوں کو بھی ان علوم سے لبریز کر دیں گے۔

کبھی آپ فرماتے کہ میں نے گذشتہ رات بارہ اماموں کے قدموں میں گذاری کبھی آپ جوش میں فرماتے کہ میں مظہر شیر خدا ہوں۔

پوچھتے کیا ہو مذہب اقبال   یہ گناہگار بوترابی ہے

خلافت علی المرتضیٰ:

امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت علی بصرہ تشریف لائے تو ابن الکواء اور قیس بن عبادہ نے کھڑے ہو کر دریافت کیا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ "میرے بعد تم خلیفۃ ہو گے۔" یہ بات کہاں تک سچ ہے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا یہ بات بالکل غلط ہے۔ جب میں نے سب سے پہلے حضورِ اقدس ﷺ نبوت کی تصدیق کی تو اب آپ پر جھوٹ کیوں تراشوں؟ اگر حضور نے مجھ سے اس قسم کا وعدہ کیا ہوتا تو میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو منبر پر کیوں کھڑا ہونے دیتا، میں ان دونوں کو قتل کر ڈالتا خواہ میرا ساتھ دینے والا کوئی بھی نہ ہوتا۔ یہ سب جانتے ہیں کہ حضور ﷺ وفات اچانک نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ چند روز بیمار رہے اور جب آپ کی بیماری نے شدت اختیار کی اور مؤذن نے حسبِ معمول آپ کو نماز پڑھانے کے لیے بلایا تو آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا، انہوں نے نماز پڑھائی اور حضور نے اس بات کا مشاہدہ فرمایا۔ اس عرصے میں ایک بار آپ کی زوجہ محترمہ نے حضور کو، حضرت ابو بکر کے لئے اس ارادے سے باز رکھنا چاہا تو حضور کو غصہ آیا اور آپ ﷺ نے فرمایا تم تو یوسف علیہ السلام کے زمانے کی عورتیں ہو! جاؤ ابو بکر کو کہو کہ وہ ہی نماز پڑھائیں۔ جب حضور ﷺ کا وصال ہوا اور ہم نے خلافت کے لئے غور کیا تو اس شخص کو چنا جس کو حضور ﷺ نے ہمارے دین (امامت) کے لئے منتخب فرمایا

تھا، کیونکہ حضور دین و دنیا دونوں کو قائم رکھنے والے تھے لہٰذا ہم سب نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کرلی اور سچی بات یہی ہے کہ آپ اس کے اہل تھے اس لئے کسی نے آپ کی خلافت میں اختلاف نہیں کیا اور نہ کسی نے روگردانی کی۔ میں نے بھی اس بناء پر آپ کا حق ادا کیا، آپ کی اطاعت کی، آپ کے لشکر میں شریک ہو کر کافروں سے جنگ کی جہاں بھی آپ نے مجھے جہاد کے لیے بھیجا میں دل کھول کر لڑا، آپ کے حکم سے شرعی سزائیں دیں اور آپ نے مال غنیمت اور بیت المال میں سے مجھے جو دیا وہ بخوشی قبول کرلیا۔

جب سیدنا صدیق اکبر کا وصال ہو گیا اور حضرت عمر خلیفۃ بنائے گئے اور وہ خلیفۃ اول کے بہترین جانشین اور سنت نبوی پر عمل پیرا ہوئے تو ہم نے ان کے ہاتھ پر بھی بیعت کی۔ حضرت عمر کو خلیفۃ بنانے پر بھی کسی شخص نے اختلاف نہیں کیا، نہ کسی نے روگردانی کی اور نہ ہی کوئی شخص ان کی خلافت سے بیزار رہا۔ پہلے کی طرح میں نے حضرت عمر کے بھی حقوق ادا کئے، ان کی مکمل اطاعت کی جو کچھ انہوں نے مجھے دیا وہ میں نے لیا، انہوں نے مجھے جنگوں میں بھیجا جہاں میں نے دشمنوں سے مقابلے کئے اور ان کے عہد میں بھی اپنے کوڑے سے مجرموں کو سزائیں دیں۔

جب حضرت عمر کے وصال کا وقت قریب آیا تو میں نے حضور کے ساتھ اپنی قرابت، اسلام لانے میں اپنی سبقت اور دیگر فضیلتوں پر غور کیا تو مجھے خیال ہوا کہ حضرت عمر میری خلافت میں اعتراض نہیں کریں گے۔ لیکن شاید حضرت عمر کو یہ خوف لاحق ہوا کہ وہ کہیں ایسا خلیفۃ نامزد نہ کر دیں جس کے اعمال کا انہیں قبر میں جواب دینا پڑے، اس خیال کے پیش نظر انہوں نے خلیفۃ کا انتخاب چھ قریشیوں پر چھوڑ دیا جن میں ایک میں بھی تھا۔ جب ان چھ ارکان کا اجلاس ہوا تو انہوں نے حضرت عثمان کو چنا میں نے بھی حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کی اور پہلے خلفاء کی طرح ان کی اطاعت کی، ان کے حقوق ادا کئے، جنگیں لڑیں، ان کے عطیات قبول کئے اور مجرموں کو شرعی سزائیں دیں۔ حضرت عثمان کے بعد لوگوں نے مجھے منتخب کیا۔ اب خلافت کے لیے میرے مقابل وہ شخص کھڑا ہے جو قرابت، علم اور سبقت اسلام میں میرے برابر نہیں۔ اس لیے میں ہر طرح اس شخص کے مقابلے میں

خلافت کا زیادہ حقدار ہوں۔(تاریخ الخلفاء۔۲٦۵)

سید محمود آلوسی بغدادی اس آیت اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْ" بے شک تمہارے دوست و مددگار اللہ اور اسکا رسول اور ایمان والے ہیں"۔کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ یہ آیت اکثر محدثین کے نزدیک حضرت مولا علی کرم اللہ وجہ کے حق میں نازل ہوئی۔صوفیاء کرام کی کثیر تعداد کے مطابق اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت علی کی خلافت بلافصل کی طرف اشارہ ہے۔ ہاں مگر یہ خلافت باطنیہ ہے جو ارشاد، روحانی مدد کی صورت میں ہوتی ہے۔ اس سے خلافت ظاہری مراد نہیں جس میں حدود قائم کرنا، لشکر تیار کرنا، اسلام کی حفاظت کے لئے کوشش کرنا ہے۔خلافت ظاہری اسی ترتیب پر برحق ہے جو اہل سنت کا مذہب ہے۔ان دونوں خلافتوں میں ایسا فرق ہے جیسا مغز اور چھلکے میں۔ ظاہری خلافت کے ذریعے اسلام کے ظاہر کی حفاظت ہوتی ہے اور خلافت باطنی کے ذریعے اسلام کے باطنی نظام کی حفاظت کی جاتی ہے اور یہ مقام ہر زمانے کے قطب الاقطاب کو حاصل ہوتا ہے۔ یہ باطنی خلافت حضرت علی میں سب سے بڑھ کر پائی جاتی تھی اسی وجہ سے طریقت کے سلسلے آپ پر ہی ختم ہوتے ہیں۔اس تقسیم سے احادیث مبارکہ میں تطبیق پیدا ہوجاتی ہے۔جن احادیث سے خلفائے ثلاثہ کی خلافت ثابت ہوتی ہے ان سے مراد ظاہری خلافت ہے اور جس سے حضرت علی کی خلافت بلافصل ثابت ہوتی ہے ان احادیث سے مراد باطنی وروحانی خلافت ہے"۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی نے مولائے کائنات کی روحانی و باطنی خلافت کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہ کی شان اقدس میں فرماتے ہیں۔"تکمیل و ارشاد باطنی کا سہرا اسی نوشاہ بزم عرفان کے سر ٹھہرا۔غوث قطب ابدال اوتاد اسی سرکار کے محتاج اور طالبان وصل الٰہی کو اسی بارگاہ کی جبیں سائی معراج،

سلامی جس کے در کا ہر ولی ہے — علی ہے، ہاں علی ہے، ہاں علی ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ کی نیابت عامہ اور خلافت تامہ حضور سید المرسلین ﷺ حاصل ہے۔دنیا و دین میں جو جسے ملتا ہے۔ان کی بارگاہ عرش اشتباہ سے ملتا ہے۔حضور ارشاد فرماتے ہیں۔اُعطیت مفاتیح الارض۔مجھے زمین کی کنجیاں دی گئیں اور فرمایا اُوتیت

مفاتیح کل شیئٍ۔ مجھے ہر چیز کی کنجیاں عطا ہوئیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ انہ راز ہیں اور انہیں کے توسط سے عالم کے سب کام نفاذ پاتے ہیں جو چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے عالم میں کوئی ان کے ارادے اور مشیت کا پھیرنے والا نہیں۔ پھر حضور ﷺ بارگاہ میں یہ کارِ خطیر منصب جلیل حضرت مولیٰ علی کرم اللہ جہہ کو عطا ہوا۔ تمام اقطاب عالم اس جناب کے زیر حکم، مدبرات الامر میں سروروں پر سروری، افسروں پر افسری، جملہ احکام عزل ونصب وعطا ومنع وکن ومکن انہیں کی سرکار والا سے شرفِ امضاء پاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ حاجت مندانِ عالم اپنے مطالب و مقاصد میں ان سے استمداد کرتے اور آستانِ فیض نشان پر سر ارادت دھرتے ہیں یہاں تک کہ عرفِ مسلمانانِ میں مولیٰ مشکل کشاء اس جناب کا نام ٹھہرا اور نادعلیا مظہر العجائب کا غلغلہ سمک سے سماک تک پہنچا''۔ (مطلع القمرین)

اعلیٰ حضرت نے اس مضمون میں صاف صاف وضاحت فرمائی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کائنات میں اللہ کے مطلق نائب اور خلیفۃ اعظم ہیں۔ جس کو جو کچھ ملتا ہے آپ کے وسیلے اور واسطے سے ملتا ہے۔ اور حضور ﷺ کے خلیفۃ ونائب سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں۔ حضور ﷺ بارگاہ میں آپ کو یہ منصب عطا ہوا اور یہی خلافت باطنیہ ہے۔ جو حضور ﷺ سے بلا فصل سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو عطا ہوئی۔

امام شعرانی نے شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی کا یہ قول نقل کیا۔ ''یہ بات جان لو کہ خلفائے اربعہ خلافت میں صرف عمروں کے لحاظ سے آگے ہوئے ہیں خلافت کی قابلیت ان میں سے ہر ایک میں ہر طرح سے موجود تھی۔ ان کا خلافت میں دوسروں پر مقدم ہونا فضیلت کا تقاضہ نہیں کرتا۔''

پیر مہر علی شاہ گولڑوی فرماتے ہیں : خلافت مرتضوی کا سب سے آخر میں ہونا موجب تقصیر شان نہیں بلکہ فضیلت ہے۔ دیکھو کہ سید عالم، امام الانبیاء ﷺ رتبہ ظہور میں سب انبیاء سے آخر ہیں''۔ (ملفوظات مہریہ)

امام حسین علیہ السلام کے پوتے امام زید رضی اللہ عنہ، عظیم ہستی اور اپنے زمانے میں قرآن کے سب سے بڑے عالم تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے جہاد کے

بارے میں فرمایا زید کا جہاد بدر کے جہاد کے مشابہ ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے آپ کے حق میں فتویٰ دیا اور جہاد میں مالی مدد بھی کی۔ اہل بیت کے اس عظیم امام کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سب سے افضل تھے مگر خلفائے ثلاثہ کی خلافتیں اپنے اپنے دور میں برحق تھیں وہ حضور کے وزیر تھے، حضور کے وفادار تھے۔ جب ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم اس شرط پر آپ کا ساتھ دیں گے کہ آپ ابوبکر وعمر سے نفرت کا اعلان کر دیں۔ امام زیدؒ نے فرمایا میں ایسا نہیں کر سکتا وہ میرے نانا کے وزیر تھے، اس بات پر وہ لوگ آپ کا ساتھ چھوڑ گئے جس وجہ سے اُس گروہ کا نام رافضی ہوا۔
(ابن کثیر، صواعق المحرقہ، نور الابصار)

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو ''فقر'' کی ایسی نعمت عظمیٰ حاصل تھی جس کے سامنے ساری دنیا کی بادشاہی وخلافت کچھ معنی نہیں رکھتی۔ اس شانِ فقر کو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ میں دیکھا تو بے اختیار بولے کہ کیا آپ مجھ سے خلافت لے کر اس کے عوض یہ فقیری دے سکتے ہیں؟

جن لوگوں نے حضرت علی پر خلافت کا خواہاں ہونے، حقدار ہونے اور دوسرے خلفاء پر حضرت علی کا حق مارنے کا الزام لگایا وہ نہ شانِ فقر سے واقف ہیں نہ شان بوتراب سے۔

نہ تخت وتاج میں نہ لشکر وسپاہ میں ہے جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

ارے کہاں چند ملکوں کی حکومت، کہاں ساری کائنات کی شہنشاہی، قطب وقت سارے عالم کا نگراں، حاکم ومالک ہوتا ہے۔ سارے عالم کی تدبیر فرماتا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ٥

جو کچھ بھی آسمانوں زمینوں اور اس کے مابین ہے سب تمہارے واسطے مسخر کر دیا۔

کچھ ایسے لوگ ہیں جن کے لیے کائنات مسخر ہو جاتی ہے اور ایسے تمام لوگوں کے سردار شیر خدا، مولائے کائنات علی المرتضیٰ ہیں۔

اور صاحب فقر اس سے بلند، بزرگ وبرتر مقام پر متمکن ہوتا ہے۔ یہ صاحب کن ہوتا ہے اس کے منہ سے جو نکل جائے، وہ ہو جاتا ہے۔ عظیم ترین مقامات ومراتب کے حصول

کے باوجود حضور اقدس ﷺ نے ان میں سے کسی پر بھی فخر نہ فرمایا آپ ﷺ نے فرمایا :
انا سید المرسلین و لا فخر ، انا شفیع المذنبین و لا فخر انا حبیب رب العالمین
و لا فخر حضور نے فخر فرمایا تو اس ''فقر'' پر الفقر فخری و الفقر منی مجھے فقر پر فخر
ہے اور فقر مجھ سے ہے۔ کیوں؟ اس لئے دوسرے مرتبوں میں دوئی تھی مگر فقر میں دوئی ختم
اذا تم الفقر فھو اللہ جب فقر تمام ہو جائے تو وہی اللہ ہے۔

کردار علی المرتضیٰ :

آپ فقر و قناعت اور زہد و تقویٰ میں یگانہ روزگار اور عبادت و ریاضت اور حلم و صبر میں بے مثل و لاجواب تھے۔ عدل و رافت اور پند و نصیحت آپ کا کام تھا۔ آپ کی شجاعت و سخاوت اور کسر نفسی ضرب المثل تھی آپ فقیر و متقی و غرباء و مساکین کو دوست اور مسافر و مہمان کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ بازاروں میں گشت کرتے، لوگوں کا حال دریافت کرتے اور ہر شخص کو اس کے فہم کے مطابق وعظ و نصیحت کرتے۔ بازار میں آپ لوگوں کو خدا کے خوف سے ڈراتے، سچ بولنے، کھرا سودا بیچنے، پیمانے کو پورا کرنے اور ترازو کو برابر رکھنے کا حکم دیتے۔

ابو المطر بصری کہتے ہیں میں نے آپ کو کھجور بیچنے والوں کے پاس دیکھا۔ وہاں ایک لونڈی رو رہی تھی آپ نے اس کے رونے کا سبب دریافت فرمایا اس نے کہا اس شخص سے میں نے ایک درھم کی کھجوریں خریدیں جو میرے آقا نے واپس کر دیں مگر یہ واپس نہیں لیتا۔ آپ نے فرمایا اے بھائی! یہ خدمت گار ہے، اس کا اپنا اختیار نہیں، تو اپنی کھجوریں لے کر درھم واپس کر دے۔ اس شخص نے آپ کو دھکا دیا، اور کہنا نہ مانا، لوگوں نے کہا ارے تو جانتا ہے کہ کسے دھکا دے رہا ہے؟ یہ امیر المومنین علی ہیں۔ یہ سنتے ہی اس نے کھجوریں لے لیں اور لونڈی کو درھم واپس کر دیا اور آپ سے معذرت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا مجھے تجھ سے کوئی چیز خوش نہیں کر سکتی مگر یہ کہ تو لوگوں کو ان کا پورا حق دیا کرے۔

ابو النوار بزاز سے روایت ہے کہ آپ ایک درہم کی کھجوریں خرید کر اپنی چادر میں اٹھا کر لے جا رہے تھے، ایک شخص نے کہا کیا میں اسے اٹھا لوں؟ فرمایا نہیں، بچوں کا باپ بوجھ اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے۔

علی بن ارقم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آپ کو بازار میں اپنی تلوار بیچتے دیکھا۔آپ فرمارہے تھے کوئی ہے جو مجھ سے اس تلوار کو خریدے۔اس ذات کی قسم جو دانے کو پھاڑتا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بہت سی لڑائیاں اس تلوار سے فتح کیں۔اگر میرے پاس تہمند کی قیمت ہوتی تو میں اس کو نہ بیچتا۔

عمر بن یحییٰ قنبر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس مہمان آئے۔امام حسن نے قنبر سے فرمایا بیت المال کے شہد سے میرے حصے کی مقدار میرے پاس لے آ، کہ میرے پاس مہمان کو کھلانے کو کچھ نہیں جب امیر المومنین شہد تقسیم کریں گے تو میرے حصے سے بیت المال کا حق ادا کر دینا۔چنانچہ قنبر ایک رطل شہد لے آئے۔بعد میں جب جناب امیر بیت المال میں تشریف لائے اور شہد کی مشک میں کمی دیکھی تو پوچھا اے قنبر اس میں کمی کیوں ہے؟ قنبر حیلہ بہانہ کرنے لگا۔آپ نے فرمایا سچ سچ بتا کیا ماجرا ہے۔قنبر نے سچ سچ کہہ دیا آپ کو سخت غصہ آیا اور امام حسن کو بلا بھیجا۔وہ آتے ہی آپ کے قدموں میں گر پڑے، کہنے لگے آپ کو واسطہ ہے میرے چچا حضرت جعفر طیار کا مجھے معاف کر دیجئے۔جناب امیر کو جب بھی کوئی حضرت جعفر طیار کا واسطہ دیتا تو آپ کا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا۔آپ نے فرمایا مسلمانوں کا شہد لینے پر تجھے کس چیز نے مجبور کیا۔امام حسن نے عرض کیا، کیا اس میں میرا کوئی حق نہ تھا؟ فرمایا سب مسلمانوں سے پہلے تو نے اس میں سے کیوں نفع حاصل کرنا چاہا؟ بخدا اگر میں نے رسول اللہ ﷺ تیرے منہ کا بوسہ لیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے ضرور مارتا، جاؤ اور اس کے عوض شہد خرید کر مشک میں ڈالو۔امام حسن نے ایسا ہی کیا پھر آپ نے اسے مسلمانوں کو بانٹا اور رو رو کر کہنے لگے یا الہ العالمین حسن کو بخش دے کیونکہ وہ اسے نہیں جانتا تھا۔پھر فرمایا بیشک ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ صرف اللہ کی رضامندی کے لئے اپنے بھائیوں، بیٹوں، چچاؤں اور اپنے اہل کو قتل کرتے تھے، ہم اللہ اور اس کے رسول پر اپنی جانوں کو نچھاور کرتے تھے ۔جب اللہ نے ہمارا اعتقاد اس قدر سچا دیکھا تو ہم پر مدد و نصرت اور ہمارے دشمنوں پر ہلاکت و ذلت اتاری، یہاں تک کہ اسلام نے راحت پائی اور اپنی جگہ ساکن ہوا۔خدا کی قسم اگر ہم بھی وہ کام کرتے جو آج تم کر رہے ہو تو دین کا ستون کبھی قائم نہ ہوتا اور ایمان کی

شاخ سرسبز نہ ہوتی۔

امام قرشی، سوید بن غفلہ سے نقل کرتے ہیں میں ایک دن حضرت علی کے گھر گیا، آپ کے گھر میں سوائے ایک بورے کے، جس پر آپ لیٹے تھے، کچھ نہ تھا۔ میں نے عرض کیا اے امیر المومنین آپ مسلمانوں کے حاکم، سردار اور بیت المال کے مختار ہیں۔ آپ کے حضور بادشاہوں اور قبائل کے ایلچی آتے ہیں اور آپ کے گھر میں سوائے اس پرانے بورے کے کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا اے سوید عقلمند ایسے گھر سے انس نہیں کرتا جس سے اسے منتقل ہونا ہو۔ ہماری آنکھوں کے سامنے ہمیشگی کا گھر ہے ہم اپنے سامان کو اس میں منتقل کر چکے ہیں اور عنقریب ہم بھی اس کی طرف جانے والے ہیں۔ سوید کہتے ہیں بخدا آپ کے کلام نے مجھے رلا دیا۔

یہی سوید بن غفلہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں آپ کے پاس دارالامارہ آیا اس وقت آپ کے سامنے جو کی روٹی اور ایک پیالہ دودھ رکھا ہوا تھا۔ روٹی ایسی خشک تھی کہ کبھی آپ اسے ہاتھوں سے اور کبھی گھٹنے پر مار کر توڑتے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر مجھے دکھ ہوا۔ میں نے آپ کی کنیز فضّہ سے کہا تو اس بزرگ پر ترس نہیں کھاتی، ان کے لئے جو چھان کر روٹی نہیں پکاتی، دیکھ اس پر بھوسی لگی ہوئی ہے اور اس کو توڑنے میں انہیں کس قدر تکلیف ہوتی ہے۔ فضہ نے کہا جناب امیر کو اسی میں اجر ملتا ہے اور ہم گناہگار ہوتے ہیں۔ انہوں نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم ان کی روٹی کبھی بھی چھان کر نہ پکائیں۔ یہ سن کر جناب امیر میری طرف متوجہ ہوئے، فرمایا اے ابن غفلہ تو اس کنیز سے کیا کہہ رہا ہے؟ میں نے ساری بات بتائی اور عرض کیا اے امیر المومنین اپنی جان پر رحم فرمائیے اور اتنی مشقت نہ اٹھائیے۔ آپ نے فرمایا سوید تجھ پر افسوس ہے، رسول اللہ ﷺ اور ان کے اہل وعیال نے کبھی تین دن برابر گیہوں کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی اور کبھی ان کے لئے چھان کر آٹا نہیں پکایا گیا۔ میں ایک دفعہ مدینہ میں سخت بھوکا تھا، اس حال میں مزدوری کرنے نکلا میں نے دیکھا ایک عورت مٹی کے ڈھیلوں کو جمع کر کے ان کو بھگونا چاہتی ہے میں نے اس سے فی ڈول ایک کھجور اجرت طے کی اور سولہ ڈول پانی کھینچ کر اس مٹی کو بھگو دیا یہاں تک کہ میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے پھر میں وہ کھجوریں رسول اللہ ﷺ

بارگاہ میں لایااور سارا ماجرا بیان کیااور آپ ﷺ کے ہمراہ وہ کھجوریں نوش کیں۔

عبداللہ بن ابی رافع کہتے ہیں کہ میں عید کے دن حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے میرے سامنے چمڑے کا ایک تھیلہ رکھ دیا۔ میں نے اس کو کھولا تو اس میں جو کی روٹیوں کے خشک ٹکڑے تھے پس آپ اس میں سے کھانے لگے۔ میں نے پوچھا یا امیر المومنین اس پر مہر کیوں لگائی ہے فرمایا ان لڑکوں کے خوف سے کہ کہیں ان ٹکڑوں کو روغن سے تر نہ کردیں۔

زید روایت کرتے ہیں مجھ سے حضرت علی نے فرمایا کل ظہر کے وقت میرے پاس آنا اور کھانا میرے ساتھ کھانا۔ میں حسب الارشاد حاضر ہوا۔ دیکھا آپ بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک لوٹا پانی آپ کے سامنے رکھا ہوا ہے، آپ اٹھے اور ایک برتن سے ستو لے آئے، اسے پانی میں ڈال کر پیا اور مجھے بھی پلایا۔ مجھ سے صبر نہ ہوسکا۔ میں نے عرض کیا یا امیر المومنین آپ عراق میں رہ کر یہ کھاتے ہیں؟ حالانکہ یہاں قسم قسم کے کھانے ہیں۔ آپ نے فرمایا واللہ میں بخل سے ایسا نہیں کرتا مگر بقدر اپنی کفایت کے لیتا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ سوائے ستو کے اس میں کوئی اور چیز نہ رکھی جائے اور میں مکروہ جانتا ہوں کہ اپنا پیٹ سوائے پاک چیزوں کے بھروں، اس لئے احتراز کرتا ہوں۔

منقول ہے کہ آپ اکثر تین روز کے بعد، کبھی پانچ یا چھ روز کے بعد روزہ افطار فرماتے اور کبھی نو نو روز فاقے سے رہتے۔ افطار کے وقت ایک مٹھی جو کا ستو استعمال کرتے اور اس پر ایک چلو پانی پی لیتے۔ افطار کے وقت اس قدر روتے کہ جامہ مبارک آنسوؤں سے تر ہوجاتا۔ فرماتے میں اس لئے روتا ہوں کہ یہ کھانا مجھ کو حلال ہے یا حرام؟ حلال کے واسطے حساب اور حرام کے واسطے عذاب ہے۔ آپ روزہ کو بہت دوست رکھتے اور فرماتے بھوکا رہنے میں، میں نے اس قدر لذت پائی کہ احاطہ بیان سے باہر ہے اور میں کیوں بھوک اور گرسنگی کو دوست نہ رکھوں جبکہ میرے رسول کریم ﷺ گرسنگی کو نہایت دوست رکھتے تھے۔

ایک دن آپ کے سامنے فالودہ رکھا گیا، آپ نے نہ کھایا، زید کہتے ہیں میں نے عرض کیا کیا یہ حرام ہے؟ فرمایا حرام تو نہیں، مگر میں اپنے نفس کو ایسی چیز کا عادی بنانا برا جانتا ہوں جس کو رسول اللہ ﷺ نے نہ کھایا ہو۔ آپ نے فالودہ کو دیکھ کر فرمایا واللہ تیری بو

بہت اچھی ہے تیرا رنگ بہت خوشنما ہے تیرا ذائقہ بہت عمدہ ہے مگر میں اس بات کو مکروہ رکھتا ہوں کہ اپنے نفس کو اس چیز کا عادی کروں جس کا وہ خوگر نہیں۔

منقول ہے آپ اکثر سرکہ اور نمک سے کھانا کھایا کرتے، کبھی ترکاریوں کا استعمال کرتے یا کبھی اونٹ کا دودھ پی لیتے۔ گوشت بے حد کم کھاتے تھے، فرماتے کہ اپنے پیٹ کو حیوانوں کا مقبرہ مت بناؤ۔

ایک مرتبہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک مسافر نووارد مہمان آیا۔ آپ نے اس کے آگے عمدہ عمدہ کھانے رکھے۔ مہمان نے کہا اگر اجازت ہو تو ایک بات کہوں۔ امام حسن نے فرمایا کہیئے۔ اس نے کہا میں نے مغرب کی نماز اس مسجد میں پڑھی تھوڑی دیر میں وہاں ٹھہرا رہا اس اثناء میں وہاں ایک فقیر آیا اور اس نے ایک تھیلی میں سے کچھ بھنے ہوئے جو نکالے اور ہتھیلی پر رکھ کر کھائے اور مجھے بھی پیش کئے۔ میں نے تھوڑے سے جو کھائے مگر وہ ذائقہ میں نہایت ناگوار تھے، اگر آپ اس فقیر کو بلوا کر اس نعمت میں شریک فرمائیں تو میں بے حد مشکور ہوں گا۔ امام حسن اس بات کو سن کر رونے لگے اور فرمایا اس بزرگوار کو اس دارِ فانی کے لذائذ کا مطلق خیال نہیں ہے ورنہ تمام جہان کی نعمتیں اس پر نثار تھیں، وہ بزرگ فقیر نہیں بلکہ ہم سب اس کے ادنیٰ غلام ہیں۔ اس نے اس جہاں کے لذائذ کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے اس کے پیشِ نظر ہمیشہ قائم رہنے والی نعمتیں ہیں اس نے اپنے قالب کو رنج و ریاضت میں گھلا دیا ہے۔ مہمان نے پوچھا کہ صاف صاف بتائیں، وہ کون ہے؟ امام حسن نے فرمایا وہ میرے والد محترم شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں۔

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدار قوتِ حیدری

منقول ہے کہ آپ تمام شب بیدار رہتے تھے، ہر شب دو ہزار رکعت نفل نماز ادا فرماتے، تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ فجر کی نماز ادا کر کے طلوع آفتاب تک قبلہ رو بیٹھتے اور رسول اللہ ﷺ درود پڑھتے اور اکثر حالت وجد اور ذوق وشوق میں نعرے مارتے اور بے ہوش ہو جاتے۔ منقول ہے کہ آپ کو نماز میں غایت خشوع وخضوع

سے اس قدر استغراق ہوتا کہ اپنے جسم کی بھی مطلق خبر نہ رہتی، ایک لڑائی میں آپ کو تیر لگا جس کا پیکان پائے مبارک میں رہ گیا۔ جراح نے نکالنا چاہا مگر شدت درد کے سبب نہ نکلوا سکے اور پائے مبارک میں ورم ہو گیا۔ جب آپ نماز میں مشغول ہوئے تو حضور ﷺ کے ارشاد پر پیکان نکال لیا گیا اور آپ کو خبر تک نہ ہوئی۔ حالتِ نماز میں ایسا جذب و انہماک، لقائے ربانی کے سبب تھا۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے خدا کو دیکھا ہے؟ تو فرمایا میں نے کبھی اس کی عبادت نہیں کی جب تک اسے دیکھا نہ ہو۔

منقول ہے کہ نہایت ہنس مکھ تھے کبھی کسی بات پر آپ کی شگفتہ پیشانی پر بل نہیں آتا تھا، ہر وقت تبسم سے لب مبارک کھلے رہتے تھے مگر جب سے آپ نے خرقہ درویشی زیب تن فرمایا ہمیشہ گریہ وزاری میں رہتے، ہر قول و فعل میں نبی کریم ﷺ پوری متابعت کرتے اور فرماتے میں نے رسول اللہ ﷺ خرقہ پہنا ہے، ایسا نہ ہو کہ مجھ سے کوئی کام خلاف سنت سرزد ہو جائے اور کل قیامت کے روز مجھے درویشوں کے درمیان نادم ہونا پڑے۔

امیر معاویہ نے اپنے ایک مصاحب سے پوچھا کہ تم علی کو کیوں دوست رکھتے تھے اس نے کہا تین اوصاف کے سبب جو آپ کی ذاتِ مقدسہ میں بدرجہ اتم موجود تھیں کہ جب آپ کو غصہ آتا تو تحمل فرماتے، جب بات کرتے تو سچ بولتے اور جب حکم کرتے تو عدل فرماتے۔

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ زواجر میں لکھتے ہیں کہ امیر معاویہ نے ضرار سے بہت اصرار کیا کہ وہ جناب امیر کے اوصاف میں سے کچھ بیان کرے۔ ضرار نے کہا مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا علم وسیع تھا۔ وہ عارف باللہ تھے، دین کی تائید میں سخت تھے، آپ کا کلام حق کو باطل سے جدا کرتا تھا آپ انصاف کے ساتھ فیصلے فرماتے، دنیا کی زیب و زینت آپ کو پسند نہ تھی رات اور اس کی تاریکی کو دوست رکھتے تھے۔ اکثر خوفِ خدا سے رویا کرتے تھے اکثر و بیشتر متفکر رہتے اور کفِ دست کو حسرت سے ملتے اور اپنے نفس کو ملامت کرتے، موٹا کپڑا استعمال کرتے، جو کھانا موجود ہوتا کھا لیتے، ذائقے و لذت اور زیب و زینت کا آپ کو مطلق خیال نہ تھا۔ ہم لوگوں میں بالکل ہماری طرح رہتے

اور اپنے مراتبِ عالیہ کا کچھ لحاظ نہ فرماتے، جو شخص آپ کو بلاتا اس کے پاس چلے جاتے۔ ہم لوگ باوجود کمال تقرب اور نزدیکی کے آپ کی ہیبت کے سبب آپ سے کلام نہیں کر سکتے تھے۔ آپ دینداروں کی عزت کرتے، غریبوں اور محتاجوں کو دوست رکھتے۔ کسی طاقتور کو جوحق پر نہ ہوتا، آپ سے یہ امید نہ ہوتی تھی کہ آپ اس کی کچھ رعایت کریں گے اور کسی ضعیف و کمزور کو جوحق پر ہوتا، آپ سے مایوسی نہ ہوتی کہ بہ سبب اس کی کمزوری و غربت آپ اس کا خیال نہ کریں گے۔ بخدا میں نے دیکھا کہ رات کے اندھیرے میں آپ محرابِ مسجد میں ریش مبارک پکڑے اس طرح سے مضطرب تھے جیسے کسی سانپ یا بچھو نے کاٹ لیا ہو۔ میں نے دیکھا آپ انتہائی غمگین حالت میں اللہ کی جناب میں عاجزی کر رہے تھے اور گڑ گڑا کر ربنا ربنا فرماتے تھے اور فرماتے تھے اے دنیا میری طرف متوجہ نہ ہو، میری مشتاق نہ ہو، کسی اور کو جا کر فریب دے کہ میں تجھے تین طلاق دے چکا ہوں۔ میں نے تجھ سے کنارہ کشی اختیار کی، کہ تیری زندگی تھوڑی، تیرا عیش ذلیل اور تجھ سے خوف و ہراس بہت ہے اور آپ آخرت کے طویل سفر، اس کی وحشت نا کی نا دانستگی اور توشہ آخرت میں کمی پر افسوس کرتے تھے۔ ضرار سے جناب امیر کے متعلق ایسا کلام سنکر امیر معاویہ رو پڑے اور آنسو ان کی داڑھی تک بہہ آئے اور یہی حال تمام حاضرین کا ہوا۔ امیر معاویہ نے کہا حق تعالیٰ حضرت علی پر رحم فرماتے۔ بخدا وہ ایسے ہی تھے جیسا کہ تم نے بیان کیا۔

شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

☆ انسان کی فطرت اسکے چھوٹے چھوٹے کاموں سے ظاہر ہوتی ہے۔ بڑے کام تو وہ ہمیشہ سوچ سمجھ کر کرتا ہے۔

☆ کسی پر بھروسہ کرو تو آخر تک بھروسہ کرو۔ آخر میں یا تو ایک اچھا دوست ملے گا یا

ایک اچھا سبق۔

☆ دولت مٹی کی طرح ہے اسے ہمیشہ پاؤں کے نیچے رکھنا۔ اگر تم اسے سر پر چڑھاؤ

گے تو یہ قبر بن جائے گی اور زندہ لوگوں کے لئے قبریں نہیں ہوتی۔

☆ لفظوں کے دانت نہیں ہوتے پھر بھی کاٹ لیتے ہیں۔ اگر یہ کاٹ لے تو اس کے
زخم عمر بھر نہیں بھرتے۔

☆ صبر ایسی سواری ہے جو اپنے سوار کو گرنے نہیں دیتی، نہ کسی کے قدموں میں نہ کسی
کی نظروں میں۔

☆ اگر دنیا میں سکون ہوتا تو لوگ اللہ کو بھول جاتے۔ سکون تو صرف ان لوگوں کے پاس ہے جو اللہ کی رضا کو اپنی رضا سمجھتے ہیں۔

☆ طنز اور بحث سے رشتے کمزور ہو جاتے ہیں۔ کبھی بھی اپنوں سے ایسی لڑائی نہ لڑنا جس میں لڑائی جیت جاؤ اور اپنوں کو ہار جاؤ۔

☆ اپنی زندگی میں ایسے دوستوں کو شامل کیا کرو جو کبھی آئینہ ہو تو کبھی سایہ کہ آئینہ کبھی
جھوٹ نہیں بولتا، سایہ کبھی ساتھ نہیں چھوڑتا۔

☆ رزق کے پیچھے اپنا ایمان مت خراب کرو۔ رزق انسان کو ایسے ڈھونڈتا ہے جیسے
مرنے والے کو موت۔

☆ اپنی سوچوں (خیالات) کو بارش کے قطروں کی طرح شفاف رکھو، جس طرح بارش کے قطرے مل کر دریا بنتے ہیں اس طرح تمہارے خیالات تمہارے کردار
اور تمہاری شخصیت کی تعمیر کرتے ہیں۔

فقرِ علی المرتضیٰ:

نبی کریم ﷺ شب معراج جو خرقہ فقر حق تعالیٰ کی جناب سے عطا ہوا، تمام صحابہ میں اس کے متحمل امام الاولیاء علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تھے۔ روحانیت میں آپ کا درجہ بہت

بلند اور شان بہت ارفع ہے۔ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں "وصول الیٰ اللہ اور بلا و مصیبت کو برداشت کرنے میں حضرت علی ہمارے امام ہیں۔ مولانا روم نے مثنوی میں حضرت علی کی شان و مدحت میں کئی اشعار لکھے ان میں سے چند کا ترجمہ درج ذیل ہے:

☆ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اہل صفا یعنی اولیاء اللہ کے وجود کے لئے مثل آفتاب ہیں آپ مومنوں کے امام اور اللہ کے ولی ہیں۔ (عارف شیر خدا مولانا روم نے حضرت علی کو اولیاء میں مثل آفتاب گردانا۔ کہ یہ آفتاب ہیں باقی انکی کرنیں ہیں۔ اولیاء آنجناب کے نور سے مستنیر ہیں)

☆ آپ ایسے امام ہیں جن کا وجود حق تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے۔ زمین وزماں اور ارض وسماء (آپ کے وجود و فیضان سے قرار پذیر) ہیں۔

☆ آپ اپنے علم کی وجہ سے سارے عالم کے سردار ہیں اور اپنے فقر کی وجہ سے تمام فقراء کے آقا ہیں۔

☆ تمام مؤمنین کا روئے ارادت آپ کی طرف ہے کیونکہ آپ امیر ہادی اور مولیٰ ہیں۔

☆ خود رسول اللہ ﷺ نے از روئے تحقیق فرمایا کہ حضرت علی دونوں جہانوں کے ولی ہیں۔

☆ حضرت علی وہ ہیں جو رسول خدا ﷺ کے چچا زاد بھائی ہیں اور خاتون جنت کے والی و شوہر ہیں۔

☆ تمام عارفانِ حق کا حسن اور قدر و کمال حضرت علی کے وجود سے ہے اور ان کی سب خوشی آپ کے دم سے ہے۔

☆ ہم سب ذرات ہیں اور وہ خورشید عالم ہیں ہم سب قطرے ہیں اور وہ دریا ہیں۔

☆ ہم سب مردہ ہیں اور وہ زندہ ہیں۔ ہم سب پستی کے مقام میں ہیں اور وہ ارفع و اعلیٰ ہیں۔

☆ چونکہ تم عشق کی وجہ سے مقام صفا میں پہنچ چکے ہو لہٰذا اپنی جان اپنے مولیٰ علی پر قربان کر دو۔

☆ تا کہ تیری جان واصل جاناں ہو جائے اور قطرہ دریا میں مل جائے۔(محدود لا محدود میں فنا ہو جائے)

☆ تو جان و دل سے اس خاندان (اہل بیت) کا غلام بن جا اگر تخت و تاج (عزت وبزرگی) تک رسائی چاہتا ہے۔

حلیۃ الاولیاء میں حضرت کعب بن عجرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لا تسبوا علیا فانہ ممسوس فی ذات اللّٰہ'' علی کو برا مت کہو تحقیق وہ ذاتِ الٰہی میں دیوانہ ہے۔ یہ حدیث بتا رہی ہے کہ فقرِ محمدی کی میراث حضرت علی کو نصیب ہوئی۔ ولایت اور فقر میں فرق ہے۔ اولیاء اللہ کی رسائی صفاتِ باری تک ہے جبکہ فقرائے کاملین کی رسائی ذاتِ باری تک ہے۔عوام الناس کو تو ذاتِ باری تعالیٰ میں تفکر اور غور و فکر سے منع کیا گیا ہے۔حضور نے فرمایا: ''تفکروا فی صفات اللّٰہ ولا تفکروا فی ذات اللّٰہ۔'' اللہ کی صفات میں غور وفکر کرو، نہ کہ ذات باری میں اور یہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے فرمایا جا رہا ہے کہ ''بیشک علی ذاتِ الٰہی میں دیوانہ ہے۔'' یہ فنا فی اللہ کا مقام ہے،فنا فی الذات کا مقام ہے اور جو مرتبہ ذات تک پہنچ جائے، ذاتِ باری میں فنا ہو جائے وہ ایک طرف تمام صفاتِ باری سے متصف ہو جاتا ہے دوسری طرف اللہ کے ساتھ ہر جگہ موجود ہوتا ہے۔ اگر کسی بلب پر رنگ کر دیں یا رنگین پنی لپیٹ دیں تو جہاں تک اس بلب کی روشنی جائے گی وہ رنگ ساتھ ساتھ پہنچے گا، ذاتِ باری میں فنائیت تامہ رکھنے والے فقراء اللہ کے ساتھ ہر جگہ ہیں اور اس کی تمام صفات کے جامع ہیں۔ پھر ایسے فقراء کے سردار کے درجات و مقامات کا کیا بیان ہو۔ جو کچھ منصب نبوت کے بعد انسان کو کمالات حاصل ہو سکتے ہیں وہ تمام آپ کی ذاتِ مقدسہ میں جمع تھے۔ چنانچہ آپ نے ایک خاص وقت میں اپنے متعلق فرمایا: انا نقطۃ الباء بسم اللّٰہ، انا حبیب الذی فرطتم فیہ وانا القلم واللوح المحفوظ وانا العرش وانا الکرسی وانا السمٰوات السبع والارضون الی ان صحّ فی ثنائی الخطبۃ۔''

نیز جناب امیر نے فرمایا: انا منشی الارواح انا باعث من فی القبور انا ید اللّٰہ انا القرآن الناطق۔

کتاب الفوائد میں ہے کہ کسی شخص نے سلطان المحققین مولانا جلال الدین رومی سے پوچھا کہ آپ اسد اللہ الغالب سیدنا علی ابن ابی طالب کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ مولانا روم نے فرمایا اگر تو اس کی ذات کے متعلق پوچھتا ہے تو وہ لیس کمثلہٖ شیء وھو السمیع البصیر ہے۔ اگر ان کی صفات کے بارے میں پوچھتا ہے تو وہ ھو اللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ ھو الرحمن الرحیم ہے۔ اگر ان کی قوت کے بارے میں پوچھتا ہے تو انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون ہے۔ اگر ان کے فعل کے متعلق پوچھتا ہے تو وہ کل یومٍ ھو فی الشان ہے۔ اور اگر ان کا نام پوچھتا ہے تو وہ قل ھو اللّٰہ احد ہے۔

دوسرے امام

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

فضائل ومناقب:

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اور علی کو عرش کے سامنے دو نور بنا کر پیدا کیا تھا۔ حضرت آدم کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ہم اللہ کی تسبیح وتقدیس کرتے تھے پھر جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا فرمایا تو ہمارے نور کو ان کی پشت میں جاگزیں کیا پھر ہمارا نور پاکیزہ پشتوں سے پاک شکموں میں منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت عبدالمطلب کی پشت میں آیا یہاں سے اس نور کے دو ثلث حضرت عبداللہ میں منتقل ہوئے اور ایک ثلث حضرت ابو طالب میں آیا پھر وہ نور مجھ سے اور علی سے فاطمہ میں آکر مجتمع ہوا۔ پس حسن اور حسین رب العالمین کے دو نور ہیں۔

امام حسن کی پیدائش ۱۵/رمضان المبارک ۳ ہجری مطابق یکم اپریل ۶۲۵ء کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ حضرت علی نے آپ کا نام حرب رکھا، مگر حضور ﷺ نے تبدیل کر کے حسن رکھ دیا۔ آپ سر سے لے کر سینہ مبارک تک حضورِ اقدس ﷺ کے مشابہ تھے۔ آپ کا رخ انور حضور کے روئے انور کے مشابہ تھا۔ آپ کے فضائل کتب حدیث میں بکثرت وارد ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں رسول اللہ

ﷺ کے ہمراہ سیدہ فاطمہ کے گھر آیا تھوڑی دیر میں حضرت حسن دوڑتے ہوئے آئے اور حضور کے گلے لگ گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا خداوندا میں اسے دوست رکھتا ہوں بس تو بھی اسے دوست رکھ اور جو بھی اسے دوست رکھے اسے بھی دوست رکھ۔

عبد اللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور ﷺ امام حسن کو اپنے کاندھے پر اٹھائے ہوئے تھے ایک شخص نے کہا اے لڑکے تو کتنی عمدہ سواری پر سوار ہے، حضور ﷺ نے فرمایا سوار بھی تو کتنا اچھا ہے۔

رسول اللہ ﷺ امام حسن سے انتہائی محبت فرماتے تھے، کبھی حسن کے لب ورخسار چومتے کبھی ان کی زبان چوستے، کبھی گود میں کھلاتے، کبھی سینے اور پیٹ پر بٹھاتے کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ ﷺ سجدہ میں ہوتے اور حسن آپ کی پشتِ مبارک پر سوار ہو جاتے اور آپ ان کی خاطر سجدہ کو طول دے دیتے کبھی رکوع میں ہوتے امام حسن آتے تو ان کے لیے اپنے پاؤں کشادہ کر دیتے اور وہ پاؤں کے درمیان سے نکل جاتے کبھی اپنے ساتھ انہیں منبر پر گود میں بٹھاتے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے، آپ کے پہلو میں حسن بن علی تھے۔ آپ نے فرمایا یہ میرا بیٹا سردار ہے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہ میں صلح فرمائے گا۔

حضور ﷺ نے فرمایا حسن اور حسین جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بیشک حسن اور حسین دنیا میں میرے پھول ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے محبت کی (حسن اور حسین) اور ان کے والد سے اور ان کی والدہ سے، وہ جنت میں میرے ہمراہ میرے درجے میں ہوگا۔ جب حضور سے پوچھا گیا کہ آپ کو اہل بیت میں سے زیادہ کون محبوب ہے۔ آپ نے فرمایا حسن اور حسین۔ حضور ﷺ سیدہ خاتونِ جنت سے فرماتے انہیں رونے مت دیا کرو کہ ان کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ آپ فرماتے میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ آپ ان کو سونگھتے اور چمٹا لیتے
۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ حضور اقدس ﷺ کے پاس حاضر تھے کہ سیدہ خاتونِ جنت روتی ہوئی تشریف لائیں اور عرض کیا حسن

اور حسین دیر سے باہر گئے ہوئے ہیں، لوٹ کر نہیں آئے، ان کے والد بھی گھر پر نہیں ہیں کوئی اور ایسا شخص بھی نہیں ہے جسے ان کی تلاش کے لئے بھیجوں۔ حضور نے انہیں تسلی دی اور دعا فرمائی اے الہ العالمین وہ دونوں جہاں بھی ہوں خیریت وعافیت سے ہوں اتنے میں جبرئیل امین تشریف لائے اور عرض کیا حضور غم واندیشہ نہ فرمائیں دونوں شہزادے خطیرہ بن نجار میں ہیں۔ حق تعالیٰ نے ان کی حفاظت ونگہبانی کے لیے دو فرشتے متعین کر دیئے ہیں۔ حضور خطیرہ بن نجار تشریف لائے دیکھا دونوں بھائی ایک دوسرے کے گلے میں ہاتھ ڈالے بیٹھے ہیں اور فرشتے ایک بازو ان کے واسطے بچھائے ہوئے اور دوسرے بازو سے ان پر سایہ کئے ہوئے ہیں۔ حضور نے جا کر امام حسن کو گود میں اٹھالیا اور امام حسین کو ایک فرشتے نے گود میں اٹھالیا۔ دیکھنے میں یوں معلوم ہوتا تھا کہ دونوں شہزادوں کو حضور نے اٹھایا ہوا ہے۔

عادات وصفات:

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ بڑے حلیم، کریم، رحیم، سلیم الطبع، حد درجہ متواضع، منکسر المزاج، صابر، متوکل اور باوقار تھے۔ وقت وصال حضور ﷺ نے سیدنا امام حسن کو اپنا حلم اور سخاوت عطا فرمائی اور سیدنا امام حسین کو اپنے صبر اور شجاعت سے نوازہ۔

آپ نے مدینہ سے مکہ تک پا پیادہ بیس حج کئے۔ سواریاں ساتھ موجود ہوتیں، اکثر چلتے چلتے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے، خادم سوار ہونے کے لیے عرض کرتے تو آپ فرماتے مجھے شرم آتی ہے کہ اپنے رب سے ملنے سوار ہو کر جاؤں۔

جودوسخا:

آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ کبھی کوئی حاجت مند آپ کے در سے محروم نہ لوٹا۔ آپ نے دو بار اپنا سارا سامان اور اسباب اللہ کی راہ میں دے دیا۔ تین بار اپنے کل اسباب میں سے نصف خیرات کر دیا۔ ایک شخص نے آپ سے دس ہزار درہم کا سوال کیا آپ نے اسی وقت عنایت فرما دیئے۔ ایک اور شخص نے حاضرِ خدمت ہو کر اپنی پریشانی اور فقر وفاقہ کا تذکرہ کیا، آپ کے پاس اس وقت پچاس ہزار درہم اور پانچ سو دینار تھے وہ تمام آپ نے اس کو دے دیئے۔

ایک بار آپ امام حسین اور عبد اللہ بن جعفر کے ہمراہ حج کے لیے جا رہے تھے۔ جس اونٹ پر کھانے پینے کا سامان تھا وہ پیچھے رہ گیا۔ بھوک و پیاس کی شدت لاحق ہوئی، دور فاصلے پر ایک گھر نظر آیا۔ آپ ساتھیوں کے ہمراہ وہاں تشریف لے گئے ایک بوڑھی خاتون کو وہاں بیٹھا دیکھ کر پانی طلب کیا اس نے آپ لوگوں کو بٹھایا، گھر میں ایک ہی بکری تھی اس کا دودھ ان لوگوں کو پلایا پھر اسے ذبح کر کے سب کے لئے کھانے کا اہتمام کیا۔ آپ نے فرمایا ہم قریشی ہیں حج کے لئے جاتے ہیں واپس آنے پر اگر آپ مدینہ منورہ تشریف لائیں تو ہمیں خدمت کا موقع دیں۔ ایک مدت کے بعد وہ عورت اپنے خاوند کے ہمراہ مدینہ منورہ آئی۔ آپ نے اسے دیکھ کر پہچان لیا اور پوچھا اے مادر مہربان کیا آپ مجھے پہچانتی ہیں۔ اس نے کہا میں یہاں نو وارد ہوں کسی کو بھی نہیں جانتی۔ آپ نے اسے اس کی مہمان نوازی کا قصہ یاد دلایا اور فرمایا اب آپ کی خدمت بجالانے کا وقت ہے پھر آپ نے اسے ایک ہزار بکریاں عنایت فرمائیں پھر اسے امام حسین اور عبد اللہ بن جعفر کے پاس بھیجا، انہوں نے بھی ہزار ہزار بکریاں اس کو مرحمت فرمائیں۔ وہ ضعیفہ ایک بکری کے عوض تین ہزار بکریاں لے کر اپنے گھر خوش خوش لوٹ آئی۔

لوگوں نے آپ سے عرض کیا باوجود اس کے کہ آپ فاقہ سے ہوتے ہیں مگر کسی سائل کے سوال کو رد نہیں فرماتے۔ آپ نے فرمایا میں درگاہِ حق کا سائل ہوں، اللہ تعالیٰ سے مانگنے والا ہوں۔ مجھے اس بات پر شرم آتی ہے کہ خود سائل ہو کر سائل کے سوال کو رد کر دوں۔ اللہ تعالیٰ کی میرے ساتھ شروع سے یہ عادت جاری ہے کہ وہ اپنی نعمتیں مجھے بہم پہنچاتا ہے اور میں نے اپنی یہ عادت رکھی ہے کہ اللہ کی نعمتیں اس کی مخلوق کو عطا کروں۔ پس میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے اپنی عادت بدل دی تو کہیں اللہ کی عادت مجھ سے منقطع نہ ہو جائے۔

ایک دفعہ امام حسن غسل کر کے باہر تشریف لائے، آپ پر ایک خوبصورت چادر تھی، کانوں کی لو تک بال، خوشنما چہرہ راستے میں ایک محتاج یہودی نظر آیا جس پر شکستہ چمڑہ کا لباس، غربت و ذلت مسلط تھی اس نے امام حسن کو روک کر پوچھا کہ اے رسول اللہ کے صاحبزادے آپ کے جد امجد کا فرمان ہے کہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے

جنت ہے ۔ آپ مومن ہیں میں کافر ہوں مگر میں دنیا میں آپ کے لیے جنت اورعیش و عشرت دیکھ رہا ہوں اور اپنے واسطے دنیا کو قید خانہ پاتا ہوں کہ غربت احتیاج اور مصائب میں گھرا ہوں ۔ امام حسن نے فرمایا اے یہودی اگر تو وہ نعمتیں دیکھ لے جو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے جنت میں تیار کی ہوئی ہیں تو تجھے یقین آجائے گا کہ ان نعمتوں کے مقابلے میں میں قید خانہ میں ہوں اور اگر تو وہ عذاب دیکھ لے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے آخرت میں تیار کررکھا ہے تو اس کے مقابلے میں اس وقت تو اپنے آپ کو وسیع جنت میں دیکھے گا۔

آپ کو ہر شخص کی خاطر منظور تھی ۔آپ سب کے ساتھ تواضع اور انکساری سے پیش آتے ۔ایک بار آپ کا گزر چند لڑکوں کے پاس سے ہوا، ان کے پاس روٹی کے ٹکڑے تھے ۔لڑکوں نے آپ کو کھانے پر مدعو کیا آپ گھوڑے سے اتر پڑے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانے لگے پھر ان لڑکوں کو اپنے گھر لے گئے، انہیں نئے کپڑے پہنائے اور عمدہ کھانا کھلایا اور فرمایا جو انہوں نے مجھے کھلایا، ان کے پاس اس سے زیادہ نہ تھا مگر میرے پاس تو اس سے زیادہ ہے۔

ایک بار آپ مدینہ منورہ کے کسی باغ سے گزرے تو دیکھا کہ ایک نوعمر حبشی غلام ہاتھ میں روٹی لئے بیٹھا ہے اس کے سامنے ایک کتا بھی بیٹھا تھا وہ لڑکا روٹی سے ایک لقمہ خود کھاتا اور ایک لقمہ کتے کو کھلاتا۔اس طرح اس نے پوری روٹی تقسیم کر کے کتے کو کھلا دی ۔امام حسن نے پوچھا تم نے پوری آدھی روٹی کتے کو کھلا دی خود اس روٹی میں سے زیادہ حصہ نہ لیا؟ لڑکے نے کہا کہ مجھے کتے کی آنکھیں دیکھ کر شرم آتی تھی کہ کہیں میں زیادہ نہ کھا جاؤں ۔آپ نے پوچھا تم کس کے غلام ہو کہا ابان بن عثمان کا۔ پوچھا یہ باغ کس کا ہے؟ اس نے کہا ابان کا آپ نے فرمایا میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ جب تک واپس نہ آجاؤں یہیں بیٹھے رہنا۔

چنانچہ آپ گئے اور ابان سے اس باغ کو اور غلام کو خرید لیا اور غلام کے پاس آ کر فرمایا میں نے تجھے خرید لیا ہے ۔ اس نے کہا میں اللہ اور اس کے رسول کے بعد آپ کا فرمانبردار ہوں۔ امام حسن نے فرمایا میری طرف سے تو آزاد ہے اور یہ باغ تجھے میری طرف سے ہبہ ہے ۔توکل کا یہ عالم تھا کہ آپ سے لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت ابوذر

غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے فقیری غنا سے اور بیماری صحت سے محبوب تر ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا خدا ابوذر پر رحم فرمائے جو وہ اس طرح فرماتے ہیں، میں تو یہ کہتا ہوں کہ جس نے اس چیز پر جو اللہ نے اس کے واسطے اختیار فرمائی، کسی اور چیز کی تمنا کی، اس نے اللہ کے اختیار پر توکل نہ کیا یعنی اللہ نے اس کے واسطے جو پسند کیا تو اس چیز کے علاوہ کی تمنا سے توکل نہ رہا۔

عفوودرگزر:

امام حسن رضی اللہ عنہ کے حلم کا یہ عالم تھا کہ جس وقت آپ خلیفہ تھے، ایک شریر شخص نے حالتِ نماز میں آپ کے جسم اطہر میں خنجر چبھودیا۔ آپ نے اس سے درگزر فرمایا اور کہا اے اہل عراق ہمارے حق میں اللہ سے ڈرو، ہم اہلبیتِ نبوت تمہارے امیر اور مہمان ہیں۔ آپ کے اس حال اور ایسے کلام سے مسجد میں موجود ہر شخص رو پڑا، ایک روز آپ تشریف فرما تھے ایک اعرابی آیا اور آپ کی اور شیرِ خدا کی شان میں سخت کلمات کہنے لگا۔ آپ نے فرمایا شاید تو بھوکا ہے؟ اس نے جواب نہ دیا، اسی طرح بکتا رہا۔ آپ نے غلام کو اشارہ فرمایا اور ایک توڑا ہزار درھم کا اس اعرابی کی نذر کیا اور فرمایا مجھے معذور رکھ کہ اس وقت صرف یہی موجود تھا امام حسن کا یہ حلم اور کرم دیکھ کر اعرابی دل وجاں سے فدا ہو گیا، کہنے لگا اے ابن رسول اللہ میں نے یہ حرکت صرف آپ کے حلم و کرم کو آزمانے کے لیے کی تھی۔

ایک شخص شام سے مدینہ آیا، دیکھا کہ ایک خوبرو نوجوان بازیب وزینت گھوڑے پر سوار جا رہا ہے، اس نے پوچھا یہ کون ہے لوگوں نے بتایا یہ حسن بن علی ہیں پس وہ غصے میں کہنے لگا علی کا بیٹا اور اس قابل ہو؟ پھر اس نے حضرت علی کی شان میں سخت کلمات کہنے شروع کئے۔ امام حسن نے متبسم ہو کر فرمایا میرا گمان ہے کہ تو شام کا رہنے والا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا میرے گھر چلئے تاکہ میں آپ کی مہمان نوازی کروں اور آپ کی حاجت برلاؤں۔ یہ سن کر وہ سخت شرمندہ ہوا اور آپ کے حلم واخلاق سے متعجب ہوا۔

ایک روز آپ مسند امامت پر بیٹھے وعظ فرما رہے تھے کہ ایک کافر آیا پوچھا سردار مجلس کون ہے؟ آپ نے فرمایا میں حسن بن علی ہوں۔ اس نے غصہ میں کہا وہی علی جو مرد

خونخوار، جبار اور جفا کار تھا۔ یہ سن کر حاضرین مجلس برہم ہوئے اور اس کو سزا دینی چاہی مگر آپ نے سب کو روکا اور فرمایا اے شخص تیرے طرز کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ تو مصیبت میں گرفتار ہے، اگر تو بھوکا ہے تو لذیذ طعام موجود ہے اگر پیاسا ہے تو آبِ شیریں وخوسگوار تیار ہے، اگر قرض دار ہے تو اس کی ادائیگی کا بندوبست ہوا جاتا ہے، اگر کوئی دشمن تیرے پیچھے ہے تو میں تیری اعانت کو موجود ہوں۔ امام حسن کے اس حلم واخلاق اور ایسے معجز نما کلام کو سنکر وہ کافر ایمان لے آیا اور تمام عمر آپ کی خدمت میں رہا۔ مدینہ کا حاکم مروان اکثر آپ کے روبروآ کر آپ کو اور آپ کے والد کو برا بھلا کہتا تھا۔ آپ خاموش رہ کر سن لیا کرتے، مطلق چوں چرا نہ فرماتے۔

منصب امامت وولایت:

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو خوں ریزی سے بچانے اور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کی تکمیل کرنے کے لیے جس میں حضور نے فرمایا تھا کہ ''میرا یہ بیٹا سید ہے عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہ میں صلح فرمادے گا۔'' اور محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے خلافت سے دستبردار ہوئے۔ اللہ عزوجل نے آپ کو اس کا بدل عطا فرمایا اور آپ کو اور آپ کے اہل بیت کو خلافتِ باطنی سے سرفراز فرمایا چنانچہ علماء کہتے ہیں کہ ہر زمانے میں تمام اولیاء کا قطب صرف اہلبیت سے ہی ہوتا ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس ﷺ کے وصال شریف کے بعد غوثیت وقطبیت روح وجانِ مصطفی سیدہ فاطمۃ الزہرا کو منتقل ہوئی۔ بظاہر سیدہ چھ ماہ علیل رہیں مگر اس دوران وہ غوثیت وقطبیت کی ڈیوٹی سرانجام دیتی رہیں۔ سیدہ کے وصال کے بعد یہ شرف حضرت علی کو منتقل ہوا پھر حضرت علی سے سیدنا امام حسن کو یہ منصب ملا۔

کرامات:

ایک بار آپ عبد اللہ ابن زبیر کے ہمراہ سفر میں تھے۔ راستے میں ایک خرمے کے درخت کے نیچے قیام فرمایا۔ ابن زبیر نے کہا اگر اس درخت میں خرمے لگے ہوتے تو ہم سب کھاتے پس امام حسن نے دعا فرمائی معاً وہ درخت سرسبز ہو گیا اور تازہ تازہ شاداب خرمے اس میں لگ گئے۔ یہ ماجرا دیکھ کر شتربان نے کہا کہ یہ سحر ہے۔ آپ نے اس کی

بات کا برا نہ منایا خرمے توڑ کر سب کو کھلائے اور فرمایا یہ سحر نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کے فرزند کی دعا قبول ہوئی ہے۔

تعلیمات:

امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے اے ابن آدم، جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا اس سے بچو، عابد ہو جاؤ گے۔ جو اللہ نے تیرے لئے مقسوم کیا ہے اس سے راضی رہو، غنی ہو جاؤ گے۔ اپنے ہمسایہ سے اچھا سلوک کرو، سلامتی میں رہو گے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ اچھا سلوک کریں تو تم دوسروں سے اچھا سلوک کرو۔ تمہارے سامنے جو لوگ کثیر مال جمع کرتے ہیں، مضبوط مکان بناتے ہیں، لمبی لمبی امیدیں کرتے ہیں، وہ سب ہلاک ہو جائیں گے ان کے اعمال انہیں دھوکہ دے رہے ہیں، ان کی اصل رہائش قبرستان ہے۔

آپ نے فرمایا جب سے تو پیدا ہوا ہے تیری عمر کم ہو رہی ہے۔ جس قدر تیرے ہاتھ میں ہے (جتنی عمر بچی ہے) اس سے عاقبت کی تیاری کر، مومن آخرت کی راہ کا ذخیرہ کرتا ہے جبکہ کافر دنیاوی نفع حاصل کرتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی **وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۝** اور زادِراہ لے لو بیشک بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے۔

امام حسن نے فرمایا مکارمِ اخلاق دس ہیں۔ (۱) زبان کی سچائی۔ (۲) حسن خلق۔ (۳) صلہ رحمی۔ (۴) مہمان نوازی۔ (۵) حقدار کی حق شناسی۔ (۶) جنگ کے وقت شدت سے لڑنا۔ (۷) سائل کو عطا کرنا۔ (۸) احسان کا بدلہ دینا۔ (۹) پڑوسی کی حمایت و حفاظت کرنا۔ (۱۰) شرم و حیا۔

آپ نے فرمایا: مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو جسمانی غذا کے متعلق تو غور و فکر کرتا ہے لیکن روحانی غذا کے لئے نہیں کرتا نقصان دہ غذاؤں کو اپنے شکم سے دور رکھتا ہے لیکن ہلاک کرنے والی خواہشات کو اپنے قلب میں جگہ دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا سب سے اچھی زندگی وہ بسر کرتا ہے جو اپنی زندگی میں دوسروں کو بھی شریک کر لے اور سب سے بری زندگی اس کی ہے جس کے ساتھ کوئی دوسرا زندگی بسر نہ کر سکے۔

آپ نے فرمایا ضرورت کا پورا نہ ہونا اس سے کہیں بہتر ہے کہ ضرورت پوری کرنے کے لیے کسی نااہل کی طرف رجوع کیا جائے۔ ایک شخص نے کہا مجھے موت سے بہت ڈر

لگتا ہے، آپ نے فرمایا یہ اس لئے ہے کہ تم اپنا مال پیچھے چھوڑ دیا، اگر اسے آگے بھیج دیا ہوتا تو اس تک پہنچنے کے لیے خوفزدہ ہونے کے بجائے مسرور ہوتے۔

آپ نے فرمایا مروت یہ ہے کہ انسان اپنے مذہب کی اصلاح کرے، اپنے مال کی دیکھ بھال اور نگرانی کرے، مال کو برمحل صرف کرے، سلام زیادہ کرے، لوگوں میں محبوبیت حاصل کرے۔ کرم یہ ہے کہ مانگنے سے پہلے دے احسان کرے، اچھا سلوک کرے اور برمحل کھلائے پلائے، بہادری یہ ہے کہ پڑوسی کی مدافعت کرے، آڑے وقت میں پڑوسی کی حمایت و امداد کرے اور مصیبت کے وقت صبر کرے۔

ایک مرتبہ امیر معاویہ نے پوچھا کہ حکومت میں ہم پر کیا فرائض ہیں؟ آپ نے فرمایا بادشاہ کے لئے لازم ہے کہ اپنے ظاہر و باطن، دونوں میں اللہ سے ڈرے، غصہ اور خوشی، دونوں حالتوں میں عدل و انصاف کرے۔ فقراء اور متمول میں درمیانی چال رکھے۔ زبردستی کسی کا مال غضب نہ کرے۔ جب تک وہ ان باتوں پر عمل کرے گا، اسے دنیا میں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

حضرت علی نے امام حسن سے فرمایا :اے میرے بیٹے میں نے رسول اللہ ﷺ فرماتے سنا ''جہالت سے سخت تر کوئی فقر نہیں اور عقل سے بہتر کوئی مال نہیں۔ تکبر سے زیادہ وحشت ناک تنہائی کوئی نہیں اور مشاورت سے بڑھ کر کوئی قابل مدد نہیں۔ تدبیر کی طرح کوئی عقل نہیں۔ حسن اخلاق کی طرح کوئی حسب نہیں۔ رکنے جیسا کوئی تقویٰ نہیں۔ تفکر جیسی کوئی عبادت نہیں۔ حیا جیسا کوئی ایمان نہیں۔ ایمان کی بلندی اور چوٹی صبر ہے۔ کلام کی آفت جھوٹ ہے۔ علم کی آفت نسیان ہے۔ حلم کی آفت بداخلاقی ہے۔ عبادت کی آفت سستی ہے۔ شرافت کی آفت فخر کرنا ہے۔ شجاعت کی آفت نافرمانی ہے۔ سخاوت کی آفت احسان جتانا ہے۔ خوبصورتی کی آفت تکبر ہے اور محبت کی آفت فخر ہے۔ پھر حضرت علی نے فرمایا اے میرے بیٹے کسی شخص کو حقیر نہ سمجھ اگر وہ تجھ سے بڑا ہے تو اسے اپنے باپ کی طرح سمجھ اگر وہ تیرے جیسا ہے تو وہ تیرا بھائی ہے اور اگر تجھ سے چھوٹا ہے تو اسے اپنا بیٹا خیال کر۔

جب فرقہ قدریہ کا غلبہ ہوا اور معتزلہ عقائد عام ہوئے تو خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ

علیہ نے امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ عریضہ لکھا ''بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔ اے رسول اللہ ﷺ کے بیٹے اور ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک آپ بحر مواج میں امت کے لیے جہاز کی مانند ہیں اور اندھیروں میں مینارِ نور اور ہدایت کے جھنڈے ہیں اور ایسے ہادی ورہنما ہیں کہ جو آپ کی پیروی کرے منزلِ مقصود کو پہنچتا ہے کہ آپ کا خاندان نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے کہ جس کا سہارا لے کرامت کے لوگ نجات پاتے ہیں۔ اے ابن رسول اللہ! مسئلہ جبر وقدر کے متعلق آپ کا کیا فرمان ہے کہ اس وقت ساری خلقت حیران وپریشان ہے۔ آپ حضور ﷺ اولاد ہیں اور علم الٰہی سے بخوبی آگاہ ہیں۔ اللہ آپ کا حافظ ونگہبان ہے اور آپ حق تعالیٰ کی طرف سے امت کے محافظ ہیں۔''

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا : ''بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔ السلامُ علیکم۔ آپ کا خط ملا جس میں آپ نے اپنی اور امت کی حیرانی کے متعلق لکھا ہے۔ میری رائے اس مسئلہ کے متعلق یہ ہے کہ جو شخص یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ ہر خیر وشر منجانب اللہ ہے، وہ کافر ہے اور جس نے معاصی یعنی گناہ کے کاموں کا حق تعالیٰ کو ذمہ دار ٹھہرایا وہ فاسق وفاجر ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ کسی سے جبراً نیکی کراتا ہے نہ جبراً گناہ کراتا ہے اور نہ ہی اس کی حکومت میں کسی کو چوں چرا کی مجال ہے۔ جن چیزوں میں حق تعالیٰ نے بندوں کو مالک بنایا ہے ان کا اصل مالک وہ خود ہے اور جن چیزوں پر اس نے بندوں کو قادر بنایا ہے ان کا اصل قادر بھی وہ خود ہے۔ لہٰذا اگر کوئی حق تعالیٰ کی فرمانبرداری کا ارادہ کرے تو وہ اس کو منع نہیں کرتا اور اگر کوئی نافرمانی کا قصد کرے تو اس کو روکتا نہیں۔ ہاں اگر وہ ازراہِ کرم واحسان، انسان کو برائی سے روک دے تو روک سکتا ہے اور اگر وہ ان کو برائی سے نہ روکے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ نے اس کو برائی پر مجبور کیا اور ان پر جبر لازم آتا ہے۔ حق تعالیٰ نے ان کو نیک یا بد کام کرنے کی قوت عطا فرما کر اپنی حجت قائم کر دی کہ نیک وبد کی ذمہ داری انسان پر ہے خدا پر نہیں اور اللہ کی حجت غالب ہے۔ والسلام۔''

قتل کے مقدمے کا فیصلہ:

ایک مرتبہ لوگوں نے دیکھا کہ ایک شخص کے ہاتھ میں خون آلود چھری ہے اور قریب ہی ایک شخص کی لاش پڑی ہے۔ لوگوں نے پوچھا کیا تو نے اسے قتل کیا ہے، اس نے کہا ہاں لوگ اسے لاش کے ہمراہ حضرت علی کے پاس لے گئے اتنے میں ایک اور شخص دوڑتا آیا کہ اسے چھوڑ دو، قتل میں نے کیا ہے۔ اس شخص کو بھی حضرت علی کے پاس لے جایا گیا۔ آپ نے پہلے شخص سے پوچھا کہ تو نے قتل کا اعتراف کیوں کیا، اس نے کہا اے امیر المومنین میں قصاب ہوں بکرا ذبح کر رہا تھا کہ پیشاب کی سخت حاجت ہوئی میں بے خیالی میں خون آلود چھری ہاتھ میں پکڑے رفع حاجت کے لیے گیا وہاں لوگوں نے مجھے پکڑ لیا۔ اگر میں انکار کرتا تو میری بات کا کوئی یقین نہ کرتا میں نے سوچا کہ آپ کو حقیقت بتا دوں گا اور مجھے آپ سے انصاف مل جائے گا۔ پھر حضرت علی نے دوسرے شخص سے پوچھا اس نے کہا قتل میں نے ہی کیا ہے مگر جب میں نے دیکھا کہ اس بیچارے قصاب کی ناحق جان چلی جائے گی تو اعتراف کے لیے حاضر ہو گیا۔ حضرت علی نے فرمایا میرے فرزند حسن کو بلاؤ کہ اس مقدمے کا فیصلہ کریں۔ امام حسن تشریف لائے ساری بات سنی اور فیصلہ دیا کہ دونوں کو چھوڑ دیا جائے اور مقتول کا خوں بہا بیت المال سے ادا کیا جائے۔ حضرت علی نے دلیل مانگی تو فرمایا کہ قصاب بے قصور ہے اور دوسرا شخص اگرچہ قاتل ہے مگر اس نے دوسرے نفس کو بچا کر اسے حیات دی اور قرآن میں اللہ کا ارشاد ہے :ومن احیاءھافکانما احیاءالناس جمیعا۔ جس نے کسی ایک شخص کو حیات دی (جان بچائی) تو گویا ایسا ہے کہ اس نے سارے انسانوں کو حیات بخش دی (سارے لوگوں کی جان بچالی) حضرت علی نے اس فیصلہ کی تائید کی، ورثا خون بہا لینے پر راضی ہو گئے اور انہیں بیت المال سے ادائیگی کر دی گئی۔

امام حسن شاہ روم کے دربار میں :

ایک مرتبہ شاہِ روم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلے میں امیر معاویہ کے علم و استحقاق سے آگاہی حاصل کرنا چاہی تو دونوں کو لکھا کہ اپنا ایک ایک نمائندہ میرے پاس بھیج دیں۔ حضرت علی نے امام حسن کو بھیجا اور معاویہ نے یزید کو۔ یزید نے شاہِ روم کی دست بوسی کی اور شاہی آداب بجالایا جبکہ امام حسن نے فرمایا خدا کا شکر ہے نہ میں یہودی ہوں نہ نصرانی نہ مجوسی بلکہ خالص مسلمان ہوں۔ شاہ روم نے اپنے پاس موجود ان قدیم

تصاویر کو جنہیں وہ اس سے قبل حضور کا مکتوب لانے والے صحابی کو دکھا چکا تھا پہلے یزید کو دکھائیں ۔ یزید ایک تصویر بھی شناخت نہ کر سکا ۔ پھر اس نے وہ تصاویر امام حسن کو دکھائیں تو آپ نے تمام کو حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت شعیب اور حضرت عیسی کے ناموں سے شناخت کر لیا جب اس نے آخری تصویر دکھائی تو امام حسن رو دیئے اور فرمایا یہ میرے نانا نبی آخر الزماں محمد مصطفی ﷺ تصویر ہے ۔ پھر بادشاہ نے سوال کیا وہ کون سے جاندار ہیں جو اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوئے ۔ آپ نے فرمایا وہ سات جاندار ہیں ا ۔ حضرت آدم علیہ السلام، ۲ ۔ حضرت حوا، ۳ ۔ وہ دنبہ جو حضرت اسمٰعیل کے فدیہ میں جنت سے لایا گیا، ۴ ۔ وہ اونٹنی جو حضرت صالح علیہ السلام کے لئے چٹان سے پیدا ہوئی، ۵ ۔ ابلیس، ۶ ۔ حضرت موسیٰ کا اژدھا، ۷ ۔ وہ کوا جس نے ہابیل کو دفن کرنے کا طریقہ قابیل کو سکھایا ۔ بادشاہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی تبحر علمی دیکھ کر آپ کی بڑی عزت کی اور تحائف کے ساتھ رخصت کیا ۔

صبر و رضا:

امام حسن رضی اللہ عنہ کو کئی مرتبہ زہر دیا گیا جس سے آپ کو بے حد تکلیف پہنچی، باوجود اس کے کہ آپ جانتے تھے کہ یہ کام کس کا ہے مگر تحمل سے صدمات سہتے رہے ۔ زبان پر کچھ نہ لائے ۔ جب دیکھا گھر میں رہنے میں مفر نہیں تو موصل تشریف لے گئے وہاں بھی آپ سے عداوت رکھنے والے ایک بدبخت شخص نے آپ کے پائے مبارک میں زہریلا تیر چبھو دیا ۔ آپ ایک آہِ سرد کھینچ کر بے ہوش ہو گئے، پاؤں میں ورم آ گیا، گرنے کے سبب سر سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا ۔ لوگوں نے جب اس بدبخت کو سزا دینی چاہی تو آپ نے اجازت نہ دی بلکہ اسے چھوڑ دینے کا حکم دیا ۔ موصل میں یہ حال دیکھ کر ناچار مدینہ واپس آئے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہاں رہنا اختیار کیا ۔ ایک روز دشمن جاں، آپ کی بے وفا زوجہ جعدہ بنت اشعث چپکے سے آئی اور آپ کے پانی کے کوزہ میں زہر ہلاہل، ہیرے کی پسی ہوئی کنی ملا دی ۔ پانی کے پینے سے سبط پیمبر کا جگر پارہ پارہ ہو گیا اور کلیجہ کٹ کٹ کر گرنے لگا آپ کے سامنے طشت رکھا جاتا تھا اور خون سے لبریز اٹھایا جاتا چار دن تک یہی حالت رہی روز بروز حالت غیر ہوتی جا رہی تھی جب آپ زندگی سے

مایوس ہو گئے تو سیدنا امام حسین سے فرمایا اے بھائی اب میں رخصت ہوتا ہوں اب قیامت کے دن تم سے ملوں گا پھر دونوں بھائی گلے لگ کر اس قدر روئے کہ در و دیوار کو سکتہ ہو گیا۔ امام حسین نے آپ سے بہت دریافت کیا کہ آپ کا قاتل کون ہے تاکہ اس سے انتقام لیا جائے مگر آپ نے کچھ ظاہر نہ کیا فرمایا اے بھائی اگر میرا قاتل وہی ہے جس پر میرا گمان ہے تو انتقام کے لیے منتقم حقیقی کافی ہے اور اگر وہ نہیں ہے تو مجھے یہ بات ہرگز منظور نہیں کہ میرے لئے ایک بے گناہ مارا جائے۔ خدائے بزرگ و برتر کی قسم اگر حشر میں مجھے اختیار دیا گیا تو اپنے قاتل سے بجائے انتقام لینے کے میں اس وقت تک بہشت میں نہ جاؤں گا جب تک اپنے قاتل کو بخشوا کر اپنے ہمراہ بہشت میں نہ لے جاؤں۔ پھر آپ نے امام حسین کو صلاح و تقویٰ، اطاعت و پاسداری اور رعایت اہل بیتِ نبوت کی وصیت فرمائی۔ فرمایا میرے یتیم بچوں کو کوئی ستانے نہ پائے، کوئی ان کا دل نہ دکھائے، جعدہ بانو کو بھی کوئی ایذا نہ دے۔ اے بھائی اب تمہارا کوئی مونس و غم خوار نہ رہا۔ تم شب و روز روضہ اقدس جد امجد پر رہنا اور صبر و شکر سے کام لینا، کوفیوں کے قول و فعل پر ہرگز اعتماد نہ کرنا، وہ لوگ اپنی سفاہت اور حماقت سے تمہیں خلافت کے واسطے قائم کریں گے اور مدینہ سے بلائیں گے سو تم فریب نہ کھانا اور کبھی خلافت کا قصد نہ کرنا کہ حق تعالیٰ اہل بیتِ نبوت میں کبھی خلافت و نبوت کو جمع نہ کرے گا۔ پھر آپ داورِ بے مثال کے جمالِ لازوال میں مدہوش ہو گئے اور کلمہ پڑھتے پڑھتے عازم جنت ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تیسرے امام

امام عاشقاں، پورِ بتول، سید الشہداء، امام عالیمقام

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

محبوب مصطفیٰ:

اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ محبت اپنے پیارے حبیب، وجہ وجودِ کائنات، رحمتِ عالمیاں، شفیع مذنباں جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ سے ہے۔ یہ محبت اس قدر شدید ہے جس

کا بیان ممکن نہیں کہ خالق کائنات نے محض اپنے محبوب کے ظہور کی خاطر ساری کائنات پیدا فرمائی ۔ اگر حضور نہ ہوتے تو نہ یہ کائنات ہوتی نہ ہی ربوبیت باری کا ظہور ہوتا۔ جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ارشاد ہوا : **لو لاک لما خلقت الا فلاک۔ لو لاک لما اظهرة الربوبيه** فرمایا اے محبوب اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ فرماتا، اگر آپ نہ ہوتے تو میرا رب ہونا ظاہر نہ ہوتا۔ اللہ کو حضور ﷺ سے ایسی محبت ہے کہ حضور کو چھوڑ کر اسے کچھ بھی قبول نہیں۔ حضور کو مانے بغیر، حضور کو چاہے بغیر، حضور تک پہنچے بغیر رب مل ہی نہیں سکتا۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں بھی ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

کسی کی کسی سے محبت کا اندازہ لگانا ہو تو یہ دیکھیں کہ وہ اپنے محبوب کا تذکرہ کس قدر کرتا ہے کہ **من احب شيئاً فاكثره ذكره**۔ جو جس شئے سے محبت کرتا ہے کثرت سے اس کا ذکر کرتا ہے اور حق تعالیٰ تو اپنے حبیب کے ذکر میں ازل سے مشغول ہے فرمایا : **اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ** ○ بے شک اللہ اور اس کے ملائکہ نبی ﷺ صلاۃ بھیجتے ہیں۔ بخاری شریف میں حضرت ابو العالیہ فرماتے ہیں صلاۃ بمعنی ثناء وتعریف ہے۔ تو اللہ اور اس کے ملائکہ نبی ﷺ ثناء وتعریف اور ذکر میں مشغول ہیں اور اللہ کو اپنے حبیب کی ثناء وتعریف اس قدر پسند ہے کہ سارے ایمان والوں پر ایسا کرنا لازم ٹھہرا فرمایا : **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا** ○ اے ایمان والوں تم بھی میرے حبیب کی ثناء و تعریف کروان کا ذکر کرتے رہو اور ان پر ادب واحترام سے سلام بھیجو۔

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگائیے تیری ہی داستان ہے

کسی بھی محب سے پوچھیں تری خواہش کیا ہے تو اس کا ایک ہی جواب ہوگا کہ محبوب کو تکتے رہنا۔ عاشق اپنے معشوق کے جلوؤں کا خواہاں ہوتا ہے۔ دیدار یار میں اسے جو قرار ملتا ہے اس کا اندازہ اسے ہی ہوتا ہے۔

بے لقائے یاران کو چین آجاتا اگر بار بار آتے نہ یوں جبرئیل سدرہ چھوڑ کر

تو محب محبوب کو تکتے رہنا چاہتا ہے، لقائے یار کے بغیر اسے قرار ہی نہیں ملتا۔ اللہ

کو اپنے حبیب سے کس شدت کی محبت ہے فرمایا : **واصبر لحکم ربک فانک با عیننا**۔ اے محبوب اپنے رب کے حکم پر صبر فرمائیں آپ میری نگاہوں میں ہیں۔ حق تعالیٰ کی نگاہیں رخ محبوب سے ہٹتی ہی نہیں۔ اللہ حضور کی رضا کا طلبگار ہے، اللہ حضور کی خوشی کا خواہاں ہے۔ فرمایا **کلھم یطلبون رضائی و انا اطلب رضاک یا محمد** (حدیثِ قدسی) سارے کے سارے میری رضا کے طلبگار ہیں، سب یہ چاہتے ہیں کہ میں راضی ہو جاؤں اور اے محمد ﷺ آپ کی رضا کا طلبگار ہوں میں چاہتا ہوں کہ آپ راضی ہوجائیں اور فرمایا : **ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ**۔ عنقریب آپ کا رب آپ کو اس قدر عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہوجائیں گے۔

یارسول اللہ ﷺ آپ کا بھی کوئی ایسا محبوب ہے جس کی رضا کے آپ طلبگار ہوں؟ جسے راضی کرلیا جائے تو آپ راضی ہوجائیں، جس کے ملنے سے آپ تک رسائی ہو جائے، جس کے خوش ہونے سے آپ خوش ہوجائیں؟ حضور اقدس ﷺ صحابہ کرام کو نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک سجدہ بڑا طویل ہوگیا۔ بعض نے گمان کیا کہ کہیں حضور نے حالتِ سجدہ میں داعیِ اجل کو لبیک تو نہیں کہہ دیا۔ ایک صحابی سے برداشت نہ ہوا تو اس نے سر اٹھا کر دیکھا حضور سجدہ میں ہیں اور پشت پر حسین سوار ہیں۔ نماز سے فراغت کے بعد حضور نے فرمایا میرا بیٹا میری پشت پر سوار ہو گیا تھا میں نے نہ چاہا کہ سجدہ سے سر اٹھاؤں اور یہ گر جائے۔ کسی نے پوچھا یارسول اللہ کیا آپ کو حسین سے بہت محبت ہے۔ فرمایا : **حسین منی و انا من الحسین احب اللہ من احب حسینا**۔ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں جو بھی حسین سے محبت رکھتا ہے اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔ اور فرمایا جس نے حسین کو راضی کیا اس نے مجھے راضی کیا، جس نے مجھے راضی کیا اس نے اللہ کو راضی کیا اور جس نے حسین کو غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا۔ جس نے مجھے غضبناک کیا اس نے اللہ کو غضبناک کیا۔ کوئی بھی امام حسین کو چھوڑ کر حضور تک نہیں پہنچ سکتا، حسین کو ناراض کر کے حضور کو راضی نہیں کرسکتا۔ حضور ﷺ فرماتے جو جوانانِ بہشت کے سردار کو دیکھنا چاہے وہ حسین ابن علی کو دیکھ لے۔

ایسے عظیم المرتبت حسین کے ظہور کے لئے والدین بھی ایسے ہی چاہیئے تھے جو ساری کائنات میں سب سے افضل و بزرگ ہوں، جو اللہ اور اس کے رسول کی نگاہوں میں سب

سے زیادہ محبوب ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ٥ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ ٥ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ٥ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ٥

ایسے نادر اور انمول موتیوں کے ظہور کے لیے دو سمندروں کو ملا دیا ایک ولایت کا سمندر ہے تو دوسرا فقر کا سمندر ہے۔ایک کے لیے حضور نے فرمایا من کنت مولاہ فھذا علی مولا۔ جس کا بھی میں مولا ہوں جس کا بھی میں مددگار ہوں یہ علی المرتضیٰ اس کے ولی و مددگار ہیں۔ دوسرا سمندر روح و جانِ مصطفی سیدہ فاطمۃ الزہرا جن کے لیے فرمایا فاطمۃ بصغۃ منی۔ فاطمہ میرا ٹکڑا ہے۔ یہ جگر گوشہ رسول ہیں، قلبِ مصطفی ہیں، سیدۃ النساء العالمین ہیں جن کی غربت و فاقہ کو دیکھ کر حضور نے ان کے گھر کے درو دیوار کو سونا بنانے کی پیشکش کی تو سیدہ نے فرمایا نہیں مجھے اس فقر و فاقہ میں قرب حق کی خوشبو آتی ہے۔ جو فقراء کی سلطان ہیں۔

آں ادب پروردہ صبر و رضا — آسیاں گرداں و لب قرآں سرا

حق تعالیٰ نے ان دونوں کا نکاح چالیس ہزار برگزیدہ فرشتوں کی موجودگی میں عرش پر فرما دیا۔ جب والدین ایسی عظمت و شان والے ہوں تو یقیناً اولاد بھی ایسی ہی ہوگی۔ حضور نے ان کے واسطے فرمایا :الحسن و الحسین سید شباب اھل الجنۃ۔ حسن اور حسین نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ والدِ گرامی تمام اولیاء کے سردار، والدہ محترمہ تمام فقراء کی سردار، جنت کی عورتوں کی سردار اور صاحبزادگان تمام جوانانِ جنت کے سردار، یہ ہیں حضراتِ پنجتن

خیر النساء، حسین و حسن، مصطفیٰ، علی — بیدم یہی تو پانچ ہیں مقصودِ کائنات

مصائب و ابتلاء کا سبب:

تو جیسا بلند مقام ہوتا ہے ویسی ہی عظیم آزمائش جھیلنی پڑتی ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ٥ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِينَ ٥

کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ انہیں اتنا کہنے پر چھوڑ دیا جائے گا کہ ''ہم ایمان لے آئے'' اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا! بیشک ہم نے اس سے پہلے بھی لوگوں کو آزمایا تا کہ معلوم ہو جائے کہ کون سچے ہیں اور کون جھوٹے ہیں۔

اللہ اپنے محبوب بندوں کو آزماتا ہے، انہیں ابتلا و تکالیف میں رکھتا ہے۔ اللہ کے سچے اور محبوب بندے اس پر راضی رہتے ہیں اس تکلیف کے دور ہو جانے کے خواہاں نہیں ہوتے۔ حضرت ایوب علیہ السلام جب صحت یاب ہو گئے تو جبرئیل امین نے آکر صحت یابی کی مبارک باد دی۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے آنسو چھلک پڑے کہنے لگے جبرئیل تمہیں کیا پتہ، جب میں مصیبت و ابتلا میں تھا تو میرا رب مجھ سے روز پوچھتا تھا کہ اے میرے بندے تیرا کیا حال ہے؟ اس کے اس خطاب میں کس قدر لذت تھی! مگر جب سے صحت یاب ہوا وہ خطاب بند ہو گیا۔

جان لیں کہ جیسا مقام ہوتا ہے ویسی ہی آزمائش ہوتی ہے۔ مقام اور مرتبہ جتنا بلند ہوگا آزمائش و ابتلا اسی قدر سنگین ہوگی۔ مقصد جس قدر بلند اور اعلیٰ ہوگا قربانی بھی اسی قدر بڑی دینی پڑے گی۔ اللہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے تاکہ ان کے صدق وصفا، عظمت و بلندی، ہمت ورفعت اور شان و بزرگی کا اظہار ہو جائے اور اوپر دی گئی آیت میں اسی بات کا اظہار ہے۔

امام عالیمقام :

اللہ کے خلیل سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مال، آگ، خوف اور اولاد کے ذریعے آزمائش کی گئی جب وہ تمام آزمائشوں میں پورے اترے تو اللہ نے اپنے خلیل کو ایک انعام سے نوازہ۔ فرمایا: انی جاعلک لناس اماماً۔ ہم نے تجھے سارے انسانوں کے واسطے امام بنا دیا۔ امام وہ ہوتا ہے جس کی اقتداء کی جائے اور جس کی پیروی موجبِ فلاح و نجات ہو۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام تمام اقوامِ عالم اور ساری انسانیت کے واسطے امام ہیں۔ آج ہر دین و مذہب کے لوگ انہیں مانتے ہیں۔ مسلمانوں کے علاوہ یہود و نصاریٰ بھی انہیں اپنا مقتدیٰ تسلیم کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہندو بھی انہیں مانتے ہیں۔ یہ جو ہندو برہما کو پوجتے ہیں یہ لفظ ابراہیم سے نکلا ہے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا مقام بے حد بلند ہے کہ آپ تمام جوانانِ جنت کے سردار ہیں، لہٰذا آپ کو سخت ترین آزمائش و ابتلا کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ آپ کی قربانی ایک عظیم ترین مقصد کے لیے تھی اور آپ اس کڑے امتحان میں سرخرو ہوئے لہٰذا آپ کو امامت کا بھی بلند ترین مقام عطا ہوا اور آپ کا لقب امام عالیمقام پڑ گیا۔ امام عالیمقام

ساری انسانیت کے مقتدیٰ ہیں، باطل کے خلاف ڈٹ جانے والوں کے لیے، حق کی خاطر جان، مال اور اولاد نچھاور کرنے والوں کے لیے، صبر کرنے والوں کے لیے، رضائے الٰہی پر صابر وشاکر رہنے والوں کے لیے اور عشق الٰہی میں اپنا سب کچھ فنا کرنے والوں کے لیے، آپ ہدایت ورہنمائی کا ایسا مینارہ ہیں جس کی پیروی قیامت تک کی جائے گی۔

آں امامِ عاشقاں پورِ بتول   سروِ آزادے دبستانِ رسول

انسان کی عظمت کو بیدار تو ہونے دو   ہر قوم پکارے گی، ہمارے ہیں حسین

سرِّ شہادت:

کربلا کا سانحہ اچانک اور بلا مقصد پیش نہ آیا۔ اس پیش آنے والے سانحہ کی خبر حضور نے اس وقت دے دی جب حسین ماں کی گود میں تھے۔ اہلبیتِ نبوت اکابر صحابہ تمام اس پیش آنے والے واقعہ سے آگاہ تھے مگر کسی نے بھی یہ دعا نہ کی کہ یا اللہ حسین پر سے اس آنے والی مصیبت کو ٹال دے حالانکہ دعا بلا رد کر دیتی ہے اور حضور کی دعا تو ردّ ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ نہ حضور نے ایسی دعا کی نہ حضرت علی نے نہ سیدہ فاطمۃ الزہرا نے۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ تمام چاہتے تھے کہ حسین کے ساتھ یہ امتحان ہو اور وہ اس میں کامیاب ہوں۔ در اصل حضورِ اقدس ﷺ کی سب سے شدید خواہش، امت کی مغفرت کی تھی۔ حضور دنیا میں تشریف لائے تو رب ھبلی امتی فرماتے ہوئے آئے، دنیا سے تشریف لے گئے تب بھی آپ کے لب متحرک تھے اور امت کے حق میں دعا گو تھے۔ شبِ اسریٰ عین قرب حق میں امت کو یاد رکھا۔ حق تعالیٰ نے مغفرتِ امت کے لیے یہ عظیم قربانی طلب فرمائی۔ اس گھرانے پر قربان جائیں، ان کے اس ایثار پر فدا ہو جائیں کہ امت کی مغفرت کی خاطر اپنا سب کچھ نچھاور کرنے پر تیار ہو گئے اور عملاً، حقیقتاً سب کچھ رضائے حق میں لٹا دیا۔

ایسی عظیم الشان قربانی کے پیشِ نظر، امت مصطفی کی مغفرت کی خاطر اپنا گھر بار، عزیز واقارب، دوست احباب، اپنی اولاد یہاں تک کہ اپنی جان قربان کر دینے کے سبب اللہ عزوجل نے پہلے ہی سے ساری امتِ مصطفیٰ پر اس گھرانے کی محبت ومودت فرض کر دی، کیونکہ اللہ عزوجل کے علم میں پہلے ہی سے تھا کہ امام عالیمقام سیدنا حسین رضی

اللہ عنہ اپنی اولوالعزمی، ہمت وشجاعت اور صبر ورضا سے اس سخت ترین ابتلا میں سرخرو ہوں گے۔ فرمایا: **قُلْ لَآ اَسْاَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی**۔ اے محبوب آپ فرمادیں کہ میں اپنے ہزارہا احسانات کے عوض تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا بجز میرے قرابت داروں کی محبت کے۔ جب صحابہ نے پوچھا کہ وہ قرابتدار کون ہیں۔ جن کی محبت ہم پر فرض کردی گئی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے وہ قرابتدار علی فاطمہ حسن اور حسین ہیں۔

سرِّ مودۃ:

جان لیں کہ اللہ نے اس امت پر جتنی چیزیں فرض کی ہیں اور جتنی چیزوں سے روکا ہے اس میں درحقیقت ہمارا اپنا فائدہ ہے اور جس بات میں حضور کی امت کا فائدہ ہو اس میں حضور کی خوشی ہے کیونکہ حضور ہماری بھلائی کے بے حد خواہاں ہیں، ارشاد ہوا: **حریص علیکم**۔ حضور کے قرابتداروں سے محبت رکھنے میں سب سے بڑا فائدہ ایمان پر موت نصیب ہونا ہے اور حضور چاہتے ہیں کہ سارے امتی ایمان پر مریں، سلامتی ایمان کے ساتھ اس دنیا سے جائیں۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے کسی نے کہا کہ مجھے ایسی چیزیں بتائیں کہ جس کے اختیار کرنے سے ایمان پر خاتمہ یقینی ہو۔ آپ نے فرمایا میرے والد شاہ ولی اللہ سے بھی یہ سوال کیا گیا تھا تو جو جواب انہوں نے دیا وہی میرا جواب ہے کہ ایمان پر خاتمہ کا دارومدار حب اہلبیت پر ہے۔ شاہ عبد العزیز اور شاہ ولی اللہ نے یہ بات محبت وعقیدت میں نہیں کہی بلکہ یہ حضور کی حدیثوں سے ثابت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **و من مات علیٰ حب آلِ محمد مات مومناً و من مات علی حب آل محمد مات شهیداً۔ و من مات علیٰ بغضِ آلِ محمد مات کافراً**۔ جو آلِ محمد کی محبت پر مرا، وہ مومن مرا، جو آلِ محمد کی محبت پر مرا، شہید مرا، اور جو آلِ محمد سے بغض پر مرا وہ کفر پر مرا۔

اہلبیت سے محبت میں دوسرا فائدہ ہلاکت سے نجات ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: **مثل اهل البیتی کمثل سفینة النوح من رکبها فنجاه**۔ میرے اہلبیت کی مثال سفینہ نوح کی طرح جو اس میں سوار ہو گیا، نجات پا گیا اور جو سوار ہونے سے رہ گیا وہ غرقاب ہو گیا، ہلاک ہو گیا۔

اہلبیت سے محبت رکھنے میں تیسرا فائدہ گمراہ ہونے سے بچ جاتا ہے۔حضور نے فرمایا :انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ و عترتی۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جانے والا ہوں۔کتاب اللہ اور میری عترت اہل بیت، ان دونوں کو تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔اہلبیت سے محبت رکھنے میں چوتھا اور سب سے بڑا فائدہ، حضور کی رضا خوشنودی اور قرب کا نصیب ہونا ہے اور یہ ایسی دولت ہے جس سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں۔فرمایا: **من احبنی و احب ھٰذین و اباھما و امھما کان معی درجتی فی الجنۃ۔** جو مجھ سے محبت رکھتا ہے اور ان دونوں سے (حسن اور حسین) اور ان کے والد سے اور ان کی والدہ سے وہ جنت میں میرے ہمراہ میرے درجے میں ہوگا۔

تمام اہلبیت میں حضورِ اقدس ﷺ سب سے زیادہ محبت حسنین کریمین سے تھی۔ آپ فرماتے یہ دنیا میں میرے پھول ہیں، یہ نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں، سیدہ سے فرماتے میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ، پھر آپ انہیں سونگھتے، پیار کرتے اور چمٹا لیتے اگر ان میں سے کوئی حالت سجدہ میں آپ پر سوار ہو جاتا تو سجدہ کو طول دے دیتے، اگر رکوع میں ہوتے اور ان میں سے کوئی آتا تو پاؤں کشادہ کر دیتے کہ وہ گزر جائے۔خطبہ دیتے وقت ان میں سے کسی کو آتا دیکھتے تو خطبہ چھوڑ کر انہیں اٹھا لیتے۔حضور کو ان کی ذرا سی تکلیف بھی گوارہ نہ تھی۔اگر گھر سے ان کے رونے کی آواز آتی تو سیدہ خاتون جنت سے فرماتے انہیں رونے نہ دیا کرو کہ ان کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

عظمت حسین صحابہ کی نظر میں:

ان دونوں میں حضور کو زیادہ پیارے امام حسین تھے۔یہ وہ حسین ہیں جن کی خاطر حضور نے اپنا بیٹا ابراہیم قربان کر دیا۔یہ وہ حسین ہیں جن سے محبت رکھنے والا حضور کو محبوب ہے۔اسی بنا پر تمام صحابہ حسنین کریمین سے محبت رکھتے، ان کی فضیلت کا اقرار کرتے، انہیں اپنی اولادوں پر ترجیح دیتے اور بعض تو بوقت انتقال اپنا ترکہ ان کے نام کر دیتے۔سیدنا صدیق اکبر انہیں اپنی گود میں اٹھاتے، پیار کرتے اور ان سے بڑی نرمی و محبت سے گفتگو کرتے۔حضرت عمر ہمیشہ انہیں اپنی اولاد پر ترجیح دیتے۔حضرت عثمانِ غنی کا باغیوں سے دفاع کرنے کے لئے حضرت علی نے حسنین کریمین کو عثمان غنی کے گھر کے دروازے پر تعینات کیا اور ان کی سخت مزاحمت کے سبب باغی گھر کے دروازے سے داخل نہ ہو سکے

مفسر قرآن حضرت عبد اللہ ابن عباس ان کے کپڑے درست کرتے ، ان کی سواریوں کی رکاب تھامتے ۔حضرت ابو ہریرہ جیسے جلیل القدر صحابی امام حسین کے گرد آلود قدموں سے مٹی، اپنے ہاتھ سے صاف کرتے ۔امام حسین انہیں روکنے کی کوشش کرتے تو وہ کہتے، مجھے ایسا کرنے دیں بخدا اگر لوگوں کو وہ معلوم ہو جائے جو میں جانتا ہوں تو لوگ آپ کو اپنے کندھوں پر اٹھائے اٹھائے پھریں۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ کے راستے میں امام حسین کا ابن مطیع کے پاس سے گزر ہوا۔اس نے عرض کیا اے ابن رسول اللہ میرے کنوئیں میں پانی بہت کم ہے میری ساری تدبیریں بیکار ہوگئیں آپ ہمارے لئے برکت کی دعا فرمائیں۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنوئیں کا پانی منگوایا اور اس میں کلی کر کے فرمایا اسے کنوئیں میں ڈال دو پانی ڈالتے ہی کنوئیں میں پانی ابل پڑا اور پہلے سے زیادہ میٹھا اور شیریں ہو گیا۔

میراث فقر:

حضورِ اقدس ﷺ ذات بابرکات سے صحابہ کرام نے جن صفات و کمالات کو فرداً فرداً حاصل کیا وہ تمام کمالات امام عالیمقام کی ذات والا صفات میں مجتمع نظر آتے ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر کا صدق، حضرت عمر کی فراست، حضرت عثمان غنی کا استغنا، حضرت علی کی شجاعت، سرِ مصطفی حضرت حذیفہ یمانی کے اسرار اور سیدہ فاطمۃ الزہرا کا فقر۔غرض کہ امام عالیمقام کی ذات مقدسہ رسول اللہ ﷺ کے جملہ کمالات و اوصاف کی آئینہ نظر آتی ہے۔امامِ عالیمقام کا کردار آپ کے اعلیٰ نسب اور خاندانِ نبوت کا حقیقی وارث ہونے کی گواہی ہے ۔حضور اقدس ﷺ اور سیدہ فاطمۃ الزہرا سے میراثِ فقر کا کامل حصہ، امام عالیمقام کو نصیب ہوا۔روحِ فقر کامل طور پر آپ کی ذات مقدسہ میں جلوہ گر ہے۔

امام عاشقاں:

آپ فقراء کے سردار اور تمام عاشقوں کے امام ہیں۔

آں امام عاشقاں، پورِ بتول   سردے آزادے دبستانِ رسول

اور آپ کا ایسا عالیشان ہونا، امام عاشقاں ہونا سیدہ فاطمہ کی تربیت کا نتیجہ ہے

مادرِ آں مرکز پرکارِ عشق	مادرِ آں قافلہ سالارِ عشق
سیرتِ فرزندہا از امہات	جوہرِ صدق و صفا از امہات
آں ادب پروردہ صبر و رضا	آسیا گرداں و لب قرآں سرا
درنوائے زندگی سوز از حسین	اہل حق حریت آموز از حسین
مزرعِ تسلیم را حاصل بتول	مادراں راہ اسوہ کامل بتول

روحِ فقر درحقیقت ایک ایسا رشتہ ہے جو ازل سے ابد تک تمام عاشقانِ حق کو ایک ربط میں باندھے ہوئے ہے، جس کا مرکز ذاتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہے اور اس رشتہ کا تانا بانا حضرت علی، سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین کی ذواتِ مقدسہ سے جڑا ہوا ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ کوئی عاشقِ رسول ہونے کا دعویٰ کرے اور آپ کے اہلبیت سے محبت نہ رکھے۔ فقر کی رو سے یہ ایک ایسی وحدت ہے جس کے ایک جز کی محبت دوسرے کی محبت سے جدا نہیں۔ پنجتن پاک کی محبت ہی عشقِ حقیقی اور کامل ایمان کی علامت ہے۔ ان برگزیدہ ہستیوں کی محبت کے توسط سے اور ان سے تعلق استوار کر کے ہی معرفت اور قربِ الٰہی ممکن ہے۔

عاشقانِ حق کے امام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ، جنہوں نے عشق کے انتہائی مقام پر پہنچ کر ماسوا کی قید سے رہائی حاصل کر لی اور اللہ عزوجل سے اپنا پیمانِ وفا نبھانے، امانتِ فقر کی حفاظت اور مغفرتِ امت کی خاطر آپ نے میدان کربلا میں اپنے اصحاب وعیال کو، عزیز واقرباء کو راہِ حق میں قربان کر کے اپنی جان بھی راہِ وفا میں لٹا دی اور اپنا سب کچھ قربان کر کے دینِ اسلام کے اصولوں اور اسلام کی عزت و حرمت کو بچا لیا۔

سرخرو عشقِ غیور از خونِ او	شوخیِ ایں مصرع از مضمونِ او

غیرت مند عشق، امام حسین کے خون سے سرخرو ہوا اور عشق کے باب کی تمام تر خوبصورتی ان کے مضمون سے ہے۔ غیرتِ عشق کبھی گوارا نہیں کرتی کہ وہ باطل پرست قوتوں کے سامنے جھکے۔ امام عالیمقام نے اپنے خون کی سرخی سے عشق کو طاقت اور سرخروئی عطا کر کے ہمیشہ کے لیے عشق کو بلند ترین مقام کا حامل بنا دیا۔

ذکرِ شہادت:

اور سبب اس عظیم سانحہ کا یوں بنا کہ امیر معاویہ نے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے طے کئے گئے معاہدے اور خلفائے راشدین کے طریقے کے برخلاف اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ ۶۰ھ رجب کی ابتداء میں امیر معاویہ کا انتقال ہو گیا۔ یزید نے تخت پر بیٹھتے ہی حاکم مدینہ ولید بن عتبہ کو حکم بھیجا کہ مدینہ کی اکابر شخصیات کو بیعت پر مجبور کیا جائے، کچھ صحابہ نے رخصت پر عمل کرتے ہوئے یزید کی بیعت کر لی۔

رخصت وعزیمت:

اگر کوئی ظالم بادشاہ کسی مومن ومسلمان سے یہ کہے کہ مجھے سجدہ کرو وگرنہ تجھے قتل کروا دوں گا۔ یہاں اسلام نے اجازت دی ہے کہ جان بچانے کے لیے دل میں نیت نہ رکھتے ہوئے بادشاہ کو سجدہ کیا جاسکتا ہے اور یہ رخصت ہے کہ جان بچانے کی خاطر ناپسندیدہ اور غیر شرعی فعل پر، دل میں کراہیت وانکار کرتے ہوئے عمل کرنا۔ رخصت کے مقابلے میں عزیمت ہے کہ کلمہ حق کے اظہار میں راہ حق میں جان ومال کی پروانہ کی جائے، جان دے دی جائے مگر باطل کے آگے سر نہ جھکایا جائے اور یہ اولوالعزم لوگوں کا کام ہے۔ سیدنا بلالِ حبشی پر ظلم کی انتہاء کی گئی مگر وہ اعلائے کلمۃ الحق سے باز نہ آئے۔ سعید بن جبیر کی گردن پر کلہاڑا رکھ دیا گیا حجر بن عدی کو شہید کر دیا گیا مگر انہوں نے حضرت علی پر تبرا بھیجنے کے بجائے ان کی تعریف وتوصیف کی۔ امام نسائی کو ڈنڈے مار مار کر شہید کر دیا گیا۔ مگر وہ شیرِ خدا کی ثناء وتعریف سے باز نہ آئے۔ بعض نادان لوگ جو رخصت وعزیمت سے ناواقف ہیں اکابر صحابہ پر تنقید کرتے ہیں کہ عبداللہ ابن عمر نے یزید کی بیعت کر لی تھی، عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے رخصت پر عمل کیا۔ عمر بن سعد کے فعل پر ان کے والد حضرت سعد بن ابی وقاص، جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، کو مطعون نہیں کیا جاسکتا۔ اس قسم کی باتیں کرنے والے ذرا اس بات پر بھی غور کریں کہ شمر، جس نے امام عالیمقام کو شہید کیا، کون تھا؟ یہ حضرت علی کا سالا اور حضرت عباس علمدار کا ماموں تھا تو کیا ماموں کے اس ظلم کے سبب بھانجے پر انگلی اٹھائی جاسکتی ہے؟ ہر گز نہیں۔ تو رخصت اور ہے عزیمت اور ہے تمام جوانانِ جنت کے سردار رخصت پر کیسے عمل کر سکتے تھے اگر امام حسین بھی رخصت پر عمل کر لیتے تو دین میں فساد اور بگاڑ پیدا ہو جاتا دین کی اصل شکل مسخ ہو جاتی۔ یزید کی حقانیت ثابت ہو جاتی۔ آپ نے **صراط الذین انعمت علیھم** اور **غیر المغضوب علیھم**

ولا الضالین میں فرق واضح کر دیا۔ اپنی اور اپنے اہل وعیال، عزیز و اقرباء دوست احباب کی قربانی دے کر اسلام کو حیاتِ نو بخش دی۔

سر داد، نہ داد دست در دستِ یزید حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسین

امام عالیمقام، یزید کے فسق و فجور کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر چکے تھے۔ یزید امیر معاویہ کے زمانے میں ایک بار مدینہ آیا اور مدینہ کے باہر خیمہ زن ہو گیا۔ امام حسین اس کے احوال دیکھنے تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ شراب کا دور چل رہا ہے۔ یزید نے امامِ پاک کو دیکھ کر غلام کو اشارہ کیا کہ ایک پیالہ انہیں بھی دو۔ امام حسین نے فرمایا یہ اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک حرام ہے۔ یزید نے کہا اے ابوعبداللہ یہ باتیں چھوڑ و اور زندگی کا لطف اٹھاؤ۔ امام عالیمقام یہ سن کر وہاں سے واپس آ گئے۔ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آپ کس طرح ایک فاسق و فاجر کی بیعت کر سکتے تھے اور اگر آپ بھی اس کی بیعت کر لیتے تو پھر اسلام کا شیرازہ بکھر جاتا، پھر ہر فاسق و فاجر کی بیعت کرنے میں کوئی قباحت نہ ہوتی۔ وہ دین جس کی خاطر آپ کے نانا نے ہر طرح کی قربانی دی، عظیم صعوبتوں کو برداشت کیا، مٹ جاتا۔ امامِ عالی مقام یہ کبھی بھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے آپ نے بیعت سے انکار کر دیا۔ حاکم مدینہ کی طرف دباؤ بڑھتا گیا تو آپ اپنے خاندان کو لے کر ۲۸ رجب کو مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔

مکہ روانہ ہونے سے قبل امام عالیمقام نانا جان کے روضہ اقدس پر حاضر ہوئے، وہاں دیر تک نوافل پڑھتے رہے پھر آپ نے دعا کی کہ یا اللہ مجھ پر وہ امر کھول دے جس میں تیری رضا ہے۔ دعا مانگ کر حضور کی تربتِ پاک سے سر ٹکا کر سو گئے۔ خواب میں حضورِ اقدس ﷺ تشریف لائے اور امامِ پاک کو اپنے سینے سے لگا لیا، آپ کے ماتھے کو بوسہ دیا پھر فرمایا: فداک امی و ابی: اے حسین تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہوں میں دیکھ رہا ہوں کہ میری امت کے کچھ لوگ تجھے بھوکا پیاسا شہید کر دیں گے اور اس حال میں وہ میری شفاعت کے طلبگار ہوں گے مگر میری شفاعت ان کو نہ پہنچے گی۔ قربان جائیے حضور کی امام عالیمقام سے محبت کے، تمام صحابہ حضور پر اپنے ماں باپ فدا کرتے ہیں حضور سے مخاطب ہوتے ہوئے فداک امی و ابی یارسول اللہ۔ آپ پر میرے ماں باپ قربان، فرماتے ہیں اور کیا شان ہے سیدنا امام حسین کی اور کسی عظیم، انمٹ اور ماورائے گماں محبت ہے

جناب رسالت مآب ﷺ اپنے اس محبوب نواسے سے کہ ان پر حضور اپنے ماں باپ نچھاور کررہے ہیں۔ یہ انتہائے محبت ہے، اسے الفاظ میں کوئی کیا بیان کرے۔ امام عالیمقام بیدار ہوئے، امرِ حق منکشف ہو چکا تھا، آپ اہل خانہ کو لے کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

مکہ معظّمہ میں آپ نے چار ماہ قیام فرمایا اس دوران کوفہ سے خطوط آنا شروع ہو گئے جس میں آپ سے مطالبہ کیا گیا کہ آپ کوفہ تشریف لائیں۔ آپ نے حالات کا جائزہ لینے کے لیے اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا۔ امام مسلم کے ہاتھ پر ہزاروں کوفی بیعت ہو گئے مگر ابن زیاد کے گورنر کوفہ بنتے ہیں تمام کوفی منحرف ہو گئے۔ ۸ ذی الحجہ ۶۰ھ کو امام حسین ۱۸۲ افراد کے ہمراہ مکہ سے کوفہ کے لیے روانہ ہوئے۔ اکابر صحابہ جن میں حضرت عبد اللہ ابن عباس، عبد اللہ ابن عمر، حضرت جابر حضرت ابو سعید خدری شامل تھے، انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو روکنے کی بہت کوشش کی، انہیں اہل کوفہ کی حضرت علی سے بے وفائی یاد دلائی مگر امام حسین نے فرمایا میں نے اپنے نانا جان سے ایک وعدہ کیا ہوا ہے اور وہ وعدہ میں نے پورا کرنا ہے۔ میں سب کچھ جانتے ہوئے بھی کوفہ جاؤں گا۔ لوگوں نے کہا، ٹھیک ہے آپ جائیں مگر اہل خاندان اور ان چھوٹے بچوں کو ساتھ نہ لے جائیں۔ آپ نے فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ ان سب کو ساتھ لے کر جاؤں۔ چنانچہ آپ روانہ ہوئے۔ راہ میں فرزوق شاعر ملا، امام عالیمقام نے اس سے اہل کوفہ کا حال دریافت کیا۔ فرزوق نے عرض کیا ان کے قلوب آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ۔ آگے چلے تو عبید اللہ بن مطیع سے ملاقات ہوئی۔ اس نے بڑے اندیشے ظاہر کیئے اور مصر ہوا کہ امام یہ سفر ترک کر دیں۔ امام عالیمقام نے فرمایا : لن یصیبنا الا ما کتب اللّٰہ لنا۔ ہمیں وہی مصیبت پہنچ سکتی ہے جو خداوند عالم نے ہمارے لئے مقرر فرما دی۔ اثنائے راہ آپ نے اپنے ساتھی قیس کو حالات کا جائزہ لینے کے لیے کوفہ بھیجا تو انہیں ابن زیاد کے سپاہیوں نے پکڑ لیا۔ قیس کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو ابن زیاد نے کہا تمہارے بچنے کی صرف ایک صورت ہے وہ یہ کہ اس عمارت کی چھت پر جا کر سب لوگوں کے سامنے حضرت علی اور ان کی آل پر سب وستم کرو۔ قیس نے کہا ٹھیک ہے انہیں چھت پر لے جایا گیا آپ نے لوگوں سے خطاب کیا حضرت علی اور ان کی اولاد کے فضائل ومناقب بیان

کئے پھر ابن زیاد پر اور یزید پر لعنت کی۔ اس عزیمت پر حضرت قیس کو عمارت کی چھت سے گرا کر شہید کر دیا گیا۔

ادھر امام حسین جب قادسیہ پہنچے تو آپ کو مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی۔ اب پیش آنے والے معاملات صاف نظر آ رہے تھے آپ نے ساتھ شامل ہونے والے لوگوں سے کہا، تم میں سے جو بھی واپس جانا چاہے جا سکتا ہے، راہ میں شامل ہونے والے کچھ لوگ واپس لوٹ گئے اور آپ کے ہمراہ مکہ مکرمہ سے ساتھ آنے والے لوگ رہ گئے۔

بالآخر ۲ رمحرم الحرام کو آپ کربلا پہنچے یہاں حر بن یزید ریاحی ایک ہزار سواروں کے ساتھ موجود تھا۔ اسے ابن زیاد نے اس غرض سے بھیجا تھا کہ امام پاک کی واپسی کا راستہ تنگ کر دیا جائے۔ امام عالیمقام نے اسے وہ خطوط دکھائے جو اہل کوفہ نے آپ کو لکھے تھے۔ آپ نے فرمایا اگر اہل کوفہ اپنے وعدے پر قائم ہیں تو میں تمہارے شہر کو چلتا ہوں اور اگر تم میری آمد کو ناپسند کرتے ہو تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ اس دوران نمازوں کے اوقات میں حر آپ کے پیچھے نمازیں ادا کرتا رہا (اور اسی سبب اسے حق کی خاطر امام حسین کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہونا نصیب ہوا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ **لا یشقی جلیسھم**۔ اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنے والا، ان کی مجلسوں میں آنے والا شقی نہیں رہتا پھر اس کی شقاوت سعادت میں بدل جاتی ہے یہ اہل اللہ کا فیضان صحبت ہے تو امام عاشقاں کے پیچھے نماز ادا کرنے والا کیسے شقی رہ سکتا تھا۔ حر کی ازلی شقاوت، امام عالیمقام کی ذراسی صحبت اور ہم نشینی سے سعادت میں بدل گئی) حر نے کہا اے امام آپ مجھ سے بات چیت کا سلسلہ اسی طرح جاری رکھیں اور رات کی تاریکی میں خاموشی سے واپس لوٹ جائیں۔ صبح میں ابن زیاد سے کہہ دوں گا کہ آپ کوئی اور راہ اختیار کر گئے ہیں۔

رات کو امام عالی مقام واپسی کے لیے روانہ ہوئے، ساری رات چلتے رہے جب صبح ہوئی تو دیکھا اسی مقام پر ہیں جہاں سے چلے تھے۔ یہ درحقیقت تقدیر تھی۔ جو آپ کے لوٹ جانے میں مانع ہوئی۔ آپ نے لوگوں سے پوچھا اس جگہ کا نام کیا ہے تو بتایا گیا۔ ''کربلا'' ۔آپ نے خیمے لگا دینے کا حکم دیا، فرمایا یہ کرب و بلا کا مقام ہے، یہی جگہ ہماری سواریوں کے بیٹھنے کی ہے، یہی جگہ ہمارے مردوں کے قتل ہونے کی ہے اور یہی جگہ خداوند قدوس کے امر کے پورا ہونے کی ہے۔

کسی نے جب وطن پوچھا تو یہ حضرت نے فرمایا
مدینے والے کہلاتے تھے اب ہیں کربلا والے
ہزاروں میں بہتر تن تھے تسلیم و رضا والے
حقیقت میں خدا ان کا تھا اور یہ تھے خدا والے

۳/محرم الحرام ۶۱ھ عمر بن سعد بن ابی وقاص چار ہزار سواروں کا لشکر لے کر آ گیا۔ اس کے لشکریوں کی بڑی تعداد ان لوگوں پر مشتمل تھی جنہوں نے امام حسین کو خطوط بھیجے تھے۔ عمر بن سعد کے قاصد کو آپ نے ساری بات بتائی، وہ خطوط دکھائے اور تجویز پیش کی کہ یا تو میں جہاں سے آیا ہوں وہیں مجھے واپس جانے دیا جائے یا تبلیغ دین اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے کسی سرحد پر جانے دیا جائے یا پھر دمشق میں یزید کے پاس جانے دیا جائے تا کہ آپ یزید سے براہِ راست بات کر سکیں۔

عمر بن سعد نے ساری بات ابن زیاد کو لکھ بھیجی مگر وہاں سے ایک ہی مطالبہ تھا کہ حسین کو بیعت پر راضی کرو، ورنہ ان پر اور ان کے ساتھیوں پر پانی بند کر دو۔ چنانچہ ۷/ محرم الحرام سے آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر پانی بند کر دیا گیا۔

امام حسین اور عمر بن سعد میں کئی ملاقاتیں ہوئیں، معاملات طے پائے، عمر بن سعد نے دوبارہ تفصیل ابن زیاد کو لکھی مگر ابن زیاد نے شمر ذی الجوشن کو اس تقاضہ کے ساتھ بھیجا کہ امام حسین ابن زیاد کا حکم مانتے ہوئے اس کے پاس آ جائیں بصورت دیگر انہیں قتل کر دیا جائے۔ ابن زیاد نے شمر سے کہا کہ عمر بن سعد اگر میرے حکم کی اطاعت کرے تو تم اس کی اطاعت کرنا ورنہ تم سالارِ لشکر ہو، امام حسین کو قتل کر دینا۔ نیز اس نے عمر بن سعد کو لکھا کہ میں نے تمہیں حسین کے پاس اس لئے نہیں بھیجا کہ تم انہیں چھوڑ دو، یا ان پر احسان کرتے رہو اور میرے پاس حسین کی سفارش کرتے رہو، اگر حسین اور ان کے ساتھی یزید کی بیعت پر تیار ہوں تو انہیں میرے پاس بھیج دو اگر وہ انکار کریں تو ان سے جنگ کرو، ان کا مثلہ کرو کہ وہ اسی کے مستحق ہیں۔ اگر تم نے میرے احکام کی تعمیل کی تو انعام کے مستحق ہو گے وگرنہ ہمارے لشکر کی سالاری سے علیحدہ ہو جاؤ، پھر شمر سالارِ لشکر ہوگا۔ یہ خط پا کر عمر بن سعد نے لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور امام عالی مقام کو ابن زیاد کے خط کے مضمون کی اطلاع دے دی۔ امامِ عالیمقام نے صبح تک کی مہلت طلب فرمائی۔ پھر آپ نے اپنے ساتھیوں

کو جمع کیا اور فرمایا میں تم سب سے راضی ہوں۔ یہ لوگ میرے خون کے پیاسے ہیں، میرے خون سے ہی ان کی پیاس بجھے گی۔ میں تم سب کو بخوشی اجازت دیتا ہوں کہ اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ آپ کے ساتھی، جانثارانِ حسین یہ سن کر رونے لگے اور کہنے لگے اگر آج اس حال میں آپ کا ساتھ چھوڑ گئے تو کل آپ کے نانا کو کیا منہ دکھائیں گے، کس منہ سے ان کی شفاعت کے طلبگار ہوں گے۔ ہم کبھی بھی واپس نہ جائیں گے یہاں تک کہ آپ پر اپنی جانیں نچھاور کر دیں۔ آپ نے فرمایا تو جاؤ جا کر رات عبادت میں گزار دو۔ رات بھر آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ عبادتِ الٰہی، تلاوت اور تضرع وزاری میں مشغول رہے۔ آخر شب ذرا سی آنکھ لگی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضورِ اقدس ﷺ نے آپ کو اپنے سینہ سے لگا کر دعا فرمائی : **اللّٰھم اعط الحسین صبراً وّ اجراً**۔ اے اللہ! حسین کو صبر اور اجر عطا فرما۔ آپ ﷺ نے یہ دعا فرما کر امام عالیمقام کے سینہ مبارک کو صبر کا گنجینہ بنا دیا امام حسین نے بیدار ہو کر اہل خانہ اور رفقاء کو یہ خواب سنایا۔

بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شبِ عاشور ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا میدانِ کربلا میں کنکر اور پتھر چن رہی ہیں۔ انہوں نے عرض کیا یہ آپ کیا کر رہی ہیں فرمایا کل یہاں میرے حسین کو شہید کیا جائے گا، میں ان کنکروں اور پتھروں کو چن رہی ہوں تا کہ حسین کو ان کے چبھنے کی تکلیف نہ ہو۔ ہائے کیسے سیدہ خاتونِ جنت نے اپنے اس نازنین کے جسم مقدس کو نیزوں اور تیروں سے چھلنی ہوتے ہوئے دیکھا ہوگا۔

یوم عاشور، بروزِ جمعہ، بعد نمازِ فجر طبلِ جنگ بج گیا۔ امام عالیمقام نے حجت قائم کرنے کے لئے کوفیوں سے خطاب کیا۔ اپنے شرف کی، اولادِ رسول ہونے کی نشاندہی کی اور انہیں اس ظلم سے باز رہنے کی تاکید و نصیحت کی۔ آپ نے اپنے خطاب میں فرمایا۔

"اے بدبختو! تم کس کے جگر پارے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہو، تم کس کے ساتھ جنگ کرنا چاہتے ہو؟ میں اسی رسول کا نواسہ ہوں جس کا تم کلمہ پڑھتے ہو۔ مجھے اسی رسول نے اپنا بیٹا کہا جس کے امتی ہونے کا تم دعویٰ کرتے ہو۔ میں اسی ماں کا بیٹا ہوں جس کو رسول اللہ نے اپنے جگر کا ٹکڑا کہا۔ وہ جو سیدۃ النساء العالمین ہیں۔ میں انہیں شیرِ خدا

علی المرتضیٰ کا دلبند ہوں جن کو دنیا اپنا روحانی پیشوا مانتی ہے۔ میں وہی حسین ہوں جس کو حضور نے اپنی خوشبو فرمایا تھا۔ میں وہی حسین ہوں جس کو تم نے سینکڑوں خطوط لکھ کر بلوایا تھا۔ کیا یہی حقِ میزبانی ہے جو تم ادا کر رہے ہو؟ اب بھی وقت ہے دنیا کے مال کی ہوس چھوڑ دو، اپنے کئے پر نادم ہو جاؤ، اب بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے ورنہ قیامت کے روز میرے اور میرے اہل خانہ کے خون کا تمہارے پاس کوئی جواب نہ ہوگا۔ تم دنیا و آخرت میں ذلیل وخوار ہو جاؤ گے۔

کرامات:

آپ کے اس خطاب کے باوجود بد بخت کوفیوں کے دلوں میں کوئی نرمی پیدا نہ ہوئی۔ امامِ عالیمقام نے خیموں کے تین اطراف میں خندق کھدوا کر آگ جلوادی تھی تا کہ تین اطراف سے دشمن نہ آسکے۔ یزیدی لشکر میں سے مالک بن عروہ نے گستاخی سے کہا حسین تم نے وہاں کی آگ سے پہلے ہی اپنے واسطے یہاں آگ روشن کر لی۔ آپ نے فرمایا :**کذبت یا عدو اللہ**۔ آپ کے ساتھی مسلم بن عوسجہ نے اس گستاخ کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت مانگی تو امامِ عالیمقام نے منع کر دیا کہ کسی بھی حال میں ہم نے لڑائی کی ابتداء نہیں کرنی تا کہ جنگ کا وبال دشمنوں پر ہی رہے۔ پھر آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، فرمایا یا اللہ اس بدبخت کو دنیا میں آگ کا مزہ چکھا۔ اچانک مالک بن عروہ کے گھوڑے کا پاؤں ایک سوراخ میں پھنسا جس سے گھوڑا لڑکھڑایا مالک بن عروہ گھوڑے سے گرا مگر اس کا پاؤں رکاب میں ہی پھنسا رہ گیا۔ اس کا گھوڑا اس کو کھینچتا ہوا لے گیا اور اسے خندق میں لگی آگ میں ڈال دیا۔ وہ سب کے سامنے جل کر جہنم رسید ہوا۔

ایک اور گستاخ نے کہا آپ کو پیغمبرِ خدا سے کیا نسبت، امام حسین نے اس کے لیے بھی دعا فرمائی کہ اس بدزبان کو یارب فوری عذاب میں گرفتار کر۔ اس گستاخ کو اسی وقت قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی۔ گھوڑے سے اتر کر ایک طرف بھاگا اور قضائے حاجت کے لئے برہنہ ہو کر بیٹھا اسے ایک سیاہ بچھو نے ڈنک مارا وہ نجاست آلودہ تڑپتا پھڑکتا، رسوائی کے ساتھ تمام لشکر کے سامنے ہلاک ہوا۔

ایک شخص مزنی نے امامِ عالیمقام کے سامنے آکر کہا حسین دیکھو دریائے فرات بہہ

رہا ہے مگر اس میں سے تمہیں ایک قطرہ نہ ملے گا اور تم پیاسے مرو گے۔ آپ نے فرمایا اے اللہ! اس کو پیاسا مار۔ امام کا یہ فرمانا تھا کہ مزنی کا گھوڑا اچھلا مزنی نیچے گرا اور گھوڑا پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑا۔ پیاس کی شدت اس پر غالب ہوئی۔ وہ **العطش العطش** پکارتا تھا مگر جب پانی اس کے منہ سے لگاتے تو ایک قطرہ پی نہ سکتا تھا یہاں تک کہ شدتِ پیاس سے مر گیا۔

یہ کرامات اور امام عالی مقام کی دعاؤں کی ایسی قبولیت دیکھ کر بھی ان ظالموں کو عقل نہ آئی اور انہوں نے تیروں کی بوچھاڑ سے جنگ کی ابتداء کر دی۔ قریب کے گاؤں کے کچھ لوگ آپ کی مدد کے لیے آئے اور اہل بیتِ نبوت پر پروانہ وار نچھاور ہو گئے اور ان لوگوں میں ایک نوجوان وہب بن عبداللہ کلبی تھے۔ اس نوجوان کی سترہ روز قبل شادی ہوئی تھی۔ وہب کی سعادت مند ماں روتی ہوئی اکلوتے بیٹے کے پاس آئی بچپن سے لے کر جوانی تک وہب کی پرورش کے احسانات یاد دلائے پھر کہا کہ اس زندگی پر ہزار تف کہ ہم زندہ رہیں اور سید عالم ﷺ کا لاڈلا فرزند ظلم و جفا کے ساتھ شہید کیا جائے۔ اے میرے لال تو حسین پر نچھاور ہو جا، اپنی جان ان پر فدا کر دے خوش نصیب اور سعادت مند وہب بن عبد اللہ کلبی فوراً تیار ہو گیا اور اپنی نیک بیوی اور برگزیدہ ماں کے ہمراہ فرزند رسول کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے امام میں اپنی جان آپ پر فدا کرتا ہوں، اگر مجھے آپ کے نانا کی شفاعت سے جنت ملی تو میں عرض کروں گا کہ میری بیوی بھی میرے ساتھ رہے، اس بات کا میں نے اس سے عہد کیا ہے۔ پھر وہب امام عالیمقام سے اجازت لے کر میدان میں آیا ادھر اعداء کی طرف سے ایک مشہور بہادر حکیم بن طفیل غرورِ نبرد آزمائی میں سرشار تھا وہب نے ایک ہی حملے میں اس کو نیزے پر اٹھا کر زمین پر دے مارا پھر جو اس کے سامنے آیا اسے خاک و خون میں تڑپا دیا یہ منظر دیکھ کر عمر بن سعد نے حکم دیا کہ اسے چاروں طرف سے گھیرا جائے اور یک بارگی ہر طرف سے حملہ کیا جائے۔ وہب بہادری سے لڑتا ہوا زخموں سے چور زمین پر آ گرا، دشمنوں نے اس کا سر کاٹ کر امام حسین کے لشکر کے سامنے ڈال دیا۔ اس کی ماں بیٹے کے سر کو اپنے منہ سے ملتی اور کہتی تھی اے بہادر بیٹے، تیری ماں تجھ سے راضی ہو گئی۔

امام عالی مقام کے سارے ساتھی بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے اور سینکڑوں کو واصل جہنم کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کر گئے۔ امام عالیمقام نے دشمنوں کے لشکر کے سامنے جا کر پکارا کون ہے جو اس آڑے وقت میں ہماری مدد کو آئے۔ آپ کی یہ پکار حر بن یزید ریاحی کے نکلنے کا سبب بنی دراصل امامِ عالیمقام دیکھ رہے تھے کہ یہ سعید اہل شقاوت میں کھڑا ہے، ہے جنتی، کھڑا دوزخیوں میں ہے۔ امام پاک کی پکار سن کر حر کی زندگی میں انقلاب بر پا ہو گیا، وہ گھوڑے پر سوار بے چین و مضطرب ہو گیا اس کے بھائی مصعب بن یزید نے اس بے چینی کا سبب پوچھا تو کہا ایک طرف جہنم ہے اور ایک طرف جنت ہے اور میں مضطرب ہوں کہ کدھر جاؤں پھر یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی کہ اگر ہو سکے تو جنت ہی کی طرف جانا چاہئے۔

یہ نعرہ حر کا تھا جس وقت فوج شام سے نکلا   کہ دیکھو یوں نکلتے ہیں جہنم سے خدا والے

دوائے درد عصیاں پنجتن کے در سے ملتی ہے   زمانے میں ہیں یہ مشہور، دار الشفا والے

ہزاروں میں بہتر تن تھے تسلیم و رضا والے   حقیقت میں خدا ان کا تھا اور یہ تھے خدا والے

حر نے امام عالیمقام کے پاس آ کر کہا اے ابن رسول اللہ سب سے پہلے میں آپ کو روکنے آیا تھا۔ اب میں آپ کے لشکر میں شامل ہوتا ہوں اس امید پر کہ مجھے آپ کے نانا کی شفاعت نصیب ہو جائے۔ حر کے پیچھے اس کا بھائی مصعب اور اس کا غلام بھی آ گیا اور یہ تینوں بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے متعدد کو تہ تیغ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔

اب سیدنا امام حسین کے خاندان کے لوگ رہ گئے تھے۔ آپ کے بھائی، بھانجے، بھتیجے، بیٹے سب یکے بعد دیگرے بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے اور بے شمار دشمنوں کو واصلِ جہنم کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ کے نانا کا کلمہ پڑھنے والے ان نام نہاد مسلمانوں نے انتہائی سفاکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے چھ ماہ کے پیاسے علی اصغر کو بھی تیر مار کر شہید کر دیا۔ امام عالیمقام نے علی اصغر کی شہادت پر آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا یا اللہ اگر تو اس بات پر راضی ہے تو حسین بھی اس پر

راضی ہے۔آپ ایک ایک فرد کے جسد کو میدانِ کارزار سے اٹھا کر لاتے۔صرف ایک لڑکا علی بن حسین المعروف امام زین العابدین باقی رہ گیا۔ یہ سخت بیمار تھے مگر ہتھیار لے کر مقابلے کے لئے جانا چاہا تو امام عالی مقام نے روک دیا فرمایا تم کسی سے نہ لڑو گے کہ میری نسل تم سے جاری ہوگی اگر تم بھی شہید ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ یہ نسلِ پاک منقطع ہو جائے گی۔ پھر امام پاک نے منصب امامت، باطنی امانتیں، باطنی خلافت، قطبیت، غوثیت کا مرتبہ انہیں منتقل کیا۔

شہادتِ عظمیٰ:

بالآخر راکب دوشِ مصطفی سید الشہداء امام عالیمقام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ میدان میں جانے کے لیے تیار ہوئے آپ کی بہنوں حضرت زینب وکلثوم نے آپ کو رخصت کیا۔ رخصت ہوتے ہوئے آپ فرما رہے تھے۔

اللہ پہ چھوڑا تمہیں اے زینب وکلثوم — اماں کے ہے صبر کا شیوہ تمہیں معلوم
ہوں لاکھ ستم، رکھنا نظر اپنی خدا پہ — اس جرم کا انصاف ہے اب روزِ جزا پہ

ادھر سیدہ زینب فرما رہی تھیں:

اے اہل جہاں آج کے دن کرلو زیارت — پھر تم کو نظر آئے گی نہ یہ کبھی صورت
ڈھونڈو گے تو شبیر سا آقا نہ ملے گا — پھر تم کو پیمبر کا نواسہ نہ ملے گا

شیرِ خدا علی المرتضیٰ کے اس دلبند نے میدانِ کارزار میں بہادری کے ایسے جوہر دکھائے کہ دشمنوں کے لشکر پر ہیبت طاری ہوگئی۔ کسی کو مدمقابل آنے کی تاب نہ تھی، باوجود اس کے کہ آپ تین روز سے بھوکے اور پیاسے تھے۔ تاریخ طبری جلد چہارم میں عمر بن سعد کے ایک لشکری عبد اللہ بن عمار کا بیان ہے کہ میں اپنی برچھی تان کر حسین کی طرف اتنا قریب ہوا کہ اگر چاہتا تو برچھی مار دیتا مگر میں نے دل میں کہا کہ میں کیوں انہیں قتل کروں، میں پیچھے ہٹ گیا، میں نے دیکھا کہ امام حسین کے دائیں اور بائیں جو پیادے نرغہ کئے ہوئے تھے انہوں نے آپ پر حملہ کیا۔ امام حسین نے دائیں طرف کے پیادوں پر حملہ کر کے سب کو منتشر کر دیا۔ آپ عمامہ باندھے ہوئے تھے اور خز کا قمیض گلے میں تھا۔

اللہ کی قسم کسی ایسے بے کس اور بے بس کو جس کی اولاد، خاندان والے اور ساتھی سب کے سب قتل ہو چکے ہوں، اس دل سے، اس حواس سے اور ایسی جرأت سے لڑتے ہوئے میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ واللہ نہ ان سے پیشتر، ان کا مثل دیکھنے میں آیا نہ ان کے بعد۔ آپ کے دائیں بائیں لوگ یوں بھاگ رہے تھے جیسے شیر کے حملے سے بکریاں بھاگتی ہیں۔ اسی حالت میں ان کی بہن زینب بنتِ فاطمہ خیمے سے نکل آئیں۔ واللہ ان کے کان کے ہلتے بندے اب تک میری نگاہ میں ہیں۔ وہ کہہ رہی تھیں ہائے آسمان زمین پر پھٹ کیوں نہیں پڑتا۔ عمر بن سعد اس وقت حسین کے قریب آیا تو زینب کہنے لگیں اے ابن سعد حسین قتل ہو رہے ہیں اور تو دیکھ رہا ہے! میں نے دیکھا کہ ابن سعد کے آنسو نکل آئے اور داڑھی تک بہہ گئے پھر اس نے زینب کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اس کے بعد اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر کر تیروں اور نیزوں کی بوچھار کر دی، صدہا زخم کھا کر محبوبِ رب العالمین کا یہ محبوب زخموں سے چور، پیاس سے نڈھال زمین پر گر گیا، ظالموں نے حالت سجدہ میں آپ کو شہید کر دیا۔ شہادت پانے سے قبل آپ کے یہ الفاظ تھے۔ اے اللہ! حسین نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اب تو بھی اپنا وعدہ پورا فرما اور میرے نانا کی امت کو بخش دے۔

نقش الا اللہ بر صحرا نوشت	سطرِ عنوانِ نجاتِ مانوشت
تار ما از زخمہ اش لرزاں ہنوز	تازہ از تکبیر او ایماں ہنوز
اے صبا اے پیکِ دور افتادگاں	اشکِ ما بر خاکِ پاکِ او رساں

آپ کی شہادت پر زمین و آسمان روئے، آسمان سرخ ہو گیا، ہوا میں جنات نے نوحہ خوانی کی، آفتاب کو گرہن لگا اور ایسی تاریکی چھائی کہ دن میں تارے نظر آنے لگے۔ اس روز بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے سرخ خون پایا جاتا۔ واقعہ شہادت کے بعد دنیا میں تین دن تک اندھیرا رہا۔ یزیدی فوجوں نے امامِ پاک کے اونٹوں کو ذبح کر کے کھانا پکایا تو گوشت زہر کی طرح کڑوا ہو گیا جسے وہ حلق سے نیچے نہ اتار سکے، آسمان سے خون کی بارش ہوئی، یزیدیوں کی ہر شئے خون سے لبریز ہو گئی۔ جس جس نے امام حسین کو شہید کیا ان کو دنیا میں ہی عذاب میں مبتلا ہونا پڑا وہ یا تو قتل ہوئے یا ان کے چہرے سیاہ

پڑ گئے، مسخ ہو گئے۔

غم واندوہِ رسول:

اس دردناک سانحہ سے حضور کو کس قدر اذیت ہوئی ہوگی اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگانے کی کوشش کریں جسے سید عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ کاشف البجیر ہ نے ایک سید کو مارا تو اسے اسی رات اس حال میں حضور کی زیارت ہوئی کہ آپ ﷺ اس سے اعراض فرمارہے تھے۔ اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میرا کیا گناہ ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا تو مجھے مارتا ہے حالانکہ میں قیامت کے دن تیرا شفیع ہوں۔ اس نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے آپ کو کب مارا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو نے میری اولاد کو نہیں مارا؟ تیری ضرب میری ہی کلائی پر لگی پھر آپ ﷺ نے اسے اپنی کلائی دکھائی جس پر ورم تھا جیسے کسی شہد کی مکھی نے ڈنک مارا ہو۔ جب ایک سید کو مارنے پر حضور کو اس قدر تکلیف ہوئی تو آنجناب کے اپنے گھرانے کے قتل عام پر اپنے سب سے پیارے سب سے لاڈلے محبوب سیدنا حسین کے تیروں اور نیزوں سے چھلنی ہونے پر حضور پر کیا بیتی ہوگی۔ اس کا اندازہ محال ہے۔

ام المؤمنین ام سلمہ کو خواب میں حضور ﷺ زیارت ہوئی دیکھا کہ آپ کے سرِ اقدس اور ریشِ اقدس پر گرد و غبار ہے۔ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا حال ہے فرمایا ابھی امام حسین کے مقتل سے آرہا ہوں۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس بھی اسی روز خواب میں حضور کی زیارت سے مشرف ہوئے دیکھا کہ گیسوئے مبارک بکھرے ہوئے غبار آلود ہیں دست مبارک میں خون سے بھرا شیشہ ہے۔ عرض کیا یارسول اللہ یہ کیا حال ہے فرمایا یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے جسے میں صبح سے اٹھا رہا ہوں۔ ابن عباس فرماتے ہیں میں نے اس تاریخ اور وقت کو یاد رکھا جب خبر آئی تو معلوم ہوا امام حسین اسی روز اسی وقت شہید کئے گئے۔

حاکم نے مستدرک میں ابن عباس سے روایت کی کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب سے فرمایا میں نے یحییٰ بن ذکریا کے بدلے ستر ہزار لوگوں کو قتل کیا اور آپ کے نواسے کے قصاص میں ایک لاکھ چالیس ہزار قتل کروں گا۔

شہادت حسین کے بعد ظالموں نے اہلبیت کے خیموں کو آگ لگادی، ان کا سامان لوٹ لیا، اہلبیتِ رسول کو بیڑیاں پہنائیں اور اونٹوں پر سوار کر کے یزید کے پاس دمشق روانہ کیا۔ ایک منزل پر اس قافلے نے قیام کیا وہاں ایک گرجا تھا۔ گرجے کے راہب نے قافلے والوں کو 80 ہزار درہم دے کر امام عالیمقام کے سر اقدس کو ایک رات اپنے پاس رکھا۔ سر اقدس کو غسل دیا، عطر لگایا اور تمام شب ادب و احترام سے سر اقدس کے سامنے ہاتھ باندھ کر روتا رہا اور ان رحمتوں اور انوارِ الٰہی کا مشاہدہ کرتا رہا جو سرِ اقدس پر نازل ہو رہے تھے۔ یہ ادب و محبت اور احترام اس کے اسلام لانے کا موجب بن گیا۔ صبح یزیدیوں نے درہم تقسیم کرنے کے لئے تھیلیوں کو کھولا تو دیکھا کہ سارے درہم مٹی کی ٹھیکریوں میں تبدیل ہو گئے تھے ان کے ایک طرف لکھا تھا : **ولا تحسبن اللہ غافلاً عما یعمل الظالمون۔** اللہ کو ظالموں کے کردار سے غافل نہ جانو۔'' ٹھیکریوں کے دوسری جانب لکھا تھا : **وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔** عنقریب ظلم کرنے والے جان لیں گے کہ کس کروٹ بیٹھے ہیں۔

سات سو میل طویل سفر پابہ زنجیر اونٹوں کی ننگی پشت پر طے کر کے یہ قافلہ دمشق پہنچا۔ لوگوں میں پہلے سے منادی کر دی گئی کہ کچھ قیدی اور باغی لوگوں کا قافلہ آرہا ہے۔ لوگ انہیں دیکھنے کے لیے چھتوں اور راستوں پر کھڑے ہو گئے ابن عسا کر نے منہال بن عمرو سے روایت کی، وہ کہتے ہیں اللہ کی قسم میں نے خود دیکھا کہ جب امام حسین کے سر مبارک کو لوگ نیزے پر لئے جاتے تھے، اس وقت میں دمشق میں تھا۔ سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورۃ کہف پڑھ رہا تھا جب وہ اس آیت پر پہنچا: **ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا۔** ''اصحاب الکہف ورقیم ہماری عجیب نشانیوں میں سے تھے۔'' اس وقت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک نے بزبان فصیح فرمایا : **اعجب من اصحاب الکھف قتلی وحملی۔** ''میرا قتل ہونا اور میرے سر کو لئے پھرنا، اصحابِ کہف کے واقعے سے بھی عجیب تر ہے۔'' جب یہ قافلہ دمشق کے بازار سے گذرا تو ایک گھر سے کسی خاتون نے کچھ کھانے پینے کا سامان، کپڑے اور پیسے سیدہ زینب کو بھیجے۔ سیدہ نے پوچھا یہ کس نے بھیجے ہیں انہیں بلاؤ۔ ایک بوڑھی حبشی خاتون جن کی کمر جھکی ہوئی

تھی لکڑی ٹیکتی ہوئی تشریف لائیں۔ سیدہ زینب نے پوچھا ہم طویل سفر طے کر کے آ رہے ہیں۔ راہ میں ہمیں کسی نے بھی نہ پوچھا، تم نے ہمارے لیے جو اہتمام کیا ہے اس کا کیا سبب ہے۔ بوڑھی خاتون نے کہا مجھے لڑکپن میں سیدہ فاطمہ کی کنیز رہنے کا شرف نصیب ہوا۔ پھر میرے گھر والوں نے دمشق منتقل ہونا چاہا تو میں نے سیدہ سے عرض کیا مجھے کوئی نصیحت کریں۔ سیدہ فاطمہ نے فرمایا اگر کبھی اسیروں کا قافلہ دیکھو تو جو ہو سکے ان کی خدمت کرنا۔ آج جب میں نے شور سنا کہ قیدیوں کا قافلہ آ رہا ہے تو مجھے سیدہ فاطمہ کی نصیحت یاد آ گئی اور مجھ سے جو ہو سکا وہ میں نے کیا۔ سیدہ زینب نے پوچھا تمہاری کوئی خواہش ہے ۔ بوڑھی خاتون نے فرمایا بس ایک خواہش ہے۔ میں نے سیدہ کے گھر میں حسن اور حسین کو چھوٹی عمر میں دیکھا تھا بس یہی خواہش ہے کہ انہیں ایک بار پھر دیکھ لوں۔ سیدہ زینب کے آنسو چھلک پڑے فرمایا تمہاری خواہش پوری ہو گئی وہ دیکھو سامنے نیزے پر حسین کا سر ہے ظالموں نے انہیں بے دردی سے شہید کر دیا اور حسن کو زہر دے کر شہید کروا دیا۔ وہ بوڑھی خاتون زار و قطار روتی ہوئی اس قافلے کے ہمراہ ہو گئی۔ قافلہ یزید کے دربار میں پہنچا ۔ یزید سے دورانِ گفتگو جب اس نے اہلبیت کی شان میں سخت الفاظ کہے تو یہ خمیدہ کمر بوڑھی خاتون تن کر سیدھی کھڑی ہو گئیں اور یزید کو ڈانٹ کر کہا تیری یہ مجال جو رسول اللہ کے گھر والوں کے بارے میں ایسا کہتا ہے۔ یزید نے پوچھا یہ کون ہے؟ اپنے سپاہیوں کو اشارہ کیا کہ ذرا اسے اس گستاخی کا مزہ چکھاؤ۔ سپاہی جیسے ہی اس بوڑھی حبشی خاتون کی طرف بڑھے تو یزید کی فوج کے دربار میں موجود حبشی نوجوانوں نے تلواریں نکال لیں اور کہا خبردار یہ حبشہ کی ماں ہے اگر کسی نے اس کا بال بھی بیکا کیا تو یہاں خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔ یزید نے یہ منظر دیکھ کر اپنے سپاہیوں کو روک دیا۔ ادھر سیدہ زینب مدینہ کی طرف رخ کر کے فرمانے لگیں یا رسول اللہ حبشہ کی عورت کے اتنے طرفدار اور آپ کی بیٹی کا کوئی حامی نہیں!

سلیمان اعمش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا میں نے ایک شخص کو دیکھا جو کعبہ کا غلاف پکڑ کر زاری کر رہا تھا کہ اے اللہ میرا گناہ بخش دے اے اللہ میرا گناہ بخش دے۔ مگر میرا گمان ہے کہ تو میرا گناہ نہ بخشے گا۔ میں نے اس سے

پوچھا تو کون ہے اور ایسا کیوں کہتا ہے؟ اس نے بتایا کہ میں ان ستر مردوں میں سے ہوں جو سیدنا امام حسین کا سر لے کر یزید بن معاویہ کے پاس گئے۔ یزید کے حکم سے سر مبارک ایک خیمے میں رکھا گیا اور ہم ستر جوانوں کو اس کی حفاظت پر مامور کیا گیا۔ یزید نے ہمارے کھانے پینے کا انتظام کیا۔ رات کا کچھ حصہ گذرا تو سب سو گئے۔ میں جاگ رہا تھا میں نے دیکھا ایک بادل ہماری طرف آیا اور زمین سے مل گیا۔ اس بادل سے ایک شخص نکلا اس نے قالین بچھایا اور اس پر کرسیاں لگا دیں پھر آواز دی اے ابو البشر آدم علیہ السلام تشریف لائیے تو ایک خوبصورت بزرگ ان بادلوں سے نکلے اور امام حسین کے سرِ مبارک کے قریب کھڑے ہو کر کہا۔ ''اے نیک لوگوں میں باقی رہنے والے آپ پر سلام ہو۔ آپ نے نیک بخت زندگی گزاری پیاسے شہید ہوئے حتیٰ کہ ہمارے ساتھ آملے۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے، کل قیامت میں آپ کے قاتل کو نہ بخشے اور آپ کے قاتل کے لئے دوزخ میں ویل ہو۔'' یہ فرما کر آپ ایک کرسی پر بیٹھ گئے پھر ایک اور بادل آیا اس میں سے نوح علیہ السلام ظاہر ہوئے انہوں نے بھی یہی کلمات دہرائے اور کرسی پر بیٹھ گئے پھر اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور ان تمام نے یہی کلمات دہرائے پھر کرسی پر بیٹھ گئے۔ پھر سرورِ کائنات تشریف لائے آپ کے دائیں طرف فرشتوں کی ایک صف، امام حسن اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے آگے بڑھ کر سیدنا امام حسین کے سر مبارک کے پاس تشریف فرما ہوئے اور سر مبارک کو اپنے سینے سے لگا کر بے قرار رونے لگے۔ پھر سر مبارک سیدہ فاطمہ کو دیا وہ اتنا روئیں کہ ان کے رونے کی آواز بلند ہونے لگی اور اس مجلس میں جس نے بھی آواز سنی سب رونے لگے۔ پھر سیدنا آدم علیہ السلام نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر تسلی دی۔ فرمایا ''آپ کے پاکیزہ صاحبزادے پر پاکیزہ مخلوق کا سلام ہو، یا رسول اللہ! اللہ آپ کو ثوابِ عظیم عطا فرمائے اور آپ کو اس امر میں صبرِ جمیل دے۔'' اسی طرح وہاں موجود دیگر انبیاء نے کلام کیا اور حضور کو تسلی دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے باپ آدم علیہ السلام اور میرے بھائیوں گواہ رہو کہ میری امت نے میرے بعد میری اولاد کے حق میں کیسا بدلہ دیا اور اس پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔ پھر ایک فرشتہ حضور ﷺ کے

قریب آیا اور عرض کیا اے ابوالقاسم آپ نے ہمارے دل کاٹ کر رکھ دیئے۔ میں پہلے آسمان کا فرشتہ ہوں اللہ نے مجھے آپ کی فرمانبرداری اور اطاعت کا حکم دیا اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آسمان کو آپ کی امت پر گرا دوں اور ان میں سے کوئی بھی زندہ باقی نہ رہے پھر سمندروں کا فرشتہ آیا اور اس نے پوری امت کو غرقاب کرنے کی اجازت طلب کی مگر رحمتِ عالمیاں ﷺ نے اجازت نہ دی۔ امام حسن نے فرمایا یہ لوگ جو سو رہے ہیں یہی لوگ میرے بھائی کا سر لے کر آئے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرشتوں سے فرمایا میرے بیٹے کے عوض ان سب کو قتل کر دو۔ اللہ کی قسم ایک لمحہ نہ گزرا میں نے سارے ساتھیوں کو ذبح ہوتے دیکھا۔ ایک فرشتہ میری طرف لپکا تو میں نے پکارا یا ابوالقاسم مجھے بچا لیجئے، مجھ پر رحم فرمائیے، اللہ آپ پر رحم کرے۔ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو، پھر میرے قریب آئے اور فرمایا تو بھی ان ستر لوگوں میں سے ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ آپ نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مجھے منہ کے بل زمین پر کھینچا اور فرمایا۔ ''اللہ تجھ پر رحم نہ کرے نہ ہی تجھے معاف کرے اور تیری ہڈیاں دوزخ کی آگ سے جلائے۔'' یہ واقعہ سنا کر اس نے کہا اسی سبب میں اللہ کی رحمت سے ناامید ہوں۔ حضرت اعمش نے فرمایا مجھ سے دور ہو جا، کہیں تیری وجہ سے مجھ پر بھی عذاب نہ ہو جائے۔

کنز الغرائب میں ہے کہ ایک یہودی کی خوبصورت بیٹی اچانک بیمار ہو گئی، دونوں آنکھوں کی بینائی جاتی رہی ہاتھ پاؤں مفلوج ہو گئے۔ شہر سے باہر اس یہودی کا ایک باغ تھا وہ بیٹی کو وہاں لے آیا کہ شاید آب و ہوا کی تبدیلی سے بچی کی بیماریاں زائل ہو جائیں۔ لڑکی نے باغ میں سکونت اختیار کی۔ باپ ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا اور اسے تسلی دیتا۔ ایک روز یہودی کو کسی کام سے شہر سے جانا پڑا اور رات شہر میں گزارنی پڑی لڑکی نے ایک درخت کے نیچے تنہا رات گزاری صبح درخت پر سے ایک پرندے کے رونے کی آواز آئی اس آواز میں عجیب درد تھا۔ لڑکی اپنی بیماری پر رونے لگی اس نے آنکھیں نہ ہونے باوجود فطرتاً سر اوپر اٹھایا تو اس کی آنکھ میں ایک قطرہ گرم خون کا گرا جس سے اس کی آنکھ روشن ہو گئی اس نے دیکھا کہ پرندے کے پروں سے خون کے قطرے گر رہے تھے اس کے ہاتھ پر دوسرا قطرہ گرا تو اس نے اسے دوسری آنکھ پر مل لیا جس سے دوسری

آنکھ بھی روشن ہوگئی پھر اس نے ٹپکتے قطرے اپنے ہاتھ پاؤں پر ملے تو وہ متحرک ہو گئے۔
وہ اٹھ کر چلنے لگی۔اس کا باپ آیا تو اسے پہچان نہ سکا اور پوچھا اے لڑکی تو کون ہے اور یہاں
میری نابینا اور مفلوج لڑکی تھی ، وہ کہاں گئی۔لڑکی نے کہا وہ میں ہی ہوں۔ یہودی فرط
حیرت سے بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش آیا تو اس نے صحت یابی کا سبب دریافت کیا تو
لڑکی نے ساری بات بتائی پھر وہ دونوں اسی درخت کے نیچے آئے یہودی نے وہ پرندہ
دیکھا جس کے بال اور پر خون آلود تھے۔ یہودی نے کہا اے پرندے تیرے پروں پر یہ
خون کیسا ہے؟ پرندہ الہام الٰہی سے گویا ہوا کہ کل ہم پرندے آب ودانہ کی تلاش میں تھے
دوپہر سخت گرم تھی ہم ایک سایہ میں رک گئے۔اچانک ہم نے آواز سنی اے پرندوں امام
حسین آفتاب کی گرمی میں ہیں اور تم سایہ کی پناہ میں ہو اہل آسمان وزمین ان کے درد والم میں
مشغول ہیں اور تم آب ودانہ کے غم میں گھلے جارہے ہو۔ہم الہام الٰہی سے کربلا کی طرف
روانہ ہوئے جب وہاں پہنچے تو امام حسین کو شہید کیا جا چکا تھا آپ کے جسم مقدس سے خون
جاری تھا ہم سب رونے لگے اور خود کو آپ پر گرا دیا۔ ان پروں میں وہی خون ہے جس کا
قطرہ جہاں گرتا ہے خیر و برکت ظاہر ہوتی ہے۔ یہودی نے یہ سن کر کہا اگر امام حسین کے
نانا نبی برحق نہ ہوتے تو ان کے بیٹوں میں یہ برکت نہ پائی جاتی میری بیٹی ان کے خون کے
اثرات سے صحت نہ پاتی۔ چنانچہ وہ اپنے تمام اہل خانہ، دوست احباب اور متعلقین سمیت
دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔لوگ اس سے اسلام قبول کرنے کا سبب پوچھتے تو وہ اس
بات کو تفصیل سے بیان کرتا اور اللہ کی قدرت سے ایسا ہونا تعجب خیز نہیں۔

روایت میں آتا ہے کہ خولی امام حسین کا سر انور لے کر کوفے کو جارہا تھا۔اس
کا گھر کوفے سے ایک فرسخ پہلے پڑتا تھا وہ اپنے گھر آیا۔اس کی بیوی انصار میں سے تھی
اور اہلبیت کے ساتھ جان ودل سے محبت رکھتی تھی۔خولی یہ بات جانتا تھا اس نے امام عالی
مقام کا سر انور تندور میں چھپا دیا۔اس کی بیوی نے پوچھا اتنے دن سے کہاں رہا؟ کہنے لگا
ایک شخص نے یزید سے بغاوت کر دی تھی اس کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے گیا ہوا
تھا۔خولی نے کھانا کھایا اور سو گیا۔اس کی بیوی روز تہجد کی نماز کو اٹھتی تھی۔اس رات اٹھی تو
اس نے تندور سے روشنی نکلتے دیکھی وہ حیران ہوئی کہ نہ اس نے تندور جلایا نہ کسی اور کو

جلانے کو کہا، یہ روشنی کیسی ہے؟ اسی عالم تحیر میں اس نے دیکھا کہ تندور سے نور نکل کر آسمان کی طرف جا رہا ہے پھر اچانک اس نے دیکھا کہ آسمان سے چار خواتین نازل ہوئیں اور تندور کے ارد گرد جمع ہو گئیں۔ ایک خاتون نے تندور سے سر مبارک کو نکالا پیار کیا اپنے سینے سے لگایا اور روتے ہوئے فرمایا اے شہید مادر، اے مظلوم مادر، حق سبحانہ تعالیٰ نے قیامت کا دن مقرر کر رکھا ہے میں تیرے قاتلوں سے بدلہ لوں گی اور جب تک مجھے تیرا خون بہانہ دیا گیا قائمہ عرش سے ہاتھ نہ اٹھاؤں گی۔ دوسری خواتین نے بھی بے حد گریہ وزاری کی پھر سر مبارک کو تندور میں رکھ کر غائب ہو گئیں۔ خولی کی بیوی نے سر مبارک کو تندور سے باہر نکالا جوں ہی چہرہ انور پر نگاہ پڑی تو نعرہ لگا کر بے ہوش ہو گئی کہ اس نے سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی متعدد مرتبہ زیارت کی ہوئی تھی۔ بے ہوشی کے عالم میں اس نے غیبی آواز سنی اٹھ جا تجھ سے تیرے شوہر کے گناہ کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔ اس نے پوچھا کہ یہ چاروں بیبیاں کون تھیں؟ ندا آئی وہ خاتون جنہوں نے سر مبارک کو سینے سے لگایا وہ حضرت فاطمۃ الزاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں اور دوسری خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰ، تیسری عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ بی بی مریم اور چوتھی فرعون کی زوجہ آسیہ تھیں۔ اس خاتون نے اٹھ کر سر مبارک کو سینے لگایا، بوسہ دیا۔ مشک وگلاب سے خون مبارک دھویا۔ غالیہ و کافور چہرہ مبارک پر ملا۔ زلف مبارک میں کنگھی کی اور سر مبارک کو پاک جگہ رکھ کر واپس آئی اور خولی سے کہا اے ملعون! تو نے کس کا سر لا کر تندور میں چھپایا تھا؟ یہ فرزند رسول کا سر ہے اٹھ کر دیکھ کہ زمین سے آسمان تک آہ وفغاں ہو رہی ہے اور ملائکہ گروہ در گروہ سر اقدس کی زیارت کے لئے آ رہے ہیں اور گریہ وزاری کر رہے ہیں اور تجھ پر لعنت کرتے ہوئے آسمانوں کو لوٹ رہے ہیں۔ میں تجھ سے اس جہان اور اس جہان میں بیزار ہوں پھر اس نے سر پر چادر ڈالی اور گھر سے باہر نکل آئی۔ خولی چلایا کہ تو اپنے بچوں کو کیوں یتیم کرتی ہے۔ اس نے کہا اے لعین تو نے فرزندِ مصطفی کو یتیم کر دیا اور تجھے پرواہ نہ ہوئی اب اپنے بچوں کی فکر کرتا ہے۔ وہ خاتون چلی گئیں پھر ان کا پتہ نہ چلا۔ خولی بعد میں گرفتار ہوا اور اسے مختار ثقفی کے دربار میں پیش کیا گیا۔ مختار نے کہا یہ وہی مردود ہے جس نے سر شبیر کو نیزے پر چڑھایا تھا؟ اس نے خولی کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹوا کر

پھینکوادیا۔(روضۃ الشہداء جلد دوم)

جب یزیدیوں کا لشکر قیدیوں کا قافلہ لے کر شام کی طرف جاتے ہوئے حران پہنچا وہاں پہاڑ کے اوپر ایک قلعہ تھا جس میں یحییٰ نامی یہودی رہتا تھا۔ وہ قافلہ دیکھ کر نیچے اترا اور شہیدوں کے سروں کا نظارہ کرنے لگا اس نے دیکھا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہونٹ ہل رہے ہیں اس نے قریب ہو کر سنا تو آواز آئی وَسَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ (عنقریب ظالم جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ بیٹھتے ہیں) اس نے حیرت سے پوچھا یہ سر کس کا ہے اسے بتایا گیا کہ یہ اس امت کے رسول کے نواسے حسین ابن علی کا ہے۔ یہودی نے کہا اگر ان کے نانا کا دین برحق نہ ہوتا تو ان سے یہ برھان ظاہر نہ ہوتی۔ اس نے کلمہ پڑھا اپنی دستار اتاری اس کے ٹکڑے کر کے اہلبیت میں تقسیم کئے اپنا ریشمی لباس اور ایک ہزار درھم امام زین العابدین کی خدمت میں پیش کئے۔ یزیدیوں نے یہ دیکھ کر کہا کہ تو والئ شام کے دشمنوں کی حمایت کر رہا ہے یہاں سے دور ہٹ جا ورنہ تجھے قتل کر دیں گے۔ یحییٰ نے تلوار نکالی اور ان محافظوں پر حملہ کر دیا۔ پانچ یزیدیوں کو قتل کر کے جام شہادت نوش کر گیا۔ حران کے دروازے پر آج بھی یحییٰ شہید کا مزار موجود ہے اور وہاں دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔ (روضۃ الشہداء۔ جلد دوم)

صوفیاء فرماتے ہیں حضورِ اقدس ﷺ اب بھی ہر عاشورہ پر اس مقام پر تشریف لے جاتے ہیں اور اپنے جگر گوشوں کو پیش آئے مصائب کو یاد کر کے غمزدہ ہو جاتے ہیں۔

کربلا کا یہ سانحہ اچانک پیش نہ آیا۔ اس کی خبر رسول اللہ نے اس وقت دے دی تھی جب حسین ماں کی گود میں تھے۔ کسی نے بھی ان مصائب و ابتلاء کے دور ہو جانے کی دعا نہ کی بلکہ سب یہ چاہتے تھے کہ حسین اس آزمائش میں سرخرو ہوں کیوں کہ اس کے پیچھے ایک عظیم مقصد تھا اور وہ مقصد حضور کی امت کی مغفرت تھا۔ ذرا غور کریں کہ عالمِ انسانیت میں ایسی کون سی ہستی گزری ہے جس نے دوسروں کی خاطر، مغفرتِ امت کی خاطر، جانتے بوجھتے ہوئے، کشاں کشاں، راضی برضا ایسی عظیم صعوبتوں، تکلیفوں کا اہل خانہ اور چھوٹے بچوں سمیت سامنا کیا ہو۔ کسی کو پہلے سے علم ہو کہ فلاں جگہ اسے قتل کر دیا جائے گا تو کیا وہ جانتے بوجھتے وہاں جائے گا؟ اور اگر بڑی ہمت والا ہوا چلا بھی گیا تو اس طرح عورتوں،

بچوں، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں، بچپن کے ساتھیوں کو کم از کم ساتھ نہ لے جائے گا۔

قربان جائیے امام حسین کی ذات گرامی پر کہ ہماری مغفرت کی خاطر انہوں نے کیا کیا مصائب برداشت کئے۔ کوئی اس دارِ دنیا میں کسی پر ذرا سا احسان کردے یا کسی کی جان بچالے تو وہ ساری زندگی اس کا مرہونِ منت رہتا ہے پھر وہ ہستی جس کے طفیل ہمیشہ کے لئے عذاب جہنم سے خلاصی ملے اس کے احسان کا کوئی اندازہ کرسکتا ہے؟ یقیناً اس عظیم سانحہ پر، ہمیں آتش جہنم سے بچانے پر، ہمیں جنت میں ہمیشگی کی زندگی و نعمتیں دلوانے پر امام عالیمقام اس بات کا استحقاق رکھتے ہیں کہ ان سے ٹوٹ کر محبت کی جائے، انہیں یاد رکھا جائے، ان کی قربانیوں کا تذکرہ کیا جائے، ان کی محبت میں آنسو بہائے جائیں، ان کی بارگاہِ میں درود وسلام کے نذرانے پیش کئے جائیں، نوافل وصدقات کے تحفے بھیجے جائیں اور ہر طرح سے کوشش کر کے امامِ پاک کو راضی رکھا جائے کہ آپ کی رضا میں رضائے رسول اور رضائے الٰہی ہے۔

بروزِ حشر امامِ عالیمقام خون آلود چہرہ لے کر رب تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے۔ **رب شفعني فيمن بكىٰ علىٰ مصيبتي**۔ اے رب جو بھی میری مصیبت کو یاد کر کے رویا، اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ حشر میں سیدہ خاتونِ جنت اللہ عز وجل کے حضور اپنے لاڈلے فرزند کی رضائے الٰہی کی خاطر عظیم ترین شہادت کے عوض اپنے بابا کی ساری امت کی مغفرت کی طلبگار ہوں گی اور حق تعالیٰ جل شانہ حضور کی امت کی مغفرت فرمادیں گے۔

افسوس کہ فی زمانہ بعض ناعاقبت اندیش خارجیوں نے اہلسنت کا لبادہ اوڑھ کر امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی اور فسادی قرار دیا اور یزید جیسے فاسق وفاجر کو امیر المومنین بنا بیٹھے اور اس کے جنتی (!) ہونے پر سندیں لے آئے۔ یزید اور ابن زیاد کے یہ حمایتی رسول اللہ ﷺ شاق پہنچانے والے ہیں۔ یزید اور ابن زیاد کے کاموں کی حمایت کر کے ان کے ڈھائے گئے مظالم میں برابر کے شریک ہیں، جس ظلم نے رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ اذیت سے دوچار کیا اور رسول اللہ کو اذیت دینا اللہ کو اذیت دینا ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دے اس کے واسطے قرآن میں یہ وعید موجود ہے۔ **اِنَّ الَّذِيْنَ**

يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا○

''بیشک جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دی ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور اللہ کا ان سے بے عزت کر دینے والے عذاب کا وعدہ ہے۔''

اور جب ایسا ہے، تو یقیناً امام عالی مقام سے محبت کرنا، ان کا یوم منانا، ان کا ذکر کرنا اور ان کی بارگاہ میں ایصالِ ثواب کے لئے ہدیئے پیش کرنا یقینا اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی اور رضا کا موجب ہوگا۔

حضرت جنید بغدادی کے مرید و خلیفہ حضرت ابوبکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے عاشورہ کے روز ظہر کی نماز کے بعد چار رکعت نفل پڑھ کر امام عالی مقام کی بارگاہ میں ہدیہ کیا، رات کو انہیں امام عالی مقام کی زیارت نصیب ہوئی، امام پاک نے فرمایا تو نے یہ جو کام کیا ہے اس کے عوض قیامت کے روز ہم تجھے اپنے ہمراہ جنت میں لے جائیں گے اور ان تمام کو بھی جو تیرے اس طریقے پر عمل کریں۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ مسلمانوں کو ان بے دینوں اور خارجیوں کے فتنے سے محفوظ فرمائے، ہمیں اسوہ شبیری پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائے۔ یزید کے حامیوں کا حشر یزید کے ہمراہ اور ہمارا حشر امام حسین کے غلاموں میں فرمائے۔

آمین بجاہِ نبی الکریم۔

....

(اعتراض ۱) یزید کے جنتی ہونے پر بخاری شریف کی جو حدیث پیش کی جاتی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لھم'' میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر میں جنگ کرے گا ان کے لیے مغفرت ہے۔ حدیث میں قسطنطنیہ کا لفظ ہی نہیں۔ جب حضور نے فرمایا تھا اس وقت قیصر حلب میں تھا اور حلب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں فتح ہوا۔ گمان یہ ہے کہ یہ بشارت اس لشکر کے حق میں ہے۔ نیز حضور ﷺ نے مطلقاً نہیں فرمایا کہ جتنے لشکر بھی قیصر کے شہر میں غزوہ کریں گے ان سب کے لیے بخشش ہے بلکہ اول جیش من امتی فرما کر مغفرت کو پہلے لشکر کے ساتھ خاص فرمایا ہے اور پہلے لشکر میں یزید ہرگز نہیں تھا۔ چنانچہ علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں۔'' اور اسی سال 49ھ میں یا 50ھ میں معاویہ

نے ایک لشکر جرار بلاد روم کی طرف بھیجا اور اس پر سفیان بن عوف کو امیر بنایا اور اپنے بیٹے یزید کو ان کے ساتھ غزوہ میں شریک ہونے کا حکم دیا تو یزید بیٹھا رہا اور حیلے بہانے شروع کئے تو امیر معاویہ اس کے بھیجنے سے رک گئے۔ اس جنگ میں لوگوں کو بھوک پیاس اور سخت بیماری پہنچی تو یزید نے خوش ہو کر یہ اشعار کہے۔ ''مجھے پرواہ نہیں کہ ان لشکروں پر بخار اور تنگی و تکلیف کی بلائیں مقام فرقدونہ میں آپڑیں جبکہ میں دیر مران میں

تکیہ لگائے ہوئے ام کلثوم کو اپنے پاس لئے بیٹھا ہوں۔'' یزید کے یہ اشعار جب امیر معاویہ تک پہنچے تو انہوں نے قسم کھائی کہ اب میں یزید کو بھی سفیان بن عوف کے پاس روم کی زمین میں ضرور بھیجوں گا تا کہ اسے بھی وہ مصیبتیں پہنچیں جو لوگوں کو پہنچیں۔''

ابن اثیر کی اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یزید جہاد قسطنطنیہ کے پہلے لشکر میں شریک نہ تھا۔ دوسرے لشکر کے ساتھ مجبوراً بھیجا گیا مگر میدان جنگ سے پہلے ہی خیمہ زن ہو کر شراب و کباب میں مشغول رہا اور قتال میں شریک نہ ہوا اسے مجاہدین اسلام سے کوئی ہمدردی نہ تھی اسے صرف اپنی عیش پرستی سے سروکار تھا۔

اسی حدیث کی شرح میں امام بدرالدین عینی فرماتے ہیں پہلے لشکر میں عبداللہ ابن عباس، عبداللہ ابن عمر اور حضرت ابوایوب انصاری تھے۔ حضرت ابوایوب انصاری کا اسی زمانہ حصار میں انتقال ہوا۔ یہ اکابر صحابہ سفیان بن عوف کی قیادت میں تھے نہ کہ یزید بن معاویہ کی۔ بعض لوگ اس میں یزید کی منقبت ثابت کرتے ہیں جبکہ اس کا حال خوب مشہور ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ یزید پہلے لشکر میں تھا اور حضور نے پہلے لشکر کے حق میں **مغفور لھم** فرمایا ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ اس عموم میں یزید کے داخل ہونے

سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی دوسری دلیل سے خارج بھی نہ ہو سکے۔ اگر ان غزوہ کرنے والوں میں سے کوئی مرتد ہو جاتا تو وہ یقیناً اس بشارت کے عموم میں داخل نہ رہتا پس یہ بات دلیل سے ظاہر ہے کہ مغفرت اس کے واسطے ہے جس میں مغفرت کی شرط پائی جائے۔

علامہ قسطلانی نے شرح بخاری میں اسی حدیث کے تحت یہی بات فرمائی اور اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا۔ ثابت ہوا کہ یزید ہرگز اس حدیث کا مصداق نہیں۔ حضور نے فرمایا **من قال لا الٰہ الا اللّٰہ فقد دخل الجنۃ**۔ جس نے کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ پڑھا وہ جنتی ہو گیا۔ اب اگر وہ بعد میں زکوٰۃ کی

فرضیت کا منکر ہو جائے یا ختم نبوت کا منکر ہو جائے یا بدعقیدہ ہو جائے مگر ساتھ ہی لا الہ الا اللہ کا قائل رہے تو کیا وہ جنتی رہے گا؟ ہر گز نہیں زکوٰۃ اور ختم نبوت کے انکار اور بدعقیدہ ہو جانے کی دلیل خاص سے وہ اس عموم سے خارج ہو جائے گا۔ اسی طرح یزید اپنے بعد کے کردار کی وجہ سے ہر شرف و سعادت سے محروم ہو گیا۔

چوتھے امام:

حضرت علی بن حسین

المعروف امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

بارہ اماموں میں آپ چوتھے امام ہیں، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ نام مبارک علی، کنیت ابو محمد، ابو الحسن اور ابو بکر ہے۔ لقب پاک سجاد، سید الساجدین، زین العباد اور زین العابدین ہے۔ آپ مدینہ منورہ میں ۵ شعبان المعظم ۳۸ھ بروز پنجشنبہ پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ شہر بانو، شاہِ ایران کی بیٹی تھیں۔ آپ نے ۱۸ محرم الحرام ۹۴ یا ۹۵ ہجری کو وفات پائی اور جنت البقیع میں سیدنا امام حسن کے پہلو میں مدفون ہیں۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ابو الزبیر نے کہا ہم جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے وہاں علی بن حسین (امام زین العابدین) تشریف لائے تو حضرت جابر بن عبداللہ نے فرمایا ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے تو آپ کے پاس امام حسین آئے تو حضور ﷺ نے

ان کا سر اور منہ چوما، اپنے سینے سے لگایا پھر اپنے پاس بٹھا کر فرمایا میرے اس بیٹے کے ہاں اللہ بیٹا دے گا جس کا نام علی ہوگا۔ قیامت کے دن حاملین عرش میں سے ایک فرشتہ ندا کرے گا کہ سید العابدین کھڑے ہوں تو وہ (امام زین العابدین) کھڑا ہوگا۔ (البدایہ والنہایہ)

آپ ہم شبیہہ اپنے جد امجد شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تھے، رنگ مبارک گندمی تھا آپ پستہ قد، لاغر اندام تھے۔ آپ کی ولادت حضرت علی کے دور خلافت میں ہوئی اور دو برس ان کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ جب بھی آپ کو دیکھتے تو فرماتے مرحبا اے محبوب کے محبوب بیٹے۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے زیادہ کسی کو متورع نہیں دیکھا۔ ابن شہاب زہری اور ابو حازم فرماتے ہیں ہم نے آپ سے زیادہ افضل اور فقیہ کسی کو نہ پایا۔ حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ آپ اہل فضل میں سے ہیں۔ ابن ابی شیبہ کہتے ہیں وہ تمام صحیح ترین اسانید ہیں، جو زہری نے آپ سے اور آپ نے اپنے والد ماجد سے اور انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہیں۔ آپ ابو الائمہ اور سید التابعین ہیں۔ آپ اپنے والد ماجد کے ساتھ واقعہ کربلا میں موجود تھے اور شدید علالت کے سبب جنگ میں شریک نہ ہو سکے۔ امام عالیمقام نے شہادت سے قبل منصب امامت وولایت آپ کو تفویض کیا اور تمام اسرارِ باطن آپ کو منتقل کئے۔

منصب امامت:

شواہد النبوۃ میں مولانا جامی لکھتے ہیں امام عالی مقام کی شہادت کے بعد حضرت محمد بن حنفیہ منصب امامت کے دعویدار ہوئے اور امام زین العابدین کے پاس تشریف لا کر فرمانے لگے کہ میں آپ کا چچا ہوں، عمر میں آپ سے بڑا ہوں آپ سرور عالم ﷺ اور جناب امیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے تبرکات میرے حوالے کر دیں۔ بالآخر دونوں حضرات نے اس دعوے کے فیصلے کے لئے حجرِ اسود کو منصف بنایا۔ اے حجرِ اسود اس امر کا تصفیہ تیرے ذمہ ہے کہ سیدنا امام حسین کے بعد ہم دونوں میں سے کون امام برحق اور مستحق منصبِ امامت ہے۔ حجر اسود فصیح زبان سے گویا ہوا کہ حق تعالیٰ نے سیدنا امام حسین کے بعد منصب امامت و ولایتِ باطنی حضرت علی بن حسین کو عطا فرمایا ہے۔ یہ سن کر حضرت محمد بن حنفیہ اپنے دعوے سے باز آئے

عادات واوصاف:

امام زین العابدین نے اپنے والد سیدنا امام حسین کی شہادت کے بعد دنیا کی لذتوں کو بالکل ترک کر دیا اور یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ آپ شب و روز واقعاتِ کربلا اور مصائبِ آلِ عبا کو یاد کر کے روتے تھے۔ نہ دن کو چین تھا نہ رات کو آرام۔ جب شفقت پدری اور ان کی بے کسی و بے بسی یاد آتی تو روتے روتے بے حال ہو جاتے۔ ایک دن آپ مدینہ منورہ کی گلی میں جا رہے تھے ایک قصاب کو دیکھا کہ بکری زمین پر پچھاڑے، ذبح کے لیے چھری تیز کر رہا تھا۔ یہ دیکھتے ہی آپ کی حالت غیر ہو گئی باپ کی شہادت یاد کر کے اس قدر روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں پھر اس قصاب سے پوچھا اے بھائی اس بکری کو دانہ پانی بھی دیا ہے یا نہیں؟ اس نے عرض کیا اے امام! میں اسے تین دن سے خوب کھلا پلا رہا ہوں اور اس وقت بھی پانی پلا کے لایا ہوں یہ سن کر آپ نے سرد آہ کھینچی اور رو کر فرمایا افسوس کوفیوں نے میرے مظلوم باپ کو تین دن بھوکا پیاسا رکھ کر ذبح کر ڈالا۔ جب بھی آپ کے سامنے کھانا پانی آتا اپنے والد گرامی کی بھوک پیاس یاد کر کے اس قدر روتے کہ حالت غیر ہو جاتی۔ سخت مجبوری کے تحت بالکل ذرا سا کھاتے پیتے۔ الغرض جب تک آپ زندہ رہے ہر وقت واقعاتِ کربلا اور مصائب آل عبا آپ کے پیش نظر رہے۔ ساری زندگی آپ کو غم والم اور رونے سے کام رہا۔ منقول ہے کہ غم پدر میں اس قدر روئے کہ آنسو بالا خانہ کے پرنالہ سے نیچے گرتے تھے اور وہاں پر گھاس جم گئی تھی۔

امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ بڑے، عابد، زاہد، متقی، متورع اور خشوع و خضوع والے تھے۔ جب نماز کے لیے وضو کرتے تو چہرۂ مبارک کا رنگ زرد ہو جاتا، جسم اطہر میں لرزہ پڑ جاتا لوگ اس خوف و دہشت کی وجہ پوچھتے تو فرماتے تم نہیں جانتے میں کس کے سامنے کھڑا ہونے والا ہوں۔ صواعق محرقہ میں ہے کہ آپ دن رات میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد جب خدا کی نعمتوں کا ذکر کرتے تو سجدہ فرماتے جب فرائض سے فارغ ہوتے تو سجدہ کرتے، جب دو شخصوں میں صلح کراتے تو سجدہ کرتے۔ آپ کے تمام اعضائے سجود میں سجدہ کا نشان تھا اسی بنا پر آپ کو سجاد کہا جاتا تھا۔

شواہد النبوۃ میں ہے کہ ایک رات آپ نماز میں مشغول تھے، شیطان ایک خونخوار اژدہے کی شکل میں نمودار ہوا تا کہ آپ کو نماز سے باز رکھے مگر آپ نماز میں مشغول رہے اس کی طرف توجہ نہ فرمائی یہاں تک کہ اس نے آپ کے انگوٹھے کو کاٹا جس سے آپ کو شدید تکلیف ہوئی مگر آپ نے نماز نہ توڑی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ پر منکشف ہوا کہ یہ شیطان ہے آپ نے لاحول پڑھا تو وہ دھواں بن کر غائب ہو گیا۔غیب سے آواز آئی۔انت زین العابدین۔اسی روز سے آپ کا لقب زین العابدین ہوا۔

حضرت امام مالک فرماتے ہیں آپ کا نام زین العابدین آپ کی کثرت عبادت کی وجہ سے ہوا۔ایک دفعہ آپ کے گھر میں آگ لگ گئی آپ اس وقت حالت نماز میں تھے لوگ النار النار یا ابن رسول اللہ پکارتے رہے مگر آپ نے سجدہ سے سر نہ اٹھایا یہاں تک کہ آگ بجھ گئی اور اللہ نے آگ کے ضرر سے آپ کو بچایا۔لوگوں نے پوچھا اے رسول اللہ کے فرزند کس چیز نے آپ کو آگ سے غافل کر دیا تھا، فرمایا آخرت کی آگ نے ۔ایک دن آپ نماز میں مشغول تھے آپ کے فرزند امام محمد باقر جو اس وقت چھوٹے بچے تھے ایک گہرے کنویں میں گر گئے۔لوگوں نے بہت شور وغوغا کیا مگر آپ نماز میں مشغول رہے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے، فرمایا یہ کام شیطان کا تھا اس نے میری نماز میں خلل ڈالنا چاہا تھا، الحمدللہ اس کا فریب نہیں چلا پھر آپ کنویں پر تشریف لے گئے۔ بسم اللہ کہہ کر کنویں میں ہاتھ ڈالا اور فرزند دلبند کو نکال لیا۔

ایک شخص سے منقول ہے کہ اس نے آپ کو بمقام حجر نماز پڑھتے دیکھا اور آپ کو دیر تک سجدہ میں پایا تو دل میں کہا کہ یہ مرد صالح اہلبیتِ نبوت سے ہے سننا چاہیئے کہ سجدہ میں کیا کہتے ہیں۔اس نے سنا کہ آپ فرما رہے تھے۔ عَبْدُکَ بِفَنَائِکَ مِسْکِیْنُکَ بِفَنَائِکَ سَائِلُکَ بِفَنَائِکَ فَقِیْرُکَ بِفَنَائِکَ۔ یعنی اے اللہ یہ تیرا بندہ تیری پناہ چاہتا ہے۔ یہ تیرا مسکین تیری پناہ ڈھونڈتا ہے، یہ تیرا سائل تیری امان طلب کرتا ہے، یہ تیرا فقیر تیری پناہ کا خواستگار ہے۔ میں نے اس دعا کو یاد کر لیا۔خدا کی قسم جس مصیبت میں بھی میں نے اس دعا کو پڑھا اس سے نجات پائی۔

آپ رات کو ایک قرآن ختم کرتے، دن کو روزہ رکھتے اور شام کو صرف ایک ٹکڑا روٹی

پر اکتفا کرتے۔ سخاوت کا یہ حال تھا کہ روزانہ سو بکرے ذبح کئے جاتے اور دونوں وقت غرباء ومساکین کو کھانا کھلایا جاتا اس کے علاوہ رات کو پوشیدہ طور پر سینکڑوں بیواؤں، بیکسوں اور محتاجوں کو کھانا و کپڑا پہنچاتے۔ صواعق محرقہ میں ہے کہ آپ راتوں کو آتے اور روٹیوں کا بورا پشت مبارک پر لاد کر خیرات بانٹا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کی پشت پر وزن اٹھاتے اٹھاتے سیاہ داغ پڑ گئے تھے۔ حلیۃ الابرار میں ہے اہل مدینہ کہا کرتے تھے کہ جب تک امام زین العابدین زندہ رہے ہم سے پوشیدہ خیرات گم نہ ہوئی۔ مدینے میں کتنے لوگ ایسے تھے جنہیں خورد و نوش کا سامان ملتا مگر انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ کہاں سے آتا ہے۔ کون پہنچاتا ہے؟ جب آپ کا وصال ہوا اور ان لوگوں کو اس کے بعد کھانا نہ ملا تو اندازہ ہوا کہ یہ کس کا کام تھا۔

آپ کے تحمل اور بر بادی کا یہ عالم تھا کہ کسی نے کہا فلاں شخص آپ کی برائی کرتا ہے تو آپ نے اس سے فرمایا میرے ساتھ چل۔ وہ شخص دل میں سوچ رہا تھا کہ دیکھو اس بد گو کو کیسی سزا ملتی ہے۔ جب آپ اس شخص کے پاس پہنچے تو فرمایا جو کچھ تو نے کہا اگر سچ ہے تو خدا مجھے بخشے اور اگر جھوٹ ہے تو تجھے بخشے۔

ایک مرتبہ آپ مسجد سے باہر تشریف لائے تو ایک شخص نے آپ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ آپ کے ساتھیوں نے اسے پکڑ لیا۔ آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو، پھر اس شخص سے کہا کیا تمہیں ہمارے ساتھ کوئی کام تھا جو پورا نہ ہو سکا؟ یہ سن کر وہ نادم اور پشیمان ہوا۔ پھر آپ نے اسے ایک قیمتی چادر اور پانچ ہزار درھم دیئے تو اس نے بے اختیار کہا میں گواہی دیتا ہوں بیشک آپ رسول اللہ ﷺ کی اولاد سے ہیں۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں ایک مرتبہ امام زین العابدین کے ہاں کچھ مہمان آئے آپ نے غلام کو روٹی تیار کرنے کو کہا۔ وہ گرم روٹیاں تنور سے نکال رہا تھا کہ گرم سیخ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر امام کے چھوٹے بچے کے سر پر لگی جس سے اس کی وفات ہو گئی۔ غلام سخت پریشان ہوا۔ امام زین العابدین کو پتہ چلا تو فرمایا تو نے یہ کام جان بوجھ نہ کیا۔ جا تو راہِ خدا میں آزاد ہے۔ پھر آپ نے بچے کی تجہیز و تکفین کی۔

علامہ ابن سعد لکھتے ہیں ہشام بن اسمٰعیل مدینہ کا گورنر تھا۔ وہ امام کو تکلیفیں پہنچاتا مگر

آپ صبر فرماتے۔ جب ولید بن عبدالملک بادشاہ بنا تو اس نے ہشام کو معزول کر دیا اور حکم بھیجا کہ اسے لوگوں کے سامنے کھڑا کیا جائے تا کہ اس نے لوگوں پر جو زیادتیاں کی ہیں وہ اس سے اپنے انتقام لے سکیں ہشام کو صرف امام زین العابدین سے خوف لاحق تھا۔ امام کو جب اس بات کا پتہ چلا تو آپ نے اپنے دوستوں اور عقیدتمندوں کو تاکید کی کہ کوئی بھی ہشام بن اسمٰعیل کے ساتھ برائی سے پیش نہ آئے اور ہشام کو پیغام بھیجا میں نے سنا ہے کہ تم سے مال واپس لیا جار ہا ہے اگر ادائیگی سے عاجز ہو تو ہم تمہاری طرف سے ادائیگی کر دیں گے مجھ سے اور میرے تمام تابعدار لوگوں سے تمہیں اچھے سلوک کی توقع رکھنا چاہیئے۔ جب یہ بات اسمٰعیل نے سنی تو بے اختیار کہا ''**اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ**'' اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالتیں رکھے۔

آپ اکثر ان لوگوں کے ساتھ سفر کرتے جو آپ کو جانتے اور پہچانتے نہ تھے۔ ایک مرتبہ ایک قافلے میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے پہچان لیا اور لوگوں کو بتایا کہ یہ امام زین العابدین ہیں۔ لوگ آپ کی طرف دوڑے کوئی ہاتھ چوم رہا تھا کوئی پاؤں چوم رہا تھا۔ لوگ شکوہ کر رہے تھے کہ آپ نے اپنے بارے میں بتایا کیوں نہیں، اگر ہم سے کوئی بے ادبی ہو جاتی تو وہ ہماری ہلاکت کی موجب ہوتی۔ آپ نے فرمایا میں نہیں چاہتا کہ رسول اللہ ﷺ سے تعلق کے سبب لوگ اپنی طاقت سے بڑھ کر برتاؤ کریں۔ مجھے یہ پسند نہیں۔ غرض کہ امام زین العابدین اپنے بلند کردار اور اخلاق کے لحاظ سے بے مثل تھے۔ یہاں تک کہ آپ کے دشمن بھی آپ کے بلند اخلاق کے معترف تھے اسی لئے فرزوق شاعر نے آپ کی شان میں کہا ''جب قریش ان کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں ہر شرافت، ہر فضیلت ہر کرم، ان پر ختم ہے کہ آپ حلم و کرم سے مزین ہیں''۔

جب سرف بن عقبہ نے مدینہ منورہ پر حملہ کیا تو مدینہ کی 400 سے زائد عورتوں ان کے بچوں اور غلاموں نے امام زین العابدین کے ہاں پناہ لی۔ آپ نے تمام لوگوں کے کھانے پینے کا انتظام فرمایا۔ یہاں تک کہ سرف بن عقبہ مدینہ سے چلا گیا۔ جو لوگ ان ایام میں امام زین العابدین کے زیر کفالت رہے وہ بعد میں حلف اٹھا کر کہتے تھے کہ ہم نے اپنے ماں باپ کے گھر میں وہ آرام اور خوشی نہ دیکھی جو امام زین العابدین کے گھر میں

دیکھی۔

ایک مرتبہ امام زین العابدین، محمد بن اسامہ بن زید کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ محمد بن اسامہ نے روتے ہوئے عرض کیا میں نے قرض دینا ہے اور ادائیگی کی کوئی صورت نہیں۔ آپ نے پوچھا کتنا قرض ادا کرنا ہے۔ کہا سترہ ہزار دینار۔ امام زین العابدین نے فرمایا تم فکر نہ کرو ہم ادا کر دیں گے۔ چنانچہ آپ نے تمام قرض ادا کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ)

صحابہ کے گستاخوں کو جواب:

ایک بار چند عراقی آپ کی خدمت میں آئے اور حضرات خلفائے ثلاثہ سیدنا صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی کی شان میں بے ادبی کے کلمات کہنے لگے۔ آپ نے بعد تحمل کے ان سے فرمایا کیا تم ان مہاجرین اوّلین میں سے ہو جن کی شان میں اللہ عزوجل نے فرمایا : لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ٥ یعنی جو لوگ نکالے گئے اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے محض اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کی خاطر اور انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مدد کی، یہی لوگ سچے ہیں۔" انہوں نے جواب دیا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم وہ ہو جن کی شان میں اللہ نے فرمایا : وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُوا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ٥ یعنی وہ لوگ جو اس گھر میں اور ایمان میں پہلے دن سے مقیم ہیں اور ہجرت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں اور مہاجرین کو دینے سے دلوں میں تنگی نہیں پاتے اور تنگی کے باوجود اپنی جانوں پر ایثار کرتے ہیں (ضرورت میں مہاجرین کو تنگی کے باوجود ترجیح دیتے ہیں۔) انہوں نے جواب دیا نہیں۔ پھر امام زین العابدین نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ تم لوگ اللہ کے اس قول کے بھی مصداق نہیں ہو۔ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ٥ جو لوگ ان کے (مہاجرین وانصار) کے بعد آئے اور یہ کہا کہ

اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان لانے میں ہم پر سبقت لے گئے اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کو رنجش نہ رکھ۔ اے رب تو بڑا شفقت کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ پھر آپ نے ان لوگوں سے کہا میرے پاس سے دور ہو جاؤ اور یہاں سے چلے جاؤ۔ (اے کاش اثنا عشری، بارہ اماموں کے ماننے والے اور آئمہ کی پیروی کا دعویٰ کرنے والے اس واقعے پر غور کریں اور اکابر صحابہ پر تبرا اور سب و ستم سے باز آجائیں کہ یہ آئمہ، صحابہ کرام کی شان میں بے ادبی کرنے والوں سے بیزار و متنفر ہیں۔ ایک شخص نے پیر مہر علی شاہ سے پوچھا کہ کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے؟ انہوں نے فرمایا یزید کے مظالم کی وجہ سے بالکل جائز ہے مگر اس پر لعنت بھیجنے سے تمہیں کوئی نیکی حاصل نہیں ہوتی۔ بجائے اس پر لعنت بھیجنے میں وقت ضائع کرنے کے اتنی دیر اہلبیتِ اطہار پر درود بھیجو جس کا ثواب بھی ہے اور اس میں ان کی رضا بھی ہے۔)

کرامات:

صوائق محرقہ اور شواہد النبوۃ میں امام زہری رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک بار عبد الملک بن مروان کے حکم پر اس کے عاملوں نے آپ کو قید کر لیا۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں پہنا دیں۔ میں عاملوں سے اجازت لے کر آپ کے پاس گیا اور آپ کو اس طرح زنجیروں میں جکڑا دیکھ کر رونے لگا اور عرض کیا کاش میں آپ کو اس حال میں نہ دیکھتا کاش آپ کے بجائے یہ لوگ مجھے زنجیروں میں جکڑ دیتے۔ آپ نے فرمایا اے زہری کیا تو خیال کرتا ہے کہ میں اس قید و بند سے تکلیف میں ہوں۔ ایسا ہرگز نہیں۔ یہ صرف اس لئے ہے کہ اس عذاب کو دیکھ کر میں ہر وقت عذاب آخرت کو یاد رکھوں۔ بندگان خدا کو کوئی قید نہیں کر سکتا میں چاہوں تو اس قید و بند کو ابھی اپنے سے دور کر دوں یہ فرما کر آپ نے ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کو نکال کر پھینک دیا اور فرمایا میں تو صرف دو منزل تک ان کے ساتھ ہوں۔ چوتھے دن عبد الملک کے آدمی مدینہ واپس آئے اور امام زین العابدین کو تلاش کرنے لگے مگر ان کا کہیں پتہ نہ چلا میں نے ماجرا پوچھا تو بتایا کہ ہم لوگ ایک منزل پر رکے۔ ساری

رات جاگتے اور پہرا دیتے رہے جب صبح کو خیمے میں گئے تو سوائے بیڑیوں کے کچھ نہ دیکھا۔ امام زہری رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں عبد الملک کے پاس گیا اور اسے ساری بات بتائی۔ عبد الملک نے کہا جس دن وہ میرے آدمیوں کی قید سے غائب ہوئے، اسی دن میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے عبد الملک میرے اور تیرے درمیان کون سی عداوت ہے جو تو ہمیں تکلیف دیتا ہے۔ مجھے امام کے چہرے سے اس قدر خوف آیا کہ میرا سارا جسم خوف سے بھر گیا۔ میں نے عرض کیا آپ میرے پاس اقامت فرمائیں مگر آپ نے منظور نہ فرمایا اور چلے گئے۔

خضر علیہ السلام سے ملاقات:

شواہد النبوۃ میں ہے آپ نے ایک شخص سے فرمایا میں ایک دن اس دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے غمگین بیٹھا تھا کہ حضرت خضر علیہ السلام ایک خوبصورت اور خوشنما شکل میں عمدہ لباس پہنے ظاہر ہوئے اور مجھ سے فرمانے لگے اے علی بن حسین تم کیوں غمگین ہو؟ اگر دنیا کے باعث غمناک ہو تو دنیا ایک روزی ہے جسے ہر نیک و بد کھاتا ہے۔ میں نے کہا میرا دکھ درد دنیا کے لیے نہیں ہے کہ دنیا کا معاملہ وہی ہے جو آپ نے بیان فرمایا۔ انہوں نے کہا اگر تمہارے غم آخرت کے لیے ہے تو وہ ایک سچا وعدہ ہے جس میں ایک قاہر بادشاہ فیصلہ فرمائے گا۔ میں نے کہا میرا غم اس وجہ سے بھی نہیں بلکہ میں فتنہ ابن زبیر سے ترساں ہوں۔ وہ بولے اے علی! کیا تو نے کوئی ایسا شخص دیکھا ہے جس نے خدا سے کوئی چیز مانگی ہو اور خدا نے اسے نہ دی ہو۔ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے فرمایا کیا تم نے کوئی ایسا شخص دیکھا جو خدا سے ڈرتا ہو اور خدا نے اس کی کفایت نہ کی ہو۔ میں نے کہا نہیں۔ یہ حرف راز فرما کر حضرت خضر علیہ السلام غائب ہو گئے۔

ایک مرتبہ آپ چند اصحاب کے ہمراہ بغرض تفریح جنگل میں تشریف لے گئے جب دستر خوان بچھا اور سب لوگ کھانے کے لئے بیٹھ گئے تو ایک ہرن آیا آپ نے فرمایا میں علی بن حسین بن علی ہوں۔ میری ماں فاطمہ بنت رسول اللہ ہے تم آؤ اور ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ۔ ہرن آیا اور آپ کے ساتھ تھوڑا سا کھانا کھا کر چلا گیا۔ غلاموں میں سے ایک نے

کہا اسے پھر بلائیے۔آپ نے فرمایا ہم اسے پناہ دیں گے تم اس پناہ کو ٹھکرانا نہیں۔آپ نے پھر فرمایا میں علی بن حسین بن علی ہوں میری ماں فاطمہ بنت رسول اللہ ہے، وہ ہرن پھر آ گیا اور کھانا شروع کیا مگر ساتھیوں میں سے ایک نے ہرن کی پشت پر ہاتھ رکھا تو وہ بھاگ گیا۔آپ نے فرمایا تم نے میری پناہ کو ٹھکرا دیا۔

ایک بار آپ جنگل میں رونق افروز تھے ایک ہرنی آئی اور زمین پر لوٹ کر فریاد کرنے لگی۔لوگوں نے پوچھا یہ کیا چاہتی ہے؟ آپ نے فرمایا ایک قریشی اس کا بچہ پکڑ کر لے گیا ہے اور یہ فریاد کرتی ہے۔ پھر آپ نے اس قریشی کو مع بچہ کے بلوایا اور فرمایا اگر تو چاہتا ہے کہ تیرے بچے ظلم اور قید سے محفوظ رہیں تو اس ہرنی کے بچے کو چھوڑ دے۔اس نے بچہ چھوڑ دیا۔ ہرنی خوش چوکڑیاں بھرتی شور مچاتے اپنے بچے کو ساتھ لے کر چلی گئی۔لوگوں نے پوچھا یہ اب کیا کہتی تھی۔آپ نے فرمایا یہ کہتی تھی۔ **جزاک اللّٰہ فی الدارین خیرا۔** اللہ آپ کو دارین میں اس کی جزائے خیر دے۔

عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو خط لکھا کہ وہ آلِ رسول کے قتل سے باز آجائے وگرنہ بنو امیہ کی سلطنت جلد ختم ہو جائے گی۔عبدالملک نے یہ خط صیغہ راز میں رکھ کر ارساں کیا۔امام زین العابدین نے عبدالملک بن مروان کو لکھا کہ تم نے فلاں دن اور فلاں وقت حجاج بن یوسف کو یہ خط لکھا ہے۔ مجھے حضور ﷺ نے مطلع فرمایا کہ وہ خط اللہ کو پسند آیا ہے جس کے باعث تیرے ملک کو اس نے ثبات و دوام بخشا۔امام زین العابدین کی یہ تحریر آپ کا غلام آپ کی اونٹنی پر سوار ہو کر لے گیا۔عبدالملک نے خط میں درج تاریخ اور وقت کو بالکل صحیح پایا تو اسے آپ کے حق پر ہونے کا اعتبار آ گیا اور خوش ہو کر اس نے آپ کی اونٹنی پر اتنے درہم و دینار لاد کر بھیج دیئے کہ جس قدر وزن وہ اونٹنی اٹھا سکتی تھی۔

شواہد النبوۃ میں منہال بن عمرو سے منقول ہے کہ ایک بار میں حج کے لئے گیا اور امام زین العابدین کی قدم بوسی سے مشرف ہوا آپ نے پوچھا حرملہ بن کاہل الاسدی کا کیا حال ہے (یہ بدبخت امام حسین کے قتل میں شریک تھا) میں نے عرض کیا اسے کوفہ میں زندہ چھوڑ آیا ہوں یہ سن کر آپ نے ان الفاظ میں بد دعا کی: **اللّٰھم او قدہ حراً بحدیدٍ**

اللّٰھم او قدہ حرّاً النار۔ اے اللہ اسے لوہے کی حرارت سے جلا دے اے اللہ اسے آگ کی حرارت سے جلا دے۔ میں کوفہ واپس آیا تو مختار ثقفی خروج کر چکا تھا میری اس سے دوستی تھی، میں اس سے ملنے گیا وہ کہیں جانے کے لیے سوار ہو چکا تھا میں بھی اس کے ساتھ ہولیا۔ ہم لوگ ایک جگہ پہنچے وہاں لوگ حرملہ کو گرفتار کر کے لائے مختار نے حکم دیا اس کے ہاتھ کاٹ ڈالو اور اسے آگ میں جلا دو۔ جلاد نے فوراً اس کے ہاتھ کاٹ دیئے پھر لکڑیوں کے انبار میں اسے ڈال کر جلا دیا۔ میں یہ دیکھ کر سبحان اللہ پڑھنے لگا مختار نے مجھ سے سبب پوچھا تو میں نے امام زین العابدین سے ملاقات اور حرملہ کے حق میں ان کی بددعا کا سارا ماجرا اسے بتایا یہ سنتے ہی مختار گھوڑے سے اترا اور دوگانہ شکر کا ادا کیا۔ واپسی میں راستے میں میرا مکان پڑتا تھا میں نے اسے کھانے کی دعوت دی تو کہنے لگا اے دوست اللہ نے علی بن حسین کی دعا قبول فرمائی اور حرملہ کو میرے ہاتھوں کیفر کردار تک پہنچایا میں نے امام حسین کے قاتل سے انتقام لیا پس اس شکرانے میں آج میں روزہ سے ہوں۔

حلیۃ الابرار میں ہے کہ ہشام بن عبدالملک اپنے باپ کی زندگی میں حج کے لیے گیا۔ طوافِ وداع کے دن لوگوں کا اس قدر اژدھام تھا کہ ہشام باوجود شام کے حکمران کا بیٹا ہونے کے بوسہ حجر اسود پر قادر نہ ہو سکا۔ ناچار زم زم کے قریب ایک کرسی پر بیٹھ کر لوگوں کی آمد و رفت کا تماشا دیکھنے لگا اس کے خدام اس کے ارد گرد کھڑے تھے۔ اتنے میں امام زین العابدین تشریف لائے لوگوں نے آپ کو سلام کیا آپ کے دست مبارک پر بوسہ دیا اور آپ کے واسطے جگہ فراغ کر دی۔ آپ نے اطمینان سے طواف کیا پھر حجر اسود کو بوسہ دیا۔ اہل شام میں سے ایک شخص نے ہشام سے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں جن کی لوگ اس قدر تعظیم کرتے ہیں۔ ہشام نے تجاہل عارفانہ سے کہا میں نہیں جانتا۔ مشہور شاعر ابو فراس فرزدق نے جب یہ تجاہل عارفانہ دیکھا تو امام زین العابدین کی شان میں فی البدیہہ قصیدہ پڑھا۔

یہ جواں وہ ہے کہ چومنے کو جس کے ہے ترستی سر زمین عرب و عجم قدم
تو کیا جانے کہ یہ فاطمہ کا لال ہے اور جس کے نانا پہ ہوئی نبوت ختم
کون ہے جو اس کے آگے آ سکے جب وہ چاہے چومنا بیت الحرم

کوئی نہیں اس جیسا سخی اندر جہاں
نہ ہی دیکھا ہے کسی نے آپ جیسا محترم
خلق کا پتلا ہے وہ اور سیرت کا دھنی
حسن ہی سب حسن ہے از سر تا قدم
ہے محبت دین کی اس پر سوار
کس قدر اس پہ ہے اللہ کا کرم
اہل تقویٰ، اہل علم و اہل ذوق
اہل حسن ، اہل خوبی ، اہل کرم
ہر شرافت ، ہر فضیلت ہر کرم
ہوتا ہے آخر آن کر اس پر ختم
حق پہ قائم ، حق پہ دائم ہے وہی
اس گھرانے سے ملا دینِ محترم
پھر بھی تو نے کہا میں نہ جانوں کون ہے
یہ سراسر جھوٹ ہے اے مبتلائے رنج و غم

یہ تعریف و توصیف سن کر ہشام جل گیا اور فرزوق کو قید کر دیا۔ امام زین العابدین نے فرزوق کے حق میں دعا فرمائی تو وہ رہا ہو گیا۔ آپ نے بارہ ہزار درہم فرزوق کے پاس بھیجے تو اس نے لینے سے انکار کیا کہ میں نے کسی صلہ اور انعام کے لئے آپ کی تعریف نہیں کی بلکہ جو بات حق تھی کہہ دی۔ آپ نے فرزوق کو کہلا بھیجا کہ تو نے ہماری تعریف میں جو حق بات کہی ہے اس کا اجر تجھے قیامت میں ملے گا اور میں جو تجھے دیتا ہوں اسے قبول کر کہ اہلبیت جب کسی کو کچھ دیتے ہیں تو واپس نہیں لیتے۔ پس فرزوق نے وہ درہم قبول کر لئے۔

ایک دفعہ طواف کرتے ہوئے ایک عورت اور ایک مرد کے ہاتھ حجر الاسود سے چمٹ گئے ہر چند کوشش کی گئی مگر وہ چمٹے رہے۔ لوگوں نے رائے دی کہ ان کے ہاتھوں کو کاٹ دیا جائے۔ اس اثناء میں امام زین العابدین وہاں آ نکلے۔ آپ نے اپنا دستِ مبارک ان کے ہاتھوں پر پھیرا تو ان کے ہاتھ چھوٹ گئے۔

کسی نے پوچھا کہ دنیا و آخرت میں سعید ترین کون ہے آپ نے فرمایا جو کسی بھی حال میں باطل پر راضی نہ ہو اور غصہ کی حالت میں بھی حق سے نہ پھرے۔

آپ کی وجہ وفات کے بارے میں بعض کا قول ہے کہ ولید بن عبدالملک نے آپ کو زہر دلوایا تھا جس رات آپ کی وفات ہوئی آپ نے اپنے بیٹے محمد باقر رضی اللہ عنہ سے وضو کے لئے پانی منگوایا وہ پانی لائے تو آپ نے مزید پانی منگوایا جس سے آپ نے وضو کیا۔ امام باقر نے دیئے کی روشنی میں دیکھا کہ پہلے والے پانی میں مردہ چوہا تھا۔ آپ نے

فرمایا بیٹا آج رات میری واپسی ہے پھر آپ نے اپنے بیٹے کو وصیتیں کیں۔آپ کے گیارہ صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں یہ تمام کے تمام جود وسخا اور علم وفضل میں کامل اور ممتاز تھے۔ان سے نسلِ کثیر پیدا ہوئی۔آپ کے بعد خلافت وامامت امام محمد باقر کو پہنچی۔ آپ کے ایک صاحبزادے زید نے ہشام بن عبدالما لک کے خلاف ۱۱۹ھ میں کوفہ پر خروج کیا چالیس ہزار کوفی شیعانِ علی نے آپ سے بیعت کی اور حضرت زید سے اصرار کیا کہ وہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق پر تبرا کہیں۔حضرت زید نے صاف انکار فرمایا اور کہا یہ دونوں میرے جدِ امجد کے وزیر ومشیر تھے پس اس پر سوائے پانچ سو افراد کے تمام کوفی آپ کو چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے۔ان چھوڑنے والوں سے آپ نے فرمایا :یاقوم رفضتمونی۔اے قوم تم نے مجھے چھوڑ دیا۔پھر وہ لوگ رافضی مشہور ہو گئے اور جو لوگ آپ کے ساتھ رہے وہ شیعہ زیدیہ کہلائے۔آپ نے ان باقی ماندہ پانچ سو افراد کے ہمراہ یوسف بن عمر ثقفی کا مقابلہ کیا جو ہشام کی طرف سے والئ عراق تھا۔آپ جنگ میں تیر سے سخت زخمی ہوئے اور اسی صدمہ سے وفات پائی۔وقت وفات حضرت زید کی عمر بیالیس سال تھی۔

امام زین العابدین کے ارشادات :

آپ نے اپنے بیٹے امام باقر علیہ السلام سے فرمایا پانچ آدمیوں سے دوستی نہیں رکھنی چاہیئے۔

(۱) فاسق سے کہ وہ ایک لقمہ سے بھی کم پر تجھے بیچ دے گا۔

(۲) جھوٹے سے کہ وہ سراب کی مانند ہے۔

(۳) بخیل اور کنجوس سے کہ جب تمہیں ضرورت ہو گی وہ تمہیں اپنے مال سے کاٹ دے گا۔

(۴) احمق سے کہ وہ تمہیں نفع پہنچانے کے بجائے نقصان پہنچا دے گا۔

(۵) قطع رحمی کرنے والے سے کہ ایسا شخص ملعون ہے۔ارشادِ باری ہے

وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَکُمْ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ

آپ نے فرمایا ''جو شخص ہم اہل بیت کے ساتھ اللہ کی رضا کے لئے محبت کرتا ہے

قیامت کے دن اللہ اسے اپنی رحمت کا سایہ عطا فرمائیں گے جس دن کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اور جو ہمارے ساتھ جنت کے لئے محبت کرتا ہے اللہ اسے جنت مرحمت فرمائیں گے اور جو شخص ہمارے ساتھ کسی دنیاوی غرض کے لئے محبت کرتا ہے اللہ عزوجل اس کو وسیع رزق عطا فرمائیں گے''۔

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ محمد بن مسلم بن شہاب زہری، امام زین العابدین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ زہری نہایت غمزدہ تھے۔ آپ نے وجہ دریافت کی تو عرض کیا گناہ سرزد ہوا جس کی وجہ سے پریشان ہوں۔ فرمایا زہری! ناامید کیوں ہوتے ہو، اللہ کی رحمت تمہارے گناہ سے بہت زیادہ وسیع ہے۔ زہری نے عرض کیا مجھ پر جو نعمتیں ہیں ان پر لوگ حسد کرتے ہیں، میں جن سے نیکی کرتا ہوں وہی لوگ میرے خلاف ہوجاتے ہیں۔ امام زین العابدین نے فرمایا اپنی زبان کی حفاظت کر کہ اس کے ذریعے تو اپنے بھائیوں کا مالک بن جائے گا۔ زہری نے کہا میں ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں۔ امام نے فرمایا ان چیزوں کے ذریعے اپنے اوپر اترانے سے بچو۔ اے زہری جس کی عقل کامل نہ ہو اس کی ہلاکت ظاہر ہے۔ اے زہری تم پر لازم ہے کہ تم مسلمانوں کو اپنے گھر کے افراد کی طرح سمجھو، بڑوں کو اپنے باپ کی جگہ چھوٹوں کو اولاد کی جگہ، ہم عمروں کو اپنے بھائیوں کی جگہ۔ اگر تم یہ دیکھتے ہو کہ مسلمان تمہاری عزت وتکریم کرتے ہیں تو کہو یہ ان کا فضل ہے جو انہیں حاصل ہے۔ اگر وہ تم پر ظلم وزیادتی کرتے ہیں تو خیال کرو یہ کسی گناہ کے سبب ہے جو تم سے سرزد ہوا۔ اگر تم ان باتوں کو اپنا معمول بنالو گے تو زندگی تمہارے لئے آسان ہوجائے گی، تمہارے دوستوں میں اضافہ ہوگا اور تمہارے دشمن کم ہوجائیں گے۔ اگر وہ نیکی کریں گے تو تم کو خوشی ہوگی۔ اگر زیادتی کریں گے تو تمہیں افسوس نہ ہوگا۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ''تم میں سے جو کسی مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرے گا اللہ اس کی ۱۰۰ ضرورتوں کو پورا کرے گا اور جو کسی کی مصیبت دور کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے مصائب دور فرمائے گا اور جو کسی مظلوم کی مدد کرے گا، اللہ تعالیٰ پل صراط پر گزرتے وقت اس کی مدد فرمائے گا اور جو کسی بھوکے کو کھانا کھلائے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھلوں سے رزق عطا فرمائے گا اور جو کسی ضرورت مند کو کپڑے دے گا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن کپڑے عطا فرمائے گا اور جو

کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے فرشتے اس کے لئے دعا مانگتے ہیں اور اس کو جنت کی بشارت دیتے ہیں۔

آپ فرمایا کرتے تھے تم میں سے اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو تم میں سے زیادہ اخلاق والا ہو اور تم میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ پسندیدہ وہ شخص ہے جو اپنے اہل وعیال کی بہترین پرورش کرنے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات پانے والا وہ شخص ہے جس کے دل میں اللہ کا ڈر اور خوف زیادہ ہے اور جو شخص زیادہ عمل کرنے والا ہے وہ اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ مکرم و محترم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا زیادہ خوف اور ڈر رکھتا ہو۔

حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویری 'کشف المحجوب' میں امام زین العابدین کی شان میں فرماتے ہیں:

آئمہ اہل بیت اطہار علیہ السلام میں سے وارثِ نبوت، چراغ امت، سید مظلوم، زین العُباد، شمعِ اوتاد، سیدنا ابوالحسن علی المعروف زین العابدین بن حسین علیہ السلام ہیں۔ آپ علیہ السلام اپنے زمانہ کے زاہد و عبادت گزار اور کشف حقائق و نطق دقائق میں مشہور ہیں۔ کسی نے آپ علیہ السلام سے دریافت کیا دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ نیک بخت و سعید کون شخص ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''**من اذا رضی لم یحمله رضاه علی الباطل و اذا سخط لم یخرجه سخط من الحق**'' وہ شخص جب راضی ہو تو اس کی رضا اسے باطل پر آمادہ نہ کرے اور جب ناراض ہو تو اس کی ناراضگی اسے حق سے بھٹکنے نہ دے۔ یہ وصف راست گو لوگوں کے اوصافِ کمال میں سے ہے، مومن کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو باطل میں مبتلا کرے۔

پانچویں امام

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ

آپ امام زین العابدین کے بڑے صاحبزادے اور آئمہ اثناء عشر سے پانچویں امام

ہیں۔آپ کا نام محمد، کنیت ابوجعفر اور لقب باقر ہے۔آپ کی والدہ ماجدہ بی بی فاطمہ حضرت امام حسن کی صاحبزادی تھیں۔آپ مدینہ منورہ میں واقعہ کربلا سے تین برس پہلے پیدا ہوئے۔تاریخ پیدائش ۳ رصفر ۵۷ھ بروز جمعہ ہے۔آپ کا وصال ۷ رذی الحج ۱۱۴ھ بروز دوشنبہ مدینہ منورہ میں ہوا اور جنت البقیع میں حضرت امام حسن کے روضہ مبارک میں تدفین ہوئی۔آپ میانہ قد، گندمی رنگت اور صورت وسیرت میں اپنے آبائے کرام کی مثل تھے۔آپ بڑے عالم، یگانہ روزگار تھے اور اس قدر علوم نشر فرمایا کہ دوست و دشمن سب آپ کو باقر العلوم کہتے تھے۔صواعق محرقہ میں ہے کہ باقر، بقرالارض سے مشتق ہے اور بقرالارض کے معنی ہیں زمین کو پھاڑ کے اس کی مخفیات کو نکال کر ظاہر کرنے والا۔پس آپ نے حقائق و معارف کی پوشیدہ و مخفی باتوں کو ظاہر فرمایا اور احکام ولطائف کی حکمتوں کو ظاہر کیا اسی بناء پر آپ کو باقر کہا گیا۔صاحب ارشاد کا قول ہے کہ جس قدر علم دین، سنن، علم قرآن، تفسیر اور فنون ادب آپ سے ظاہر ہوئے وہ کسی سے ظاہر نہ ہوئے۔

حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویریؒ نے فرمایا امام محمد باقر، اولاد نبی ﷺ امام ہیں۔

محمد بن طلحہ القرشی الشافعی نے کہا امام محمد باقر، علم و زہد، تقویٰ وطہارت، صفائے قلب اور دیگر محاسن و خصائل میں اس درجے پر فائز تھے کہ یہ صفات خود ان کی طرف انتساب ہونے کی وجہ سے ممتاز قرار پائے۔

حافظ ابن کثیر نے فرمایا امام محمد باقر نے علوم کو کھولا اور ظاہر کیا اور احکام کا استنباط کیا۔آپ رفیع النسب اور عالی حسب تھے۔

ابونعیم اصفہانی نے کہا امام محمد باقر کے تبحر علمی کا یہ مقام تھا کہ بڑے سے بڑے علماء آپ کے سامنے تلامذہ اور شاگردوں کی حیثیت رکھتے تھے۔

نور الابصار میں علامہ شبلنجی نے فرمایا علم دین، علم قرآن، تاریخ اور علم ادب کے تمام فنون جس قدر امام محمد باقر علیہ السلام سے ظاہر ہوئے اتنے امام حسن اور امام حسین کی اولاد میں سے کسی سے ظاہر نہ ہوئے۔

محقق ابوزہرہ نے کہا امام محمد باقر امام زمانہ تھے۔قرآن پاک کے بہت بڑے مفسر تھے، فقہ اسلامی کے بہت بڑے رمز شناس تھے۔آپ اوامر و نواہی کی حکمت سے خوب

واقف تھے اور ان کے مقاصد و مطالب کو خوب اچھی طرح جانتے تھے۔

علامہ ابن حجر مکی نے کہا امام محمد باقر علم پھیلانے والے اور جامع العلوم تھے۔ آپ علوم و مصارف کے مدارج بلند کرنے والے ہیں۔ آپ کا دل صاف اور علم و عمل روشن تھا۔ آپ کی ذات پاک اور خلقت شریف تھی اور عارفوں کے قلوب میں آپ کے آثار راسخ اور نمایاں تھے۔

امام محمد باقر علیہ السلام کو علم، فضل اور امامت اپنے والد گرامی امام زین العابدین سے وراثت میں ملا ہے آپ نے اپنے والد کی طرح اپنی تمام تر صلاحیتوں کو علم کی نشر و اشاعت پر مبذول کیا۔ آپ کا سارا وقت خدمت خلق اور امور خیر میں صرف ہوا۔ آپ فقیروں، بے نواؤں کے کام آتے۔ ضعیفوں اور دردمندوں کی چارہ جوئی فرماتے۔ ہر حاجت مند کی ضرورت پورا کرتے۔ حضور اقدس ﷺ نے آپ کے بارے میں خبر دی کہ یہ دین کی نشر و اشاعت کریں گے۔ چنانچہ حضرت علی کی اولاد میں سے جتنا علم امام محمد باقر نے پھیلایا اتنا کسی اور سے نہیں پھیلا۔ بایں وجہ آپ کو باقر کہا جاتا ہے یعنی علم کی گہرائی اور وسعت تک پہنچنے والے اور علم کے حقائق و دقائق تک رسائی حاصل کرنے والے یہاں تک کہ آپ سے کوئی علمی راز مخفی اور پوشیدہ نہیں رہا۔

علمائے عصر نے بعض آیات بینات کے معنیٰ و مطالب آپ سے امتحاناً دریافت کئے تو آپ نے ایسے شافی جواب دیئے کہ سوائے تسلیم کے چارہ نہ ہوا۔ کسی نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا کہ کیا آپ کی امام باقر سے ملاقات ہوئی فرمایا ہاں اور میں نے ان سے ایک بے حد مشکل سوال کیا جس کا انہوں نے ایسا شاندار جواب دیا کہ اس سوال کا اس جیسا جواب، دیکھا نہ گیا۔ ایک بار مقام عرفات میں تیس ہزار لوگوں نے مختلف مشکل مسائل میں تیس ہزار سوالات کئے اور آپ سے ان کے فوراً شافی جواب پا کر آپ کے فضائل و کمالات کے معترف ہوئے۔ عطا کہتے ہیں میں نے علمائے کرام کو ازروئے علم کسی اور کے پاس اس قدر چھوٹا سمجھتے ہوئے نہ دیکھا جس قدر آپ کے روبرو دیکھا۔

''سپر برین آف اسلام'' میں مذکور ہے اموی بادشاہ ولید بن عبدالملک دمشق سے چلا اور چند شہروں کا معائنہ کرنے کے بعد مدینہ منورہ پہنچا۔ مدینہ منورہ میں اس وقت گورنر

حضرت عمر بن عبدالعزیز تھے۔ مدینہ میں داخل ہو کر اعلان کروایا کہ کل عام ملاقات کا دن ہے جو بھی بادشاہ سے ملنا چاہے ملاقات کر لے۔ عمر بن عبدالعزیز جانتے تھے کہ امام محمد باقر ولید سے ملاقات کو نہ جائیں گے اور ممکن ہے کہ اس سبب امام زیر عتاب آجائیں۔ وہ امام کے پاس آئے اور ملاقات کے واسطے جانے کے لئے عرض گزار ہوئے۔ امام باقر نے انکار کیا۔ عمر بن عبدالعزیز نے عرض کیا، مدینہ آپ کا گھر ہے اگر کوئی کافر بھی بطور مہمان گھر آئے تو کیا آپ اس کا احترام نہ کریں گے۔ آپ نہ مانے تو عمر بن عبدالعزیز نے عرض کیا آپ اس لئے نہیں جانا چاہتے کہ لوگوں کے ذہن میں یہ بات آئے گی کہ آپ نے ولید سے بیعت کر لی ہے۔ امام نے فرمایا ہاں۔ گورنر نے عرض کیا آپ کے اجداد میں سے ایک نے مسلمانوں کی مصلحت کے پیش نظر اموی خلیفہ سے صلح کی، اس وقت کسی نے یہ نہ کہا کہ انہوں نے خلیفہ سے بیعت کی، آپ بھی ولید سے ملنے جائیں گے تو کوئی یہ نہ کہے گا کہ آپ نے اس سے بیعت کر لی ہے۔ امام باقر نے فرمایا میں اس سے ملنے پر نہ جانے کو ترجیح دیتا ہوں۔ گورنر نے کہا پھر میرے لئے مصیبت کھڑی ہو گی۔ ولید کو علم ہے کہ میں آپ کا اور آپ کے خاندان کا عقیدتمند ہوں اور ولید کے پاس اطلاعات حاصل کرنے کی خفیہ مشین ہے جو امیر معاویہ کے زمانے سے چلی آرہی ہے۔ اس کے جاسوس اس کو ہر بات بتا دیں گے، وہ مجھ پر غضب ناک ہو گا اور ہو سکتا ہے مجھے گورنری معزول کر دے۔ امام باقر اس بات پر ولید سے ملنے پر تیار ہو گئے۔ دوسرے دن ملاقات پر ولید نے آپ کا احترام کیا اپنے برابر بٹھایا عمومی گفتگو ہوئی اور ولید نے آپ کو بڑی جائیداد دینے کی پیش کش کی جسے آپ نے قبول نہ کیا۔ اگلے دن بادشاہ مسجد نبوی کی توسیع کا کام ملاحظہ کر رہا تھا۔ امام محمد باقر حسب معمول مسجد نبوی میں شاگردوں کو درس دے رہے تھے امام جعفر صادق علیہ السلام بھی اپنے والد کے درس میں شریک ہوتے تھے۔ اتفاق سے اس دن علم جغرافیہ پڑھایا جا رہا تھا۔ ولید کو جغرافیہ کا مطلق علم نہ تھا۔ وہ آپ کی باتیں غور سے سنتا رہا پھر حیرت سے پوچھا کہ یہ کون سا علم ہے؟ امام باقر نے فرمایا یہ جغرافیہ اور ہیئت ہے۔ ولید نے پوچھا یہ علم کس بارے میں بتاتا ہے۔ فرمایا یہ زمین اور آسمانی ستاروں کے بارے میں بتاتا ہے۔ ولید کی نظر امام جعفر صادق پر پڑی تو اس نے کہا یہ بچہ کون ہے اور اس حلقہ

درس سے کیسے استفادہ کرتا ہے۔ گورنر نے بتایا یہ امام محمد باقر کا فرزند ہے اور اس کے علم حاصل کرنے کی استعداد دیگر طالب علموں سے زیادہ ہے آپ چاہیں تو اس کا امتحان لیں۔ ولید نے امام جعفر صادق سے پوچھا ''صاحب المنطق'' کون تھا؟ آپ نے فوراً جواب دیا ارسطو اور اس کو یہ لقب اس کے شاگردوں نے دیا۔ بادشاہ نے پوچھا ''صاحب المعز'' کون تھا۔ فرمایا یہ کسی انسان نہیں بلکہ ستاروں کے ایک گروہ کا نام ہے جو ''ممسک الاعنۃ'' بھی کہلاتا ہے۔ ولید نے پوچھا ''صاحب السواک'' کون تھا امام جعفر نے جواب دیا صاحب السواک حضرت عبداللہ بن مسعود کو کہا جاتا ہے جن کا کام میرے بزرگوار رسول اللہ ﷺ خدمات کا کچھ حصہ سرانجام دینا تھا۔ ولید نے چھ بار مرحبا کہا اور امام باقر سے فرمایا یہ بچہ دنیا کے عظیم ترین دانشمندوں میں سے ایک ہوگا۔

امام جعفر صادق سے مروی ہے ایک سال میں اپنے والد امام باقر کے ہمراہ حج پر گیا میں نے خطبہ دیا جس میں کہا ''اللہ عزّوجل کا شکر ہے جس نے محمد ﷺ نبوت سے سرفراز فرمایا اور ہم کو محمد ﷺ وجہ سے فضیلت دی، ہم خدا کے برگزیدہ بندے اور اس کی زمین میں اس کے خلفاء ہیں۔ جس نے ہماری پیروی کی وہ سعید ہے جس نے ہم سے عداوت کی وہ شقی ہے''۔ امام جعفر صادق فرماتے ہیں ہشام بن عبدالملک بھی وہاں تھا۔ اس وقت تو اس نے کچھ نہ کہا مگر دمشق پہنچ کر ہمیں بلوا بھیجا۔ مجھے اور میرے والد کو اپنے تخت پر دائیں اور بائیں بٹھایا اور میرے والد سے کہا اگر قبیلہ قریش ہمیشہ عرب و عجم پر آپ کی وجہ سے فخر کرے تو بجا ہے۔ امام باقر نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمام کمالات اور علوم جو اپنے نبی ﷺ عطا فرمائے، رسول اللہ ﷺ نے ہم اہل بیت رسالت کو بطور ورثہ عطا فرمائے۔ ہشام نے کہا کیا ہم اور تم عبدالمناف کی اولاد ہونے میں برابر نہیں۔ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا عبدالمناف کی اولاد ہونے میں اگرچہ برابر ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ہم کو سرّ مکنون سے مخصوص کیا جو تمہیں حاصل نہیں۔ نیز خاص علوم ہم کو عطا فرمائے جو کسی اور کو نہ دیئے۔ ہشام نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ تمام سرخ، سیاہ و سفید کی طرف مبعوث نہیں کیا؟ یہ میراث تمہارے لئے مخصوص کیسے ہوگئی؟ اللہ نے فرمایا للہ میراث السمٰوٰات والارض تو پھر یہ علوم، یہ چیزیں تمہارے ساتھ خاص کیوں؟ جبکہ حضور کے بعد کوئی نبی

نہیں؟ امام محمد باقر علیہ السلام نے جواب دیا اللہ عزوجل نے ہمیں اپنے علم خاص سے مخصوص کیا اپنے رسول کو وحی بھیجی کہ وہ ہمیں سارے علوم سے خاص کر دے۔ حضور اقدس ﷺ نے جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو سارے علوم واسرار سے آگاہ ومخصوص کر دیا۔ جب یہ آیت ''وَتَعِيَهَا أُذُنٌ'' وَاعِيَةٌ'' ''اور اسے محفوظ رکھے وہ کان جو محفوظ رکھتا ہو'' حضور نے فرمایا اے علی! میں نے اللہ سے سوال کیا کہ وہ تمہارے کان کو اس طرح بنا دے اور اللہ نے ایسا بنا دیا۔ چنانچہ باب العلم مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے علم کے ہزار باب تعلیم فرمائے اور ہر ایک باب سے ہزار باب علم کے اور کھلے۔ اے بادشاہ جس طرح تم اپنے راز مخصوص آدمیوں کو بتاتے ہو اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنے راز سیدنا علی المرتضیٰ کو بتائے۔ حضرت علی نے اپنی اولاد میں سے خاص کو یہ راز تعلیم کئے اور اس طرح یہ علم خاص ہم تک پہنچا۔

طبقات الحفاظ میں ہے کہ آپ نے اپنے اجداد، حضراتِ حسنین، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت عبد اللہ ابن عمر اور دیگر کئی صحابہ سے حدیث روایت کی اور آپ سے آپ کے صاحبزادے امام جعفر صادق، عطا، ابن جریح، امام ابوحنیفہ اوزاعی اور امام زہری وغیرہ نے حدیث کو لیا۔ ابن شہاب زہری جنہوں نے سب سے پہلے حدیث کی تدوین کی، آپ کو حدیث میں ثقہ لکھتے ہیں۔ امام نسائی نے اہل مدینہ کے فقہائے تابعین میں آپ کا ذکر کیا۔ اور آپ کے واسطے اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ حضورِ اقدس ﷺ نے آپ کا اس وقت ذکر کیا جب دنیا میں آپ کا نام ونشان تک نہ تھا اور حضور نے آپ کو سلام کہا۔ صوائق محرقہ میں ہے کہ امام محمد باقر کم عمر تھے، آپ سے حضرت جابر بن عبد اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو سلام کہا ہے۔ حاضرین نے کہا ایسا کیونکر ہوسکتا ہے۔ حضرت جابر نے فرمایا میں ایک دن حضور اقدس ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا امام حسین حضور کی گود میں کھیل رہے تھے تو حضور نے مجھ سے فرمایا۔ ''اے جابر حسین کے ایک لڑکا ہوگا اس کا نام علی رکھا جائے گا۔ بروز قیامت جب یہ ندا ہوگی کہ اے سید العابدین اٹھو، تو وہی لڑکا اٹھے گا۔ اس لڑکے کے ایک لڑکا ہوگا جس کا نام محمد ہوگا اللہ عزوجل اسے انوار وحکم عطا کرے گا پس اے جابر اگر تو اس وقت زندہ رہے تو اس کو میرا سلام کہنا۔'' آپ فرماتے

ہیں کہ میرے والد ماجد نے قبل از وفات مجھے یہ وصیت کی تھی کہ حق تعالیٰ نے میرے بعد منصب امامت تم کو عطا کیا ہے۔تمہارا بھائی عبداللہ میرے بعد منصب امامت کا دعویدار ہوگا اور بہت سے لوگوں کو اپنی طرف رجوع کرے گا۔تم اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا کہ اس کی عمر کم ہے چنانچہ والد ماجد کی وفات کے بعد عبداللہ بھی دعویدار ہوئے مگر عنقریب ہی فوت ہوگئے۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ بڑے عابد وزاہد، خشوع وخضوع والے بزرگ تھے۔اپنے تمام اوقات کو عبادت وطاعت الٰہی سے معمور رکھتے۔آپ کو عارفین کے سیر ومقامات میں اسقدر رسوخ تھا کہ زبان اس کے بیان سے قاصر ہے۔امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد اکثر نصف شب گزرنے کے بعد اللہ کی جناب میں زاری کرتے، گڑگڑاتے، بے حد روتے اور عاجزی سے کہتے اے میرے اللہ تو نے مجھے نیک کاموں کا حکم دیا مگر میں نے اس پر عمل نہیں کیا تو نے مجھے برے کاموں سے دور رہنے کو فرمایا مگر میں باز نہ آیا پس یہ تیرا عاجز بندہ تیرے حضور میں اپنے گناہوں اور خطاؤں کا اقرار کرنے والا کھڑا ہے اور کوئی عذر نہیں رکھتا۔آپ کے غلام افلح کا بیان ہے کہ میں ایک بار آپ کے ہمراہ حج کو گیا۔جب آپ کی نظر بیت اللہ شریف پر پڑی تو داڑھیں مار کر زور زور سے رونے لگے، میں نے عرض کیا میرے ماں باپ حضور پر قربان ذرا آواز کو پست کیجئے۔آپ نے فرمایا اے افلح تیرے لئے خرابی ہو، میں اپنے مالک کے حضور کیوں نہ روؤں شاید اسے اس بات پر رحم آجائے، وہ میری طرف نظرِ رحمت فرمائے اور مجھے قیامت کے دن کامیابی ہو پھر آپ رکوع وسجود میں مشغول ہوگئے۔جب فارغ ہوئے تو جائے سجود آنسوؤں سے تر تھی۔

امام اعظم امام ابوحنیفہ کے مناقب پر سب سے عظیم کتاب ''المناقب للموفق المکی'' میں ہے : حضرت عبداللہ بن مبارک روایت کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ جب مدینہ گئے تو امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا'' آپ کی حرمت اور تعظیم وتکریم میرے اوپر اس طرح واجب ہے جس طرح صحابہ پر حضور اقدس ﷺ کی تعظیم وتکریم واجب تھی''۔

شیخین کے دشمنوں سے بیزاری:

کتاب الصفوۃ میں ہے عروہ بن عبداللہ نے آپ سے پوچھا کہ تلوار کا قبصہ چاندی کا بنوانے میں کوئی حرج ہے؟ فرمایا نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی تلوار کو مجلی فرمایا تھا۔ عروہ نے کہا آپ ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں؟ یہ سنتے ہی آپ اچھل پڑے اور قبلہ رخ ہو کر فرمانے لگے۔ نِعْمَ الصِّدِّيْقُ نِعْمَ الصِّدِّيْقُ فَمَنْ لَمْ يَقُلِ الصِّدِّيْقُ فَلاَ صَدَّقَ اللّٰهُ لَه' قَوْلاً فِيْ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ۔ ہاں وہ صدیق ہیں ہاں وہ صدیق ہیں اور جو ابوبکر کو صدیق نہ کہے خدا اس کے قول کو دنیا اور آخرت میں سچا نہ کرے۔

اہل عراق کے ایک گروہ کی نسبت آپ کو معلوم ہوا کہ وہ ابوبکر و عمر سے عداوت رکھتا ہے اور اہلبیت کو دوست رکھتا ہے۔ آپ نے ان کو لکھ بھیجا کہ جو شخص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو دشمن سمجھتا ہے مجھے ان سے کوئی واسطہ نہیں اور اگر میں حاکم ہوا تو ایسے لوگوں کے خون کو اللہ کے تقرب کا ذریعہ بناؤں گا۔ (طبقات الکبریٰ)

کشف و کرامات: شواہد النبوۃ میں ابوالبصیر سے روایت ہے ایک دن میں نے امام محمد باقر سے عرض کیا کہ آپ وارث رسول اللہ ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے کہا رسول خدا وارث جمیع علوم انبیاء تھے فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کیا کیا آپ وارث جمیع علوم رسولِ خدا ہیں فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کیا کیا آپ مردہ کو زندہ، برص والے کو اچھا اور اندھے کو بینا کر سکتے ہیں؟ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ لوگ گھروں میں کیا کھاتے ہیں اور کیا جمع کرتے ہیں؟ فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب کچھ کر سکتا ہوں پھر مجھے اپنے قریب بلایا، میں اندھا تھا۔ آپ نے میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو میں بینا ہو گیا۔ میں زمین و آسمان اور ساری چیزیں دیکھنے لگا۔ پھر فرمایا کیا تو چاہتا ہے کہ اسی طرح بینا رہے اور تیرا حساب و کتاب اللہ پر رہے یا بدستور پہلے کی طرح اندھا رہے اور اس کے عوض تجھے جنت ملے۔ پس میں نے اندھا رہنا قبول کیا۔ پھر آپ نے میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو میں پہلے کی طرح دوبارہ اندھا ہو گیا۔

کشف المحجوب میں داتا صاحب فرماتے ہیں۔ روایت ہے کہ ایک دفعہ بادشاہِ وقت

نے آپ کے قتل کا ارادہ کر کے آپ کو اپنے پاس بلایا لیکن جب آپ بادشاہ کے پاس آئے تو بادشاہ نے بہت معذرت کی اور تحائف دے کر آپ کو رخصت کا۔ لوگوں نے پوچھا کہ قتل کے ارادے کے بعد تحائف دے کر واپس بھیجنا کا معنی رکھتا ہے؟ تو بادشاہ نے جواب دیا جب وہ میرے پاس آئے تو میں نے دیکھا کہ دو شیر آپ کے دائیں بائیں کھڑے مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ اگر تو نے انہیں قتل کیا تو ہم تجھے مار دیں گے۔ ایک شخص نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سوال کیا اللہ تعالیٰ پر مومنین کا کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا یہ حق ہے کہ اگر وہ اس خرمہ کے درخت کو اپنے پاس بلائیں تو فوراً چلا آئے۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ درخت نے اپنی جگہ سے حرکت شروع کر دی اور آپ کی طرف آنے لگا تو آپ نے فرمایا اے درخت اپنی جگہ ٹھہر کہ میرا ایسا کہنا برسبیلِ تمثیل تھا نہ کہ امر، پس درخت ٹھہر گیا۔ ہشام بن عبدالملک کا محل تیار ہو رہا تھا۔ آپ کا ادھر سے گذر ہوا آپ نے فرمایا واللہ یہ مکان مسمار کیا جائے گا اور اس کی اینٹ دوسری جگہ جائے گی یہاں تک کہ اس کی بنیاد کے پتھر ظاہر ہو جائیں گے۔ پس ہشام کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے ولید نے اپنا محل دوسری جگہ تیار کرایا اور اس محل کو مسمار کر کے اس کی اینٹیں وہاں لے گیا یہاں تک کہ بنیاد کے پتھر ظاہر ہو گئے۔ ایک دن آپ نے اپنے چھوٹے بھائی زید کو دیکھ کر فرمایا واللہ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ کوفہ کی طرف خروج کریں گے اور قتل ہوں گے اور اس کا سر مدینہ میں لا کر لٹکایا جائے گا پس ایسا ہی ہوا، جیسا آپ نے فرمایا تھا۔ ایک دن آپ نے فرمایا اگلے سال ایک شخص چار ہزار کی فوج لائے گا اور بہت سے ساکنان مدینہ کو قتل کرے گا۔ پس اگلے سال نافع بن ارزق چار ہزار کی فوج کے ساتھ آیا اور تین روز تک اہلیانِ مدینہ کو قتل کیا۔

ایک دن آپ سوار ہو کر غلاموں کے ہمراہ جا رہے تھے کہ راہ میں دو شخص ملے آپ نے فرمایا انہیں پکڑ کر باندھ دو کہ یہ چور ہیں پھر ایک غلام سے فرمایا اس پہاڑ پر جا اس میں ایک غار ہے وہاں جو چیز ملے اسے لے آ۔ غلام گیا اور غار سے دو صندوق سامان سے بھرے لے آیا۔ آپ نے فرمایا ان دو صندوقوں میں سے ایک کا مالک مدینہ میں موجود ہے دوسرا موجود نہیں۔ آپ مدینہ واپس آئے وہاں چند بے گناہ لوگ اسی چوری کی تہمت

میں گرفتار تھے ۔ وہ بری ہوئے آپ نے ایک صندوق مالک کے حوالے کیا اور چوروں کے ہاتھ قلم ہوئے ان میں سے ایک چور نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ میرا ہاتھ فرزند رسول کی موجودگی میں کاٹا گیا ان کے ہاتھ پر میری توبہ قبول ہوئی۔ آپ نے فرمایا توبہ کا پکا عہد کرو کہ تم ایک سال بعد اس دارِفانی سے کوچ کر جاؤ گے۔ اس نے توبہ کی اور پورا ایک سال زندہ رہا پھر انتقال کر گیا۔ تین دن بعد دوسرے صندوق کا مالک آ گیا آپنے فرمایا اس صندوق میں دو ہزار دینار اور اس طرح کے کچھ کپڑے ہیں ان میں سے ایک ہزار دینار تیرا ہے اور ایک ہزار کسی اور کا۔ اس نے کہا اگر آپ کو پتہ ہے تو اس شخص کا نام بھی بتا دیجئے فرمایا اس کا نام محمد بن عبدالرحمن ہے جو بہت صالح اور نیک بخت ہے، بہت زیادہ صدقہ و خیرات کرتا ہے اور پابندی سے نماز ادا کرتا ہے اور اب دروازے پر تمہارا انتظار کر رہا ہے ۔ جس شخص سے آپ بات کر رہے تھے وہ نصرانی تھا اس نے یہ سچی باتیں سنی تو اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

ایک دن ابن عکاسہ نے خدمت اقدس میں عرض کیا کہ جعفر صادق بالغ ہو گئے ہیں ان کے نکاح کا انتظام ضروری ہے ۔ آپ نے اشرفیوں کی ایک سربمہر تھیلی اس کے سامنے رکھی اور فرمایا عنقریب ایک سوداگر آئے گا اس کے پاس سے ایک کنیز خرید لانا۔ چنانچہ سوداگر آیا ابن عکاسہ نے ایک کنیز جو بہت خوبرو، اچھے اخلاق والی باعفت وعصمت نایاب موتی کی طرح تھی۔ اس کی قیمت ستر اشرفیاں طے پائی ۔ جب تھیلی کھولی گئی تو اس میں پوری ستر اشرفیاں نکلیں ابن عکاسہ اسے لے کر امام باقر کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے کنیز کا نام پوچھا اس نے کہا حمیدہ۔ آپ نے فرمایا : **حمیدة فی الدنیا و محمودة فی الاٰخرة**۔ تو دنیا میں حمیدہ ہے اور آخرت میں محمودہ ہے۔ پھر آپ نے پوچھا کہ تم کنواری ہو یا غیر باکرہ اس نے کہا میں کنواری ہوں۔ آپ نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک بردہ فروش کے ہاتھوں کوئی لونڈی بچ جائے اس نے کہا کہ جب بھی یہ بردہ فروش میرے پاس آ کر برائی کا ارادہ کرتے تو ایک سفید ریش بزرگ سامنے آ کر اسے طمانچہ مارتے اور مجھ سے دور کر دیتے اور ایسا کئی بار ہوا یہ سن کر امام باقر نے اس کا نکاح امام جعفر صادق سے کیا اور اس کے شکم سے بہترین خلائق حضرت موسیٰ بن جعفر پیدا ہوئے

-

اس راوی کا بیان ہے کہ امام باقر رضی اللہ عنہ سے ملنے گیا ان کے پاس کچھ لوگ آئے ہوئے تھے۔ میں باہر انتظار کرتا رہا پھر بارہ افراد تنگ قباؤں اور موزے دستانے پہنے باہر نکلے انہوں نے السلام وعلیکم کہا اور چلے گئے۔ میں امام کے پاس حاضر ہوا اور پوچھا یہ کون لوگ تھے جو ابھی آپ کے پاس سے گئے فرمایا یہ تمہارے بھائی جن ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا جنات بھی آپ کے پاس آتے ہیں فرمایا جس طرح تم حلال وحرام کے بارے میں دریافت کرتے ہو اسی طرح یہ بھی پوچھتے ہیں۔

ایک اور راوی کا بیان ہے کہ میں امام باقر کے ہمراہ مکہ اور مدینہ کی درمیانی وادی میں سفر کررہا تھا۔ آپ ایک خچر پر سوار تھے میں ایک گدھے پر سوار تھا۔ ایک بھیڑیا آیا اور آپ سے دیر تک گفتگو کرتا رہا پھر آپ نے فرمایا اب تم چلے جاؤ، تم جس طرح چاہتے تھے میں نے تمہارا کام کردیا ہے۔ بھیڑیا چلا گیا۔ آپ نے مجھ سے کہا تجھے پتہ ہے یہ کیا کہتا تھا؟ آپ نے فرمایا وہ کہہ رہا تھا کہ میری مادہ اس وقت درد زِہ میں مبتلا ہے آپ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اسے خلاصی دے اور میری نسل سے کسی کو بھی آپ کے ارادتمندوں پر مسلط نہ کرے۔

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں آپ سے ملنے گیا مگر مجھے ملاقات کی اجازت نہ ملی میں غمگین حالت میں گھر واپس آیا، پریشانی میں نیند نہ آرہی تھی اور سوچ رہا تھا کہ مکہ واپس جاؤں، اگر مرجیہ لوگوں کے ساتھ جاؤں تو وہ یوں کہتے ہیں اور اگر قدریہ جماعت کے ساتھ جاؤ تو وہ یوں کہیں گے، اگر حروریہ کے ساتھ جاؤں تو وہ یوں کہیں گے، اگر یزیدیہ کے ساتھ جاؤں تو وہ اس طرح کہتے اور ان میں سے ہر ایک کی باتیں تخریب وفساد سے خالی نہیں۔ میں اسی ذہنی کشمکش میں تھا کہ فجر ہوگئی اور کسی نے دروازہ پر دستک دی۔ میں نے پوچھا کون وہ بولا میں محمد بن علی بن حسین کا قاصد ہوں اور وہ تجھے یاد فرمارہے ہیں۔ میں تیار ہو کر حاضر خدمت ہوا تو آپ نے فرمایا اے فلاں! تم نہ مرجیہ کے ساتھ لوٹو، نہ قدریہ کے ساتھ، نہ یزیدیہ کے ساتھ، نہ حروریہ کے ساتھ بلکہ تم ہماری طرف لوٹو۔ حبابہ نامی ایک عورت آپ کے پاس آئی اس کے سارے بال سفید تھے۔ آپ نے اس کے سر پر اپنا ہاتھ پھیرا تو

سارے بال سیاہ ہو گئے۔ ابو بصیر روایت کرتے ہیں کہ امام باقر نے فرمایا مجھے ایک ایسے شخص کا حال معلوم ہے جو اگر دریا کے کنارے کھڑا ہو جائے تو تمام جانوروں، ان کی ماؤں، چچیوں اور خالاؤں کے نام جان لیتا ہے۔ (آپ کا اشارہ اپنی طرف تھا)

خیثمہ جعفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام کو ارشاد فرماتے سنا:

"ہم بارگاہِ الٰہی کے مقرب ہیں، ہم اللہ کا انتخاب ہیں، ہم اس کے چنے ہوئے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ کی حجت ہیں، ہم ارکانِ ایمان ہیں، ہم اسلام کے ستون ہیں، ہم اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر اس کی رحمت ہیں، ہماری وجہ سے اللہ تعالیٰ (انعام وفضل) کے دروازے کھولتا ہے اور ہماری ہی وجہ سے بند کرتا ہے، ہم ہدایت کے امام اور داعی الی اللہ ہیں، ہم اندھیروں میں چراغ اور ہدایت کا مینارہ نور ہیں، ہم حق کا بلند علم ہیں، جس نے ہم سے تمسک کیا اس نے حق کو پالیا، جس نے ہمیں چھوڑا وہ غرق ہو گیا، ہم روشن پیشانی والوں کے قائد ہیں، ہم طریق واضح اور اللہ تعالیٰ کی طرف صراط مستقیم ہیں، ہم اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر اس کی نعمت ہیں، ہم نبوت کا خزانہ، رسالت کی جائے قرار اور فرشتوں کے اترنے کا مقام ہیں، ہم منہاج (واضح راستہ) ہیں، جس نے ہم سے نور ہدایت حاصل کرنا ہو تو ہم اس کے لئے چمکتا سورج ہیں جس نے ہماری اقتداء کرنی ہو اس کے لئے ہم سیدھا راستہ ہیں، ہم جنت کی طرف ہدایت کرنے والے آئمہ ہیں، ہم اسلام کے سپہ سالار ہیں، ہم (ہدایت کا) پل ہیں اور بلند و بالا عمارت ہیں، جو شخص اس پر چلا اس نے حق کو پالیا اور جس نے اس کو چھوڑا وہ مٹ گیا، ہم (ہدایت ومعرفت) کی بڑی چٹان ہیں ہماری وجہ سے حق تعالیٰ مخلوق پر رحمت نازل فرماتا ہے، ہماری وجہ سے لوگوں کو بارش سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہماری ہی وجہ سے تم سے عذاب کو دور کیا جاتا ہے، جس نے ہماری معرفت حاصل کی ہماری مدد کی اور ہمارے حق کو پہچانا اس نے ہمارے امر کو تھام لیا، وہ ہم سے ہے اور ہماری طرف لوٹے گا (فرائد السمطین ۲۵۳ : ۲/)

اقوالِ زرین : امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب دل میں خدا کا دین خالص داخل ہوتا ہے تو ما سوی اللہ کو دل سے نکال دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا دنیا ایک سواری ہے

جس پر تو سوار ہے۔ ایک کپڑا ہے جو تو نے پہنا ہے ایک عورت ہے جو تو نے پائی ہے۔ ایمان والے دنیائے فانی ہونے کے سبب کبھی اس پر مطمئن نہیں ہوتے اور آخرت کے ہول کے سبب اس سے بے پرواہ نہیں ہوتے۔ آپ نے فرمایا کوئی عبادت عفت شکم اور عفت شرمگاہ سے افضل نہیں۔ یعنی حلال وطیب کھانا اور شرمگاہ کو حرام سے بچانا یہی بڑی عبادت ہے۔ آپ نے فرمایا جب اللہ تجھے کوئی نعمت دے تو اس کا شکر بجالا اور **الحمدللہ** کہہ، جب کوئی صدمہ پہنچے تو **لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** کہہ اور جب تنگی رزق ہو تو **استغفر اللہ** کہہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کو تین چیزوں میں چھپایا ہے۔ اپنی رضامندی کو اپنی فرمانبرداری میں، پس تو اس کے کسی فرمان کو حقیر نہ جان شاید اس کی رضامندی اسی میں ہو، اللہ نے اپنے غصہ کو معصیت میں چھپایا ہے، پس تو کسی چھوٹے سے چھوٹے گناہ کو بھی چھوٹا نہ جان، شاید اس کا غصہ، اس کی ناراضگی اسی میں نہ ہو۔ اور اللہ نے اپنے اولیاء کو اپنی مخلوق میں چھپایا ہے پس تو کسی مخلوق کو ذلیل وحقیر نہ جان کہ شاید وہی اللہ کا ولی ہو۔ آیت مبارکہ **فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ** جس نے شیطان کا کہانہ مانا اور اللہ پر ایمان لایا کی تفسیر میں امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو چیز تجھے حق تعالیٰ کے مشاہدے سے باز رکھے وہ تیرے لئے طاغوت ہے اب تجھے یہ دیکھنا ہے کہ کس چیز نے تجھے مشاہدہ حق سے محجوب کر دیا ہے تا کہ اسے راستے سے ہٹا کر واصل باللہ ہو اور حجاب کی محرومی سے نجات پائے۔

چھٹے امام

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

آپ کی ولادت باسعادت ۸۳ھ ماہ ربیع الاول کے آخری عشرہ میں بروز سوموار مدینہ منورہ میں ہوئی اور وفات ۱۵ ؍رجب ۱۴۸ھ میں ہوئی۔ تدفین جنت البقیع میں امام حسن کے پہلو میں ہوئی۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور لقب صادق ہے۔

شان وعظمت:

آپ عظمائے اہلبیت سے ہیں۔ آپ کے علوم کا احاطہ فہم وادراک نہیں کر سکتے۔ کہا جاتا ہے کہ کتابِ جفر جو عبدالمومن کے توسط سے مغرب میں رائج ہے، آپ کا کلام ہے۔ کتاب جفر آپ کے اسرار علوم پر مشتمل ہے۔ اس کا تذکرہ سیدنا امام علی بن موسیٰ کے ملفوظات میں صریحاً پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مامون الرشید نے آپ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تو آپ نے فرمایا جفر وجامعہ دونوں ایک دوسرے کے خلاف ہیں (یعنی آپ کے علم کے مطابق ایسا ہو نہیں پائے گا) آپ اس دعوے میں سچے تھے۔

آپ فرماتے کہ ہمارے علوم غابر ومزبور ہیں جنہیں ہم سینوں میں چھپائے رکھتے ہیں اور کانوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ اور ہمارے پاس جفر احمر، جفر ابیض اور مصحف فاطمہ بھی ہے۔ علم جامعہ میں وہ تمام چیزیں پائی جاتی ہیں جن سے لوگوں کو واسطہ رہتا ہے۔ غابر وہ علم ہے جس کی روشنی میں مستقبل کے تمام حالات سے آگاہی ہوتی ہے۔ مزبور وہ علم ہے جس کی روشنی میں گذرے ہوئے واقعات کا علم ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا جفر احمر، حضور ﷺ ایک قسم کا اسلحہ ہے اور ہم اہلبیت اس کو کبھی ظاہر نہیں کرتے جب تک کہ اہلبیت سے امن وبرکت حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔ جفر ابیض تورات، انجیل، زبور اور قرآنِ پاک

کے تمام علوم پر مشتمل ہے۔ مصحف فاطمہ سے مراد یہ ہے کہ اس میں وہ تمام واقعات واسماء جو قیامت تک ظاہر ہونے والے ہیں، موجود ہیں اور جامعہ ایک ایسی کتاب ہے جو ستر گز لمبی ہے اس کی عبارت حضور نے ترتیب دی اس کو حضرت علی نے اپنے ہاتھ سے لکھا اور قیامت تک انسانوں کی ضرورت کی ہر چیز اس میں موجود ہے۔

محمد بن عبدالکریم ''الملل والنحل'' میں لکھتے ہیں :امام جعفر صادق دین میں بلند مرتبہ پر تھے، ادب اور حکمت میں کامل تھے دنیا سے بے رغبتی ونفرت تھی، دنیا اور اس کے عوارضات سے کسی قسم کا تعلق نہ تھا، آپ کی خصوصیت دنیا سے اجتناب اور لاتعلقی تھی۔ آپ عرصہ دراز تک مدینہ منورہ میں تشریف فرما رہے، علم کے چاہنے والے آپ کی خدمت میں آتے اور مستفید ہو کر جاتے۔ آپ اپنے شاگردوں اور تلامذہ پر علوم کے اسرار منکشف فرماتے پھر آپ عراق تشریف لے گئے اور ایک عرصہ تک وہاں اقامت پذیر رہے اس دوران نہ آپ امامت کے بارے میں کسی سے برسرِ پیکار ہوئے نہ ہی خلافت کے مسئلہ میں کسی سے جھگڑے کہ جو معرفت کے سمندر میں ڈوب چکا ہو پھر اسے کنارے پر پہنچنے کی خواہش نہیں ہوتی اور جو حقیقت کی بلندی تک پہنچ چکا ہو وہ اس مقام سے نیچے نہیں اترتا اور سچ کہا گیا ہے کہ جس نے اللہ عزوجل سے تعلق قائم کر لیا وہ لوگوں سے نفرت کرتا ہے اور جو اللہ کے سوا دوسروں سے ربط وتعلق رکھتا ہے اس کو دنیا کے وسوسے تباہ کر دیتے ہیں۔

جرأت وشجاعت اور شان وعظمت :

امام جعفر صادق علیہ السلام کو جرأت وشجاعت اپنے اجداد سے وراثت میں ملی تھی۔ کوئی کتنا ہی صاحب جاہ ومرتبہ اور شان وشوکت والا ہو، آپ اس کی پرواہ نہ کرتے جن بادشاہوں اور حاکموں سے لوگ ہر وقت خائف رہتے، آپ ان کے سامنے شجاعت ودلیری سے اظہار حق فرماتے۔ حق بیانی سے کوئی طاقت آپ کو روک نہیں سکتی تھی۔ ایک مرتبہ عباسی خلیفہ منصور نے امام جعفر صادق سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے مکھی کو کیوں پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا تا کہ جابر، سرکش اور ظالم لوگوں کو ذلیل کرے۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ منصور کے پاس گیا اس کی حکومت زبردست تھی جس میں سورج غروب نہ ہوتا

تھا۔ منصور نے امام جعفر صادق کو بھی بلوایا ہوا تھا، میں بادشاہ منصور عباسی سے تو متاثر نہ ہوا لیکن امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس قدر متاثر اور مرعوب ہوا کہ میرے جسم پر لرزہ اور کپکپی طاری ہو گئی۔ عراق میں زندیقوں کا سربراہ ''ابن العوجاء'' تھا۔ یہ اکثر علمائے اسلام سے مناظرے کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ امام جعفر صادق کے پاس مناظرہ کرنے آیا تو اس پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ وہ خود ششدر و حیران رہ گیا۔ امام نے اس سے گفتگو کی مگر وہ بولتا نہ تھا۔ آپ نے پوچھا تم بولتے کیوں نہیں؟ کہنے لگا آپ کے رعب وجلال نے میری زبان کو بند کر دیا ہے، میں نے بڑے علماء اور ماہرین علم کلام سے مناظرے کئے، میں کبھی کسی سے مرعوب نہیں ہوا لیکن آپ کے رعب وجلال نے میری قوت گویائی کو سلب کر لیا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کے رعب دبدبہ اور وقار کا ایک طرف یہ عالم تھا کہ آپ کے سامنے بڑوں بڑوں کو بات کرنے کی طاقت نہ ہوتی، لوگوں کے سر آپ کے حضور خود بخود جھک جاتے تو دوسری طرف اپنے شاگردوں، عقیدتمندوں، ضعیفوں، کمزوروں، مجبوروں اور خستہ حال لوگوں کے واسطے آپ سراپا متواضع، ملنسار اور منکسر المزاج ہوتے۔

امام ابوحنیفہؒ دو سال آپ کے حضور حاضر رہے، انتہائی ادب اور عاجزی اور انکساری کے ساتھ اگر امام جعفر صادق کوئی سوال پوچھتے تو جاننے کے باوجود آپ ادباً کہتے ''اے رسول اللہ ﷺ کے بیٹے میں نہیں جانتا''۔ جب امام ابوحنیفہ پہلی مرتبہ امام جعفر صادق کی مجلس میں آئے تو آپ نے امام ابوحنیفہؒ سے فرمایا کہ سنا ہے تم نے ہمارے جدامجد کے دین اور احادیث کو قیاس سے بدل ڈالا ہے؟ (اس سوال سے ظاہر ہے کہ امام جعفر صادق نے اس قیاس کو ناپسند کیا جو دین اور احادیث کے خلاف ہو کہ ایسا قیاس فی الواقع ممنوع ہے۔ امام ابوحنیفہ جو قیاس کرتے تھے اس سے نہ تو دین میں تبدیلی آتی تھی نہ ہی احادیث نبوی تبدیل ہوتی تھیں) امام ابوحنیفہ نے عرض کیا معاذ اللہ، بھلا میں ایسی جرأت کر سکتا ہوں؟ امام جعفر صادق نے فرمایا میں نے ایسا ہی سنا ہے۔ اس پر امام ابوحنیفہ نے کہا آپ اپنی جگہ پر عزت و احترام سے تشریف فرما رہیں، میں آپ کے سامنے اس طرح ادب و احترام سے بیٹھتا ہوں جس طرح حضور ﷺ کے سامنے صحابہ بیٹھتے تھے کہ میرے دل میں آپ کا وہی ادب و احترام ہے جو صحابہ کے دلوں میں حضور کا تھا۔ امام ابوحنیفہ ادب سے دو

زانوں ہو کے سامنے بیٹھ گئے جیسے ایک شاگرد استاد کے سامنے بیٹھتا ہے۔ پھر ابوحنیفہ نے عرض کیا میں آپ سے تین باتیں دریافت کرتا ہوں ان کا جوب مجھے مرحمت فرمائیے: مجھے بتائیے مرد کمزور ہے یا عورت؟ امام جعفر صادق نے فرمایا عورت کمزور ہے۔ امام ابوحنیفہ نے پوچھا میت کے ترکے میں عورت اور مرد کے کیا حصے ہیں۔ امام جعفر صادق نے جواب دیا عورت کا ایک اور مرد کے دو حصے۔ امام ابوحنیفہ نے عرض کیا، یہ ہے آپ کے جد امجد کا دین۔ اگر میں قیاس سے فتویٰ دیتا تو قیاس کا تقاضہ تھا کہ عورت کو دو حصے دیئے جائیں کہ وہ کمزور اور ضعیف ہے اور مرد کو ایک حصہ دیا جائے۔

امام ابوحنیفہ نے پھر پوچھا نماز افضل ہے یا روزہ؟ آپ نے فرمایا نماز افضل ہے۔ امام ابوحنیفہ نے عرض کیا یہ آپ کے جد امجد کا دین ہے۔ اگر میں قیاس سے دین میں تبدیلی کرتا تو کہتا کہ جب عورت ایام مخصوصہ سے پاک ہو جائے تو اسے چاہیئے کہ نماز کی قضا کرے اور روزہ کی قضا نہ کرے کہ نماز روزہ سے افضل ہے۔

امام ابوحنیفہ نے تیسرا سوال پوچھا کہ پیشاب زیادہ نجس ہے یا نطفہ؟ امام جعفر صادق نے فرمایا پیشاب زیادہ نجس ہے یہ سن کر امام ابوحنیفہ نے عرض کیا اگر دین میں قیاس کو دخل ہوتا تو میں کہتا کہ پیشاب کے بعد غسل کرنا چاہیئے اور اخراج منی کے بعد وضو کر لینا ہی کافی ہے۔ معاذ اللہ یہ کیسے ممکن ہے کہ میں قیاس سے آپ کے جد امجد کے دین کو تبدیل کر دوں؟ یہ سن کر امام جعفر صادق اٹھے امام ابوحنیفہ کو گلے لگایا ان کے چہرہ پر بوسہ دیا اور عزت و تکریم کے ساتھ اپنے پاس بٹھایا۔

امام مالک فرماتے ہیں میں جب بھی امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آتا ان کو حالت روزہ میں نماز پڑھتا یا قرآن پڑھتا پاتا۔ جب رسول اللہ ﷺ ذکر ہوتا تو آپ کا رنگ زرد پڑ جاتا۔ جب بھی حدیث رسول بیان کرتے، پہلے وضو فرماتے۔ آپ کبھی بے مقصد بات نہ کرتے۔ آپ کثیر الحدیث تھے آپ کی مجلس میں بیٹھنا بے شمار فوائد پر مشتمل ہوتا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگردوں میں ایک بڑا نام جابر بن حیان کا ہے۔ اسے علم کیمیا میں امام تصور کیا گیا ہے اس کے علاوہ متعدد علوم وفنون مثلاً فلسفہ، منطق،

ریاضی، طب اور جغرافیہ میں بھی اس کو مہارت حاصل تھی ان فنون میں اس کی کتابیں ہیں نیز زہد وتقویٰ اور اخلاقیات کے موضوع پر اس نے کتابیں تصنیف کیں اور یہ تمام علم اس نے سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام سے اخذ کیا۔علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ امام جعفر صادق کے مقالات علم کیمیا، علم جفر و فال میں بھی موجود ہیں۔ جابر بن حیان نے ایک ہزار ورق کی کتاب تصنیف کی جس میں امام جعفر صادق کے پانچ سو رسالوں کو جمع کیا۔محقق ابوزہرہ لکھتے ہیں کہ جابر بن حیان، امام جعفر صادق کا شاگرد ہے اور امام جعفر صادق تمام علوم میں دستگاہ رکھتے تھے آپ علم ارض و سماء، علم شرائع، تہذیب وثقافت، اخلاقیات اور علم کونیات کے جامع تھے چنانچہ آپ کے تلمیذ جابر بن حیان کے پانچ سو رسالے ان موضوعات پر تھے جو امام جعفر صادق کے علم سے ماخوذ تھے۔ یہ رسالے جرمنی میں چھپ چکے ہیں اور برلن و پیرس کے سرکاری کتب خانوں میں موجود ہیں اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مسلمانوں میں جابر بن حیان پہلا شخص ہے جس نے علوم متفرقہ کے علاقہ علم کیمیا کے فن پر بہت کام کیا۔شیعہ حضرات جابر بن حیان کو اپنے کبار رجال میں شمار کرتے ہیں، مگر یہ شیعہ نہ تھے انہیں صرف امام جعفر صادق کا شاگرد ہونے کی وجہ سے کہا گیا کہ یہ شیعہ تھے۔ جیسے سفیان بن عینیہ اور امام شافعی کو صرف اس لئے شیعہ کہا گیا کہ وہ اہل بیعت اطہار کی محبت میں سرشار اور ان سے عقیدت ومحبت رکھتے تھے حالانکہ حقیقت میں اہل سنت والجماعت تھے۔

امام جعفر صادق کے بے شمار عظیم الشان شاگردوں میں سب سے بڑا نام امام اعظم ابو حنیفہ کا ہے جنھوں نے براہ راست امام جعفر صادق سے اکتساب فیض کیا اور بے اختیار فرمایا لو لا سنتان لھلک النعمان۔ اگر نعمان کی زندگی میں یہ دو سال نہ ہوتے جو اس نے امام جعفر صادق کی صحبت وشاگردی میں گزارے تو نعمان ہلاک ہو گیا ہوتا۔امام اعظم کے شاگرد امام محمد شیبانی ہیں اور امام شافعی نے امام محمد سے استفادہ کیا لہٰذا امام شافعی بالواسطہ امام جعفر صادق کے شاگرد ہوئے۔ امام احمد بن حنبل، امام شافعی کے شاگرد ہیں لہٰذا امام احمد بن حنبل بھی بالواسطہ امام جعفر صادق کے شاگرد ہوئے۔

امام زین العابدین کے صاحبزادے امام زید فرماتے ہیں کہ ہر زمانے میں ہم اہل

بیت سے ایک آدمی ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ لوگوں پر اپنی حجت اور دلیل بناتا ہے۔ اور ہمارے زمانے میں میرے بھائی امام باقر کے بیٹے جعفر حجت اور دلیل ہیں۔ جو ان کے تابعداروں میں سے ہوگا وہ گمراہ نہیں ہوگا اور جو ان سے منحرف ہوگا وہ ہدایت نہ پائے گا۔

محقق ابوزہرہ لکھتے ہیں کہ علمائے اسلام کسی امر پر اس طرح متحد و متفق نہیں ہوئے جس طرح امام جعفر صادق علیہ السلام کے علم وفضل پر متفق ہیں چنانچہ آپ کے ہم عصر علماء نے آپ سے کسب علم اور کسب فیض کیا، آپ سے احادیث روایت کیں علمائے تابعین کی ایک بہت بڑی جماعت ہر وقت امام جعفر صادق علیہ السلام کے دروازے پر علم اخذ کرنے کے لئے حاضر رہتے۔ فقہ وحدیث کے آئمہ تابعین بھی آپ سے فقہ وحدیث اخذ کرتے۔ تابعین کے علاوہ تبع تابعین بھی بڑی تعداد میں آپ کے آستانہ عالیہ پر حاضر رہتے اور علم حدیث حاصل کرتے۔ تابعین اور تبع تابعین کے علاوہ کل آئمہ مجتہدین اس بارگاہ میں پہنچتے اور اپنا دامن علم وفضل کے جواہر سے بھر کر واپس آتے۔ امام جعفر صادق کا علم صرف فقہ وحدیث تک محدود نہ تھا بلکہ کل علوم پر محیط تھا جس کی کوئی نہایت نہ تھی، علم کلام میں بھی آپ یدطولیٰ رکھتے تھے بایں وجہ معتزلہ بھی امام جعفر صادق کو اپنا امام مانتے تھے آپ علم کونیات، علم کلیات اور اشیاء کے طبائع وخواص کے علم کے بھی مصدر و منبع تھے۔ الغرض اگر تحقیق سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا علم محدود نہیں تھا بلکہ آپ تمام علوم وفنون پر ماہرانہ دستگاہ رکھتے تھے۔

عادات وصفات:

آپ بڑے عابد وزاہد، منکسر المزاج، عالی خیال، نیک سیرت اور ظاہری و باطنی خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ آپ ریاست کی طلب سے دور رہ کر ہمیشہ عبادتِ الٰہی میں مشغول رہے۔ حضرت سفیان ثوری نے آپ سے عرض کیا اے ابن رسول اللہ ﷺ آپ نے گوشہ نشینی کیوں اختیار کی، لوگ آپ کی برکتوں سے محروم ہیں فرمایا اے بھائی اس وقت یہی مناسب ہے کہ وفا مثل جانے والے کے جاتی رہی، لوگ اپنے خیالات و حاجات میں محو ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ محبت کا اظہار تو کرتے ہیں مگر ان کے دل بچھوؤں سے بھرے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ بیش قیمت لباس پہنے تھے ایک شخص نے کہا یہ

لباس اہلبیت نبوت کو شایاں نہیں آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر آستین میں کر دیا تو اندر ایسا ٹاٹ کا لباس تھا جس سے ہاتھ چھلتا تھا فرمایا ایک واسطے خلق کے ہے دوسرا واسطے خالق کے۔حضرت داؤد طائی نے عرض کیا اے ابن رسول اللہ آپ کو ساری خلق پر بزرگی ہے۔ سب کو نصیحت کرنا آپ پر واجب ہے۔آپ نے فرمایا اے ابوسلیمان میں ڈرتا ہوں کہ کل قیامت میں میرے جد بزرگوار جناب رسول اللہ ﷺ سے باز پرس نہ کریں کہ تو نے حق میری متابعت کا کیوں ادا نہیں کیا یہ کام یعنی لوگوں کو پند و نصیحت نسبت سے ٹھیک نہیں بلکہ معاملہ (عمل) سے شائستہ ہے۔ یہ سن کر حضرت داؤد طائی رو دیئے اور کہا جس کا معجون طینت آب نبوت سے، جس کی ترکیب طبیعت برہان صحبت سے، جس کے جد امجد رسول خدا جس کی مادر مہرباں بتول الزہرا ہو، وہ اس حیرانی میں ہے، داؤد بیچارہ کون ہے کہ اپنے معاملے پر نازاں ہوں۔

ایک دن آپ نے اپنے غلاموں سے فرمایا آؤ ہم لوگ آپس میں اس بات پر عہد کریں کہ قیامت میں ہم لوگوں میں سے جو شخص بھی نجات پائے وہ دوسروں کی شفاعت کرے انہوں نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ آپ کو ہماری شفاعت کی کیا حاجت ہے کہ آپ کے جد امجد تمام خلائق کے شفیع ہیں۔فرمایا مجھے اپنے اعمال سے شرم آتی ہے کہ قیامت کے دن اپنے جد بزرگوار کو منہ دکھاؤں۔

ایک شخص کی دیناروں کی تھیلی گم ہوگئی، وہ آپ کو نہ جانتا تھا، اس نے آپ کو پکڑ لیا کہ تو نے دینار لئے ہیں۔آپ نے پوچھا کتنے دینار تھے اس نے کہا ایک ہزار۔آپ اسے گھر لائے اور ہزار دینار اس کے حوالے کئے۔بعد میں اس شخص کو اپنے گم شدہ دینار مل گئے تو وہ آپ کو دینار واپس دینے آیا مگر آپ نے نہ لئے۔اس نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہیں۔لوگوں نے آپ کا نام بتایا تو وہ بہت نادم و پشیمان ہوا اور چلا گیا۔

امام اعظم امام ابوحنیفہ جنہوں نے چار ہزار تابعین اور کئی صحابہ سے علم سیکھا، دو برس سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت وصحبت میں رہے اور یہاں امام ابوحنیفہ کو ایسا علم باللہ نصیب ہوا کہ بے اختیار پکارا۔**لو لا سنتان لھلک النعمان**۔اگر نعمان کی زندگی میں یہ دو سال نہ ہوتے جو اس نے امام جعفر صادق کے حضور گزارے تو نعمان

ہلاک ہو گیا ہوتا۔

ایک مرتبہ آپ نے امام اعظم ابوحنیفہ سے پوچھا عاقل کون ہے؟ فرمایا جو خیر وشر میں تمیز کرے۔ آپ نے فرمایا یہ تمیز تو چوپایہ میں بھی ہے کہ جوان کو مارتا یا پیار کرتا ہے اس کو خوب پہچانتے ہیں۔ امام اعظم نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک عاقل کون ہے فرمایا جو دو خیر میں اور دو شر میں تمیز کرے تا کہ وہ دو خیر میں بہتر خیر کو اختیار کرے اور دو شر میں سے بد ترین شر کو دور کرے۔

ایک شخص نے آپ کے پاس آ کر کہا مجھے خدا کا دیدار کرا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کیا تو نے نہیں سنا کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کیا کہا۔ لن ترانی۔ کہ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے اس شخص نے کہا یہ ملت محمدی ہے کہ کوئی کہتا ہے میرے قلب نے پروردگار کو دیکھا کوئی کہتا ہے میں ایسے رب کی عبادت نہیں کرتا جس کو نہ دیکھوں۔ آپ نے غلاموں سے کہا اس شخص کو باندھ کر دجلہ میں ڈال دو۔ لوگوں نے ڈال دیا تو وہ چیخا :یا ابن رسول اللہ الغیاث الغیاث۔ آپ فرماتے اے پانی اسے نیچے لے جا، وہ پھر اوپر آتا اور پھر یہی صدا لگاتا یہاں تک کہ تھک کر بے حال ہو گیا پھر اس نے دل کی گہرائیوں سے اللہ کو مدد کے لیے پکارا تو آپ نے لوگوں سے کہا اسے نکال لو۔ جب اس کے حواس ٹھکانے آئے تو آپ نے اس کا حال دریافت کیا۔ اس نے کہا جب تک میں غیر میں مشغول تھا حجاب تھا جب مضطرب ہو کر اللہ کو پکارا تو میرے دل میں ایک روزن کھلا جس سے میں نے اپنے رب کو دیکھا آپ نے فرمایا اب اس روزن کو نگاہ میں رکھ۔

ایک آدمی آپ کے پاس دس ہزار دینار لے کر آیا اور کہا میں حج کے لیے جا رہا ہوں آپ میرے لئے اس پیسے سے کوئی مکان خرید لیں تا کہ حج سے فراغت کے بعد میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ اس میں متمکن ہوں۔ آپ نے وہ سارے دینار راہِ خدا میں خرچ کر دیئے ۔ وہ شخص حج سے واپسی پر امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہوا اور مکان کا پوچھا۔ آپ نے فرمایا میں نے تیرے لئے بہشت میں مکان خرید لیا ہے اور یہ لو میں نے پروانہ لکھ دیا وہ اس پر خوش ہوا اور پروانہ لے کر گھر چلا گیا اور اہل خانہ کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد اس پروانے کو میری قبر میں رکھ دینا۔ کچھ دنوں میں وہ بیمار رہ کر وفات پا گیا۔ گھر

والوں نے تدفین کے وقت پروانہ قبر میں رکھ دیا۔ دوسرے دن دیکھا کہ وہی پروانہ قبر پر پڑا تھا اور اس کی پشت پر لکھا تھا کہ امام جعفر صادق نے جو وعدہ کیا تھا وہ وفا ہو گیا۔

علامہ ابن جوزی نے کتاب ''صفة الصفوة'' میں لیث بن سعد سے روایت کی کہ میں ۱۱۳ھ میں حج کو گیا ایک دن نماز عصر سے فارغ ہو کر جبل ابو قبیس کی چوٹی پر چڑھ گیا دیکھا ایک شخص بیٹھا دعا مانگ رہا ہے اس نے یارب یارب دیر تک کہا پھر یاحی یاحی دیر تک کہا پھر دعا کی کہ الٰہی میں انگور کی آرزو رکھتا ہوں تو مجھے انگور کھلا میری دونوں چادریں پرانی ہو گئیں ہیں مجھے نئی چادریں پہنا۔ لیث بن سعد کہتے ہیں خدا کی قسم ابھی اس کی دعا پوری نہ ہونے پائی تھی کہ میں نے انگوروں سے بھری ٹوکری اور دو نئی چادریں وہاں دیکھیں جب وہ انگور کھانے لگے تو میں نے بھی شرکت کی درخواست کی انہوں نے پوچھا کیوں۔ میں نے کہا جب آپ دعا کر رہے تھے تو میں آمین کہہ رہا تھا۔ آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا انگور کھاؤ مگر کوئی دانہ بچا کر نہ رکھنا۔ میں نے ایسے لذیذ و شیریں انگور کبھی نہ کھائے تھے۔ انگوروں میں بیج نہ تھا یہاں تک کہ ہم سیر ہو گئے مگر ٹوکری اسی طرح بھری ہوئی تھی۔ پھر آپ ایک چادر مجھے دینے لگے میں نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ آپ نے چادریں تبدیل کیں اور اپنی پرانی چادریں لئے نیچے اترے ایک شخص ملا اس نے کپڑوں کا سوال کیا تو آپ نے دونوں چادریں اسے دے دیں۔ میں نے اس سائل سے پوچھا یہ کون ہیں اس نے کہا یہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں پھر میں نے آپ کو بہت ڈھونڈا تا کہ آپ سے حدیث سنوں مگر نہیں پایا۔ ابن ابی حازم کہتے ہیں کہ میں ایک بار آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضرت سفیان ثوری نے اندر آنے کی اجازت مانگی جب وہ حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا تم بادشاہوں کے ہاں جاتے ہو اور میں ان سے بچتا ہوں پس تم میرے پاس سے چلے جاؤ۔ سفیان نے عرض کیا حضور مجھے کوئی حدیث سنائیں تا کہ میں اس پر عمل کروں۔ آپ نے فرمایا میں نے سنا اپنے والد محمد باقر سے انہوں نے سنا امام زین العابدین سے انہوں نے سنا سیدنا امام حسین سے انہوں نے سنا حضرت علی سے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا جس شخص کو اللہ کوئی نعمت عطا کرے تو اس کو چاہیئے کہ الحمدللہ کہے اور جسے رزق کی تنگی ہو اسے چاہیئے استغفر اللہ پڑھے اور جسے کوئی امر رنج میں

ڈالے تولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم کہے۔

کشف وکرامات : ابوالبصیر حالت جنابت میں تھے۔ دوستوں کو دیکھا کہ امام جعفر کی زیارت کے واسطے جاتے ہیں ، وہ بھی ساتھ ہو لئے جب حاضر خدمت ہوئے تو امام نے دریافت فرمایا اے ابو البصیر حالت جنابت میں اہلبیت نبوت کے گھر نہیں آنا چاہیئے ۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں دوستوں کے ساتھ اس لئے آ گیا کہ کہیں دیدار سے محروم نہ رہ جاؤں فرمایا غسل کر کے آتا تو دیدار وثواب دونوں حاصل کرتا۔ ایک شخص نے آپ کے غلام کو مار ڈالا۔ آپ نے دعا کی یااللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط کر پس اس کو شیر نے پھاڑ ڈالا۔ ایک دن منصور نے آپ کو طلب کیا اور دربان سے کہا جیسے ہی امام جعفر داخل ہوں فوراً قتل کر دینا۔ آپ تشریف لائے منصور کے پاس بیٹھے اور تشریف لے گئے۔ آپ کے جانے کے بعد منصور نے دربان پر عتاب کیا کہ تو نے امام کو قتل کیوں نہ کیا اس نے کہا خدا کی قسم مجھے نہ امام آتے نظر آئے اور نہ جاتے۔ قتل کیونکر کرتا۔ ایک رات منصور نے اپنے وزیر کو حکم دیا کہ امام کو بلا کہ میں ان کو قتل کروں۔ وزیر نے کہا آپ ایسے شخص کو جو گوشہ تنہائی میں عبادت میں مشغول ہے، دنیا سے کنارہ کئے ہوئے ہے، کیوں قتل کرنا چاہتے ہیں۔ خلیفہ اس جواب پر برہم ہوا تو وزیر امام کو بلانے گیا خلیفہ نے غلاموں کو تاکید کی کہ جب امام آئیں اور میں اپنے سر سے تاج اتاروں تو فوراً انہیں قتل کر دینا۔ جب آپ تشریف لائے تو خلیفہ آپ کے استقبال کے لیے کھڑا ہو گیا اور اپنی جگہ پر آپ کو بٹھا دیا اور عاجزانہ طور پر آپ کے سامنے بیٹھا۔ یہ ماجرا دیکھ کر غلاموں کو سخت حیرت ہوئی۔ خلیفہ نے پوچھا آپ کیا حاجت رکھتے ہیں فرمایا یہی کہ تو مجھے دوبارہ نہ بلائے۔ خلیفہ نے اجازت دی اور عزت کے ساتھ آپ کو رخصت کیا خلیفہ خوف سے کانپ رہا تھا آپ کے جانے کے بعد بے ہوش ہو گیا۔ ہوش میں آ کر اس نے بتایا کہ جب امام دروازے سے داخل ہوئے تو میں نے ایک بہت بڑا اژدھا ان کے ساتھ دیکھا جس کا ایک لب میرے تخت کے نیچے اور دوسرا اوپر تھا اور وہ زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ اگر امام کو کوئی ضرر پہنچی تو تجھے تخت سمیت نگل جاؤں گا، جس سے میری یہ حالت ہوئی۔

ایک دفعہ خلیفہ منصور نے آپ سے کہا کہ مجھ کو فلاں شخص نے یہ بات بتائی ہے کہ

آپ نے ایسا ایسا کہا ہے۔امام نے فرمایا :اس کو میرے سامنے بلاؤ وہ آیا اور خلیفہ نے تصدیق چاہی اس نے کہا ہاں جعفر نے ایسا ایسا کہا۔ پھر اس نے ان الفاظ کے ساتھ حلف اٹھایا :**هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ o**

امام جعفر صادق نے فرمایا جس طرح میں کہوں اس طرح حلف لو :**برئت من حول اللّٰہ وقوته و النجات الی حولی وقوتی لقد فعل جعفر کذا و کذا۔** وہ ایسا حلف کرنے سے رکا تو منصور نے اسے نظر غضب سے دیکھا تو اس نے حلف ل یا معاً زمین پر گرا اور مر گیا۔منصور نے کہا اس کا پاؤں کھینچ کر باہر پھینک دو۔آپ کی بہت تعظیم وتکریم کی تحفہ اور ہدیے دے کر رخصت کیا ربیع نے تنہائی میں آپ سے پوچھا کہ آپ منصور کے سامنے زیر لب کیا دعا پڑھ رہے تھے جس سے اس کا غصہ فرو ہوا۔آپ نے فرمایا میں اپنے دادا حسین کی تلقین کردہ یہ دعا پڑھ رہا تھا :**یا عدتی عند شدتی و یا غوثی عند کربتی احرسنی بعینک التی لا تنام و اکنفی بر کنک الذی لا یرام۔** ربیع کہتے ہیں میں نے اس دعا کو یاد کر لیا اور جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آئی میں نے اسے پڑھا اور وہ مشکل آسان ہوگئی ۔ربیع نے امام جعفر سے پوچھا کہ پہلی قسم میں سزا کیوں نہ ملی دوسری قسم کیوں دی ۔ فرمایا اس نے خدا کو صفت رحمن و رحیم کے ساتھ پکارا تھا تو اللہ نے درگزر کیا مگر میرے یہ الفاظ سے اس نے جو قسم اٹھائی تو اس کا فوراً مواخذہ ہو گیا۔

ایک بار آپ حج کو جا رہے تھے راہ میں خرمے کے ایک خشک درخت کے نیچے آپ نے قیام کیا آپ نے زیر لب کچھ پڑھا پھر اس سوکھے درخت سے فرمایا کہ اللہ نے تجھ میں جو ہمارا رزق رکھا ہے وہ ہمیں دے۔فوراً وہ درخت سرسبز ہو گیا اور تر خرموں کے خوشے پیدا ہو گئے آپ نے اس میں سے کھجوریں بسم اللہ پڑھ کر کھائیں اور ساتھیوں کو کھلائیں۔ ایسی شیریں کھجوریں لوگوں نے اس سے پہلے نہ کھائیں تھیں۔ اس جگہ ایک اعرابی نے یہ ماجرا دیکھ کر کہا ایسا جادو میں نے آج تک نہیں دیکھا۔امام جعفر صادق نے فرمایا ہم پیغمبروں کے وارث ہیں ، ساحر و کاہن نہیں ،ہم جو دعا کرتے ہیں اللہ قبول فرماتا ہے اگر تم چاہو تو ہم دعا کرتے ہیں کہ تمہاری شکل کتے میں تبدیل ہو جائے ۔جاہل اعرابی کہنے لگا کہ کریں۔آپ نے دعا کی تو وہ اسی وقت کتا بن گیا۔اپنے گھر کی طرف بھاگا تو گھر والوں نے ڈنڈے سے

مار بھگایا۔ وہ امام کے سامنے لیٹ کر رونے لگا۔ امام نے اس پر رحم کھا کر دعا فرمائی وہ پھر شکل انسانی میں آ گیا۔ آپ نے فرمایا اے اعرابی میری بات پر یقین آیا کہنے لگا ہزار بار آ گیا۔

ایک راوی کا بیان ہے کہ میں امام کے ہمراہ مکہ معظّمہ میں جا رہا تھا راہ میں دیکھا ایک مردہ گائے پڑی تھی اور اس کی مالکہ اپنے بچوں کے ساتھ گریہ وزاری میں مصروف تھی۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تو چاہتی ہے کہ اللہ اس گائے کو زندہ کر دے وہ بولی میں پہلے ہی مصیبت زدہ ہوں اور آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں۔ بعد ازاں آپ نے دعا فرمائی گائے کے سر اور پاؤں کو چھوا پھر اسے بلایا وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

ایک شخص کا بیان ہے کہ میرے ایک دوست کو منصور نے قید کر دیا تھا میری ملاقات امام جعفر صادق سے میدانِ عرفات میں ہوئی آپ نے مجھ سے میرے دوست کے متعلق پوچھا میں نے کہا حضور! وہ ویسے ہی قید ہے۔ آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، ایک گھنٹے بعد فرمایا خدا کی قسم تمہارے دوست کو بری کر دیا گیا ہے۔ راوی کہتے ہیں میں حج سے فارغ ہو کر واپس گیا تو وہی دوست ملا میں نے پوچھا تمہاری کس دن رہائی ہوئی کہنے لگا یوم عرفہ کو بعد نماز عصر رہا کر دیا گیا۔

کہتے ہیں داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے امام جعفر صادق کے کسی غلام کو قتل کر دیا اور اس کا مال و منال ضبط کر لیا امام اس کے پاس گئے اور فرمایا تو نے میرے غلام کو قتل کر کے اس کا مال لوٹ لیا ہے میں بخدا تیرے لیے بد دعا کروں گا۔ داؤد نے کہا کیا تم مجھے ڈراتے دھمکاتے ہو؟ امام اپنے گھر آ گئے ساری رات قیام وقعود میں گزاری صبح کو آپ نے داؤد کے لیے بد دعا کی۔ ایک گھنٹہ نہ گذرا تھا کہ کسی نے داؤد کو قتل کر دیا۔

حضرت بایزید بسطامی آپ کے حضور میں سقائی کرتے تھے ایک دن آپ نے ان پر توجہ فرمائی تو وہ روشن ضمیر اور اکابر اولیاء سے ہو گئے۔ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں بہت سے لوگوں کے ساتھ امام جعفر کی خدمت میں حاضر تھا آپ نے فرمایا کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا : **فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْکَ ٥** آپ نے حاضرین سے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہیں بھی ویسا ہی کر کے دکھاؤں۔ ہم نے کہا ہاں۔ آپ

نے فرمایا اے مور، اسی وقت ایک مور حاضر ہو گیا پھر کہا اے کوے، اے باز، اے کبوتر ادھر آ۔ وہ تمام آ گئے آپ نے فرمایا ان کو ذبح کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے آپس میں ملا دو لیکن ہر ایک کے سر سنبھال کر رکھو۔ پھر آپ نے ان تمام کو آواز دی اور وہ سارے زندہ ہو گئے۔

نور فراست:

امام جعفر صادق علیہ السلام کو نور فراست بطور وراثت ملا تھا۔ تمام حقائق اور واقعات آپ کے مشاہدے میں ہوتے، کوئی زاویہ، کوئی گوشہ آپ کے نور فراست سے مخفی نہ تھا۔ ہر چیز، ہر حقیقت آپ کے سامنے روز روشن کی طرح واضح تھی۔ آپ مخلوق کے اعمال، افعال، احوال اور دلوں کے اسرار سے آگاہ تھے اہل بیت سے بغض و عناد رکھنے والوں سے بھی آگاہ تھے۔ جب اموی حکومت رو بہ زوال تھی لوگوں نے آپ کو دعوت دی کہ تشریف لائیں اور اموی حکومت کے خلاف تحریک کی قیادت کریں مگر آپ نے انکار کر دیا کہ آپ عراقیوں کی حقیقت سے آگاہ تھے کہ وہ باتیں تو بہت کرتے ہیں لیکن عمل سے یکسر خالی ہیں۔ آپ جانتے تھے کہ انہوں نے امام حسین کے ساتھ کیا کیا۔ امام زید کا ساتھ چھوڑا، امام عبداللہ المحض، امام نفس ذکیہ اور امام ابراہیم نفس رضیہ کے تمام حالات آپ کے پیش نظر تھے۔ نور فراست سے تمام واقعات اور حقیقتوں سے آگاہی کے سبب آپ نے حکومت کی سربراہی قبول کرنے سے انکار کیا اور اپنی ساری توجہ دین اسلام کی ترویج و تبلیغ پر وقف کر دی۔

امام جعفر صادق تمام صفات کمالیہ و عالیہ کے جامع تھے۔ آپ حسن ظاہری میں بے مثال تھے، دینی و دنیاوی معاملات میں مخلص تھے۔ آپ کو علم و عرفان، فہم و دانش، ذکاوت و ادراک وراثت میں حاصل ہوئے تھے۔ آپ انتہائی صابر و شاکر تھے۔ حصول نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرتے، مصائب و ابتلا کے وقت صبر و شکر کرتے، صدمہ اور غم کے وقت بھی شکر گزار رہتے آپ بڑے بلند حوصلے والے، بڑے حلیم اور بردبار تھے۔ خادموں اور غلاموں کے ساتھ بڑے حلم اور نرم مزاجی سے پیش آتے۔ روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے غلام

کوکسی کام کے لئے بھیجا وہ جا کر سو گیا۔ آپ تلاش میں نکلے، اس کو سوتا ہوا دیکھ کر اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور اسے پنکھا جھلنے لگے۔ آپ کے ساتھ اگر کوئی برائی سے پیش آتا تو آپ اس کو حسن عمل کے ساتھ جواب دیتے اور اس کے حق میں دعائے مغفرت فرماتے۔ جب آپ کو کسی کے بارے میں اطلاع ملتی کہ وہ آپ کے بارے میں ناشائستہ اور غیر مہذبانہ گفتگو کر رہا ہے تو آپ دیر تک نماز ادا کرتے پھر حق تعالیٰ سے دعا کرتے کہ اے اللہ! اس شخص سے مواخذہ نہ کر کہ میں حق انتقام سے دست بردار ہو چکا ہوں اور اس شخص کو معاف کرتا ہوں۔ آپ سمجھتے تھے کہ عفو و درگزر میں ذلت نہیں ہے اور انتقام میں عظمت نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا، معاف کر دینے سے عزت بڑھتی ہے اور جو اللہ کے لئے سرنگوں ہوتا ہے اللہ اس کا مرتبہ بلند کرتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام داعی الی الحق اور ہادی برحق تھے اور ہر ہادی، داعی الی الحق کے لئے اللہ عزوجل کا حکم ہے **خذا لعفو وامر بالعرف واعرض عن الجاھلین** یعنی معاف کرنا اختیار کریں نیکی کا حکم دیں اور جاہلوں سے اعراض کریں۔ آپ ہمیشہ دوسروں کو معاف فرماتے سب سے حسن اخلاق اور حسن سلوک سے پیش آتے کبھی بھی کلام میں تلخی پیدا نہ ہونے دیتے نہ ہی کسی سے انتقام اور بدلہ لیتے بلکہ لوگوں کے واسطے ہدایت اور صراط مستقیم پر چلنے کی دعا مانگا کرتے تھے۔

حضرت فریدالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ تصنیف 'تذکرۃ الاولیاء' میں فرماتے ہیں:

سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام کے مناقب و کرامات میں سے جو بھی تحریر کیا جائے وہ کم ہے کہ آپ امت محمدی کے لئے بادشاہ اور حجت نبوی کے لئے روشن دلیل ہی نہیں بلکہ صدق و تحقیق پر عمل پیرا، اولیائے کرام کے باغ کا پھل، آل علی، سیدالانبیاء کے جگر گوشہ اور وارث نبی ہیں۔ آپ کی عظمت و شان کے اعتبار سے ان خطابات کو کسی طرح بھی نامناسب نہیں مانا جا سکتا۔ جو لوگ آپ کے طریقے پر عمل پیرا ہیں، وہ بارہ اماموں کے مسلک پر گامزن ہیں۔ اگر تنہا آپ کے ہی مناقب بیان کئے جائیں تو بارہ اماموں کے مناقب کا ذکر تصور کیا جائے گا۔ سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام نہ صرف مجموعہ کمالات و

پیشوائے طریقت ہیں، بلکہ ارباب ذوق، عاشقانِ طریقت اور زہدان عالی مقام کے مقتداء بھی ہیں۔ مجھے ان کم فہم لوگوں پر حیرت ہوتی ہے جن کا یہ خیال ہے کہ اہل سنت نعوذ باللہ اہل بیت سے دشمنی رکھتے ہیں۔ جبکہ حقیقتاً صحیح معنوں میں اہل سنت ہی اہل بیت سے محبت رکھنے والے ہیں، اس لئے ان کے عقائد میں ہی یہ شے داخل ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایمان لانے کے بعد آپ ﷺ اولاد سے محبت فرض ہے۔

اقوال : امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا : ایسی معصیت جس کی ابتداء خوف خدا سے ہو اور انتہا توبہ و ندامت پر ہو، بندہ کو خدا سے قریب کرتی ہے اور ایسی عبادت جس کا اول امن ہو اور آخر عجب ہو، بندہ کو خدا سے دور کر دیتی ہے۔ آپ نے فرمایا مومن اپنے نفس کے ساتھ اور عارف اللہ کے ساتھ ہے۔ نفس اور اپنی ذات کے لیے کئے گئے مجاہدہ سے کرامت حاصل ہوتی ہے اور اللہ کے لیے کئے گئے مجاہدہ نفس سے قرب حق نصیب ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا پانچ طرح کے لوگوں سے پرہیز کرنا چاہیئے ایک دروغ گو کہ تو اس سے ہمیشہ دھوکے میں رہے گا۔ دوسرے احمق کہ وہ تجھے فائدہ پہنچانا چاہے گا مگر اپنی حماقت سے نقصان پہنچا دے گا۔ تیسرے بخیل کہ وہ تیرے قیمتی وقت کو برباد کر دے گا۔ چوتھے فاسق کہ وہ تجھے ایک لقمہ کے عوض بیچ دے گا اور پانچویں بزدل کہ ضرورت کے وقت تجھے تباہی میں چھوڑ دے گا۔ آپ نے فرمایا بری صحبت میں رہنے والا سلامت نہ رہے گا۔ جو بری جگہ جائے گا اس پر الزام لگے گا۔ جس نے اپنی زبان پر قابو نہ پایا وہ پشیمان ہوگا۔

آپ نے اپنے صاحبزادے سیدنا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو امانتِ امامت سپرد کرتے ہوئے، اپنے اسلاف کے طریقے پر وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

☆ اے جانِ پدر! وہ آدمی غنی ہے جو اللہ کے دیئے پر قناعت کرے۔

☆ جو دوسروں کے مال کو حریص نظروں سے دیکھتا ہے وہ فقیر ہو کر مرے گا۔

☆ جو اللہ کے دیئے پر راضی نہیں وہ اس کے فیصلے پر طعن کرتا ہے۔

☆ جو دوسروں کو ذلیل کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ اپنی ذلت کا سامان مہیا کرتا ہے۔

☆ جو اپنے بھائی کے لئے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اس میں گرتا ہے۔
☆ جو جاہلوں کی صحبت اختیار کرتا ہے وہ ذلت کا شکار ہو جاتا ہے اور جو علماء کی ہم نشینی

میں رہتا ہے وہ اپنے وقار کو بلند کرتا ہے۔
☆ جو شخص بری جگہوں کی زینت بنتا ہے وہ اپنی بدنامی کو خود دعوت دیتا ہے۔
☆ اگر تم لوگوں پر الزام تراشی کرو گے تو وہ تم پر الزام لگائیں گے۔
☆ کوئی کام کرنے سے پہلے اپنے اقرباء سے مشورہ کرلیا کرو وہ تم پر اعتماد کریں گے

☆ تلاوت قرآن کریم کو لازم پکڑو۔
☆ سلام میں پہل کرو۔
☆ ہر حال میں اچھائی کا حکم کرو اور برائی سے منع کرو۔
☆ جو تم سے تعلق توڑے اس سے جوڑنے کی کوشش کرو، یہی ہمارا شیوہ ہے۔
☆ اچھی بات میں ابتدا کرو۔ جو تم سے مانگے اسے عطا کرو۔
☆ خود کو عیب جوئی سے باز رکھو، لوگوں کی عیب جوئی کرنا ان کی عداوت کا سبب بنتا ہے

☆ بدکردار کی سنگت سے بچو، بدکرداروں کی دوستی وہ سخت چٹان ہے جس سے چشمے نہیں پھوٹتے، یہ وہ درخت ہے جس کے پتے
کبھی ہرے نہیں ہوتے، یہ وہ زمین ہے جس سے کبھی سبزہ نہیں اگتا۔
☆ تقویٰ سے بڑھ کر کوئی زاد راہ نہیں۔ خاموشی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ جہالت

سے بڑھ کر کوئی بڑا دشمن نہیں۔ علم سے بڑھ کر کوئی بڑا دوست نہیں۔ جھوٹ سے

بڑھ کر کوئی بیماری نہیں۔ صدق سے بڑھ کر کوئی عافیت نہیں۔
☆ آپ نے فرمایا جب تجھے اپنے بھائی سے کوئی ایسی چیز پہنچے جو تجھے ناپسند ہو تو اس کے لئے ایک عذر سے ستر عذر تلاش کر اگر پھر بھی کوئی عذر نہ ملے تو یوں

کہہ

کہ شاید اس کے لئے کوئی عذر ہو جو مجھے معلوم نہیں۔

☆ جب تم کسی مسلمان سے کوئی بات سنو تو اسے اچھے سے اچھے معنی پر محمول کرو اگر کوئی نیک محمل نہ ملے تو اپنے آپ کو ملامت کرو

☆ آپ نے فرمایا جو شخص اپنے رزق میں تاخیر پائے اسے استغفار زیادہ کرنا چاہیئے

☆ جو اپنے مال میں سے کسی شے کی بقا چاہتا ہو تو یوں کہے ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ۔

☆ آپ نے فرمایا عبادت توبہ کے بغیر درست نہیں کہ اللہ نے توبہ کو عبادت پر

مقدم

فرمایا۔ ارشاد ہوا التائبون العابدون

☆ آپ نے فرمایا جس کی زبان سچی ہو اس کے عمل پاکیزہ ہوتے ہیں اور جس کی نیت درست ہو اللہ اس کے رزق میں اضافہ فرماتا ہے اور جو رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتا ہے اس کی عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔

☆ آپ نے فرمایا مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ سے اتنا ڈرے گویا دوزخ کے بالکل قریب ہے اور اللہ سے اتنی امید رکھے گویا اہل جنت میں سے ہے۔

☆ آپ نے فرمایا جس نے مومن کو قتل کرنے پر معاونت کی قیامت کے دن اس

کی

پیشانی پر لکھا ہو گا کہ یہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہے۔

☆ آپ نے وقت وفات اپنے اہل بیت اور قریبی رشتہ داروں کو جمع کیا اور ان کی طرف دیکھ کر فرمایا ”جو نماز کی پرواہ نہ کرے گا اس کو ہماری شفاعت

نہیں پہنچے

گی“۔

ساتویں امام

حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ

آپ ساتویں امام آئمہ اثنا عشر سے ہیں۔امام جعفر صادق کے صاحبزادے ہیں۔نام موسیٰ کنیت ابوالحسن اور لقب کاظم ہے۔آپ ۷ رصفر ۱۲۸ھ بروز اتوار ابوا کے مقام پر پیدا ہوئے اور ۲۵ رجب ۱۸۳ھ بروز جمعہ وفات پائی۔آپ کا مزار کاظمین، شہر بغداد میں ہے۔

شان وعظمت:

آپ لاغر اندام، سرو قد اور نہایت حسین تھے۔رنگ مبارک گندمی تھا مگر بعض نے آپ کو سانولا رنگت والا لکھا ہے۔آپ عالم متبحر، ولی کامل اور صاحب مناقب فاخرہ تھے۔ آپ ایسے مستجاب الدعوات تھے کہ جو لوگ آپ کو اپنا وسیلہ بناتے یا آپ سے دعا کرواتے وہ اپنے مقصود کو پہنچتے تھے اور ان کی حاجتیں پوری ہو جاتی تھیں۔اسی سبب سے اہل عراق آپ کو باب الحوائج یعنی حاجتوں کے پورا ہونے کا دروازہ کہتے ہیں۔آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کا مزارِ مبارک باب الحوائج ہے۔امام شافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم کی قبر مبارک اجابت دعا کے لئے مجرب تریاق کا حکم رکھتی ہے۔امام جعفر صادق آپ کے بارے میں فرماتے تھے کہ یہ میرے تمام فرزندوں میں بہترین فرزند ہے اور اللہ کے موتیوں میں سے ایک موتی ہے۔

صوائق محرقہ میں ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے آپ سے کہا کہ آپ اپنے آپ کو رسول خدا ﷺ ذریت کیوں کہتے ہیں جبکہ آپ حضرت علی کی اولاد میں سے ہیں اور آدمی کا نسب دادا سے ہوتا ہے نہ کہ نانا سے۔تو آپ نے یہ آیت پڑھی : مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ٥ وَ زَكَرِيَّا وَ يَحْيٰى وَ عِيْسٰى وَ اِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ٥ پھر فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی والد نہ تھا مگر ان کو ان کی والدہ ماجدہ کی طرف سے انبیاء کی ذریت سے ملحق کیا۔اسی طرح سے ہم بھی والدہ ماجدہ کی طرف سے حضور ﷺ ذریت سے ملحق ہیں۔دوسری دلیل : ہماری ذریت رسول ہونے کی یہ ہے کہ نصاریٰ سے مباہلہ کے وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا : فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا٥ تو حضور ﷺ نے بطور اپنے بیٹوں کے حسین اور حسن کو اپنے ساتھ لیا۔پس اس آیت کی روشنی میں حضرات حسنین اولادِ رسول ہیں اور ہم

امام حسین کی اولاد ہیں یہ جواب سن کر خلیفہ لاجواب ہو گیا۔

انوار العارفین میں ہے کہ ایک بار خلیفہ ہارون رشید نے اپنے لڑکوں سے کہا کہ امام موسیٰ کاظم تمام لوگوں کے امام، خلق پر اللہ کی حجت اور بندوں پر اللہ کے نائب ہیں۔ بخدا وہ تمام مخلوق سے زیادہ رسول خدا کی جانشینی کے سزاوار ہیں اور تمام انبیاء کے علوم کے وارث ہیں۔ پس اگر تم کو علمِ راسخ کی طلب ہو تو ان سے کرو۔ مامون الرشید کا بیان ہے کہ اسی روز سے میرے دل میں امام موسیٰ کاظم کی محبت جا گزیں ہو گئی۔

عبادت وصفات:

آپ بڑے عابد وزاہد، قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔ کثرت عبادت اور شب بیداری کے سبب عبدِ صالح کہے جاتے تھے۔ حلم اور بردباری کا مرقع تھے اسی بنا پر آپ کا لقب کاظم ہوا جس کے معنیٰ ہیں غصے پر قابو پانے والا (والکاظمین الغیظ، غصے پر قابو پانے والے) جود وکرم کا یہ عالم تھا کہ فقرائے مدینہ کو تلاش کر کے راتوں رات خاموشی سے امداد فرماتے اور لوگوں کو پتہ نہ چلتا کہ یہ مدد کہاں سے آئی۔ آپ سائل کے سوال سے قبل اس کی حاجت بر لے آتے آپ اس قدر منکسر المزاج تھے کہ جو بھی سامنے آتا ہمیشہ سلام میں سبقت فرماتے اگر کوئی آپ کی ایذا رسانی کے درپہ ہوتا تو اس کے پاس مال بھجوا دیتے تا کہ وہ آپ کو ایذا رسانی (اور اس طرح اللہ اور اس کے رسول کو ناراض کرنے) سے باز رہے۔

آپ ہمیشہ درگزر سے کام لیتے، خلق خدا پر آسانی فرماتے۔ آپ نہ صرف معاف کرتے بلکہ تکلیف پہنچانے والے کو تحائف بھجوایا کرتے تھے یہاں تک کہ اگر کسی نے آپ کو جسمانی یا زبانی تکلیف پہنچائی ہوتی، آپ کی کرم نوازی کا دریا ان امور سے متاثر نہ ہوتا۔ علامہ ابن جوزی "المنتظم" میں لکھتے ہیں "امام موسیٰ کاظم کو جب علم ہوتا کہ کسی نے آپ کو اذیت پہنچائی تو اسے ہزار دینار بھجواتے اور خود صلح کے لئے تشریف لے جاتے" یعنی آپ صرف تحائف بھیجنے پر اکتفا نہ کرتے بلکہ پہل کرتے ہوئے خود تشریف لے جا کر معاملے کو صلح میں تبدیل کر دیا کرتے تھے۔ اور یہ آپ کے لقب کاظم کی عمدہ نظیر ہے۔

علامہ ابن کثیر "البدایہ والنہایہ" میں لکھتے ہیں ایک مرتبہ کسی کے غلام نے آپ کو

حلوے کا تحفہ پیش کیا تو آپ نے اس غلام کو حلوہ کے برتن سمیت ہزار دینار میں خرید لیا پھر اسے آزاد کرتے ہوئے وہ حلوہ اور برتن بھی اس غلام کو دے دیا۔

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید نے آپ کو خانہ کعبہ کے نزدیک لوگوں کے جھرمٹ میں بیٹھے دیکھا تو کہا "آپ لوگوں سے چھپ کر بیعت لے رہے ہیں" آپ نے فرمایا تم صرف جسموں کے حاکم ہو، جبکہ میں دلوں کا بھی امام ہوں۔

کشف و کرامات:

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ۱۴۹ھ میں حج کے واسطے گیا۔ قادریہ میں اترا تو میں نے ایک خوبصورت بلند قامت سرخ رنگت والے نوجوان کو دیکھا جس نے صوف کا لبادہ پہنا ہوا تھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ اس نوجوان نے صوفیاء جیسا حلیہ بنایا ہوا ہے تاکہ لوگوں سے خدمت لے۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ وہ نوجوان میری طرف متوجہ ہوا اور کہا اے شفیق حق تعالیٰ کا فرمان ہے : اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ٥ یعنی بہت زیادہ گمان سے بچو۔ بیشک بعض گمان گناہ ہیں۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا میں دل میں بڑا حیران ہوا کہ وہ میرے دل کی بات سے آگاہ ہوا، میرا نام بھی لیا اور پھر اللہ کے فرمان سے مجھے میری غلطی کی طرف متوجہ کیا۔ یقیناً یہ اللہ کا نیک بندہ ہے جیسے ہی مجھے ملا تو میں اپنی بدگمانی پر اس سے معافی مانگوں گا۔ میں نے ہر چند تیز چلنے کی کوشش کی مگر اسے نہ پا سکا۔ اگلی منزل پر میں نے اسے نماز میں مشغول دیکھا اس کے جسم پر لرزہ طاری تھا آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ میں معافی مانگنے کے لیے اس کے نماز سے فارغ ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ نماز سے فارغ ہو کر اس نے آیت پڑھی : وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ٥ یعنی میں اسے بخشنے والا ہوں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل صالح کیا اور پھر ہدایت پر رہا۔ یہ فرما کر وہ نوجوان غائب ہو گیا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ ضرور کوئی ابدال ہے کہ دو مرتبہ اس نے میرے دل کی بات ظاہر کی اور پھر اس طرح نگاہ سے غائب ہو گیا۔ جب مقام رمالہ میں پہنچے تو میں نے اس نوجوان کو کنویں پر کھڑا پایا۔ وہ پانی نکالنا چاہتا تھا لیکن ڈول اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر کنویں میں جا گرا۔ اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا : انت شربی اذا ظمات من الماء وقوتی اذا اردت

طعاما

یعنی تو ہی مجھے پلاتا ہے جب میں پیاسا ہوتا ہوں اور تو ہی کھلاتا ہے جب میں بھوکا ہوتا ہوں پھر کہا اے میرے اللہ، اے میرے مالک تیرے سوا میرا کوئی نہیں۔ شفیق فرماتے ہیں بخدا میں نے دیکھا کہ کنویں کا پانی جوش کھا کر اوپر منہ تک آ گیا۔ وہ ڈول پانی پر تیر رہا تھا اس نے وہ ڈول نکالا، پانی سے بھرا وضو کر کے نماز ادا کی پھر ایک ریت کے ٹیلے کے نزدیک جا کر تھوڑی سی ریت اس ڈول میں ڈالی اور ہلا کر پینا شروع کر دیا۔ میں نے نزدیک جا کر سلام کیا اور عرض کیا مجھے اس چیز میں سے کھلائیں جو اللہ نے آپ کو اپنے فضل سے عطا کی۔ اس نوجوان نے کہا اے شفیق اگر تو چاہتا ہے کہ تجھے اللہ اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازتا رہے تو ہمیشہ اس کے متعلق اچھا گمان رکھ۔ پھر اس نے وہ ڈول مجھے دیا میں نے اس میں سے پیا تو وہ ستو تھا اور اس میں شکر گھلی ہوئی تھی۔ اللہ کی قسم میں نے اپنی ساری زندگی میں ایسی لذیذ اور نفیس چیز نہ کھائی تھی۔ اس کی برکت سے کئی روز مجھے کھانے پینے کی حاجت نہ ہوئی۔ جب میں نے ڈول منہ سے ہٹایا تو اس نوجوان کو موجود نہ پایا۔ پھر میں نے اسے مکہ معظّمہ میں دیکھا کہ تہجد کے وقت وہ نہایت خشوع و خضوع سے نماز پڑھ رہا تھا۔ اللہ کے حضور عاجزی اور گریہ وزاری میں مشغول تھا۔ نماز فجر کے بعد لوگوں نے اسے گھیر لیا میں نے ایک شخص سے پوچھا یہ نوجوان کون ہے اس نے کہا یہ موسیٰ بن جعفر بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب ہیں۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

آپ اکثر یہ دعا پڑھا کرتے تھے : **اللّٰھم انی اسئلک الراحۃ عندالموت والعفو عند الحساب۔** اے اللہ میں تجھ سے موت کے وقت راحت مانگتا ہوں اور حساب کے وقت بخشش کا سوالی ہوں۔

کہتے ہیں خلیفہ موسیٰ بن مہدی جس کا لقب ہادی تھا، دشمنانِ اہلبیت کی باتوں میں آ کر آپ کو مدینہ منورہ طلب کیا اور قید کر دیا۔ رات کو اس نے شیر خدا علی المرتضیٰ کو خواب میں دیکھا فرما رہے ہیں اے ہادی : **فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ** کیا تم سے یہ توقع کی جائے کہ جب حاکم بنو تو زمین پر فساد کرو اور قطع

رحمی کرو؟ ربیع کا بیان ہے آدھی رات کو خلیفۃ نے مجھے بلا بھیجا میں نے جا کر دیکھا کہ خلیفۃ اسی آیت کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھ رہا ہے۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے حکم دیا کہ حضرت موسیٰ کاظم کو لے آؤ۔ میں آپ کو قید خانے سے لایا۔ خلیفۃ نے آپ سے معانقہ کیا، بہت تعظیم وتکریم سے بٹھایا اور اپنا خواب بیان کیا پھر کہا آپ مجھے اطمینان دلائیں کہ مجھ پر خروج نہ کریں گے۔ آپ نے فرمایا واللہ نہ میں نے خروج کیا ہے نہ آئندہ اس کا ارادہ ہے۔ پس خلیفۃ نے دس ہزار دینار آپ کی خدمت میں پیش کئے۔ سامان سفر مہیا کر کے آپ کو مدینہ روانہ کیا۔ ایک شخص کا بیان ہے کہ جب خلیفۃ نے آپ کو بغداد طلب کیا تھا تو میں دور تک روتا ہوا آپ کے ساتھ آیا آپ نے فرمایا تم کیوں مغموم ہو۔ میں نے عرض کیا آپ کو ایک ایسے شخص نے طلب کیا ہے جو اہلبیت کا دشمن ہے خدا جانے آپ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آئے۔ آپ نے فرمایا اندیشہ نہ کرو میں فلاں ماہ فلاں روز اور فلاں وقت واپس آ کر تجھے اسی جگہ ملوں گا تو میرا منتظر رہنا۔ چنانچہ مقررہ ساعت میں اس مقام پر جا کر میں آپ کا منتظر تھا کہ آپ اسی وقت تشریف لائے جس وقت کا آپ نے بتایا تھا۔ میں نے آپ کو دیکھ کر عرض کیا الحمد للہ کہ ان ظالموں سے آپ کو خلاصی ملی فرمایا سچ ہے مگر عنقریب پھر مجھے لے جائیں گے اور واپسی نصیب نہ ہوگی۔

خلیفۃ ہارون رشید نے اپنے ایک امیر علی بن یقطن کو لباس ہائے فاخرہ عطا کئے ان میں ایک کپڑا احر سیاہ زربفتی بھی تھا۔ علی بن یقطن کو امام موسیٰ کاظم سے کمال عقید ومحبت تھی اس نے وہ سارے تحائف امام کو ہدیہ کر دیئے۔ آپ نے اور تحائف رکھ لئے مگر حر سیاہ زربفتی کو واپس کر دیا اور لکھا کہ اے علی بن یقطن اس کپڑے کو حفاظت سے رکھنا۔ ایک وقت آئے گا کہ تجھے اس کی ضرورت ہوگی۔ کچھ روز بعد خلیفۃ سے علی بن یقطن کی شکایت کی گئی کہ وہ امام سے محبت وعقیدت رکھتا ہے اور انہیں تحائف بھیجا کرتا ہے اور وہ حر سیاہ زربفتی بھی اس نے امام موسیٰ کو نذر کر دی۔ خلیفۃ سخت برہم ہوا علی بن یقطن کو طلب کر کے حکم دیا کہ فوراً حر سیاہ زربفتی حاضر کر علی نے ایک غلام کو بھیجا کہ میرے مکان میں فلاں حجرہ میں ایک صندوق ہے اسے لے آ غلام صندوق لے آیا۔ علی نے اسے خلیفۃ کے سامنے کھولا اور وہ کپڑا نکال کر دیا۔ خلیفۃ کا غصہ یہ دیکھ کر ختم ہوا اور علی بن یقطن نے نجات

پائی۔

ایک دن آپ خلیفہ ہارون رشید کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ عصائے موسیٰ کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا اگر میں اس قالین میں موجود شیر کی تصویر کو کہوں کہ ابھی اصل شیر ہو جا، آپ کے منہ سے یہ نکلا ہی تھا کہ وہ شیر اصل ہو گیا آپ نے فرمایا ٹھہر میں نے تجھے حکم نہیں دیا تو دوبارہ وہ شیر قالین بن گیا۔

شواہد النبوۃ میں مولانا جامی لکھتے ہیں :اہل کتاب کی ایک صاحب نظر عورت نے آپ کی والدہ کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ عنقریب اس کے بطن سے ایک فرزند عظیم پیدا ہونے والا ہے جس کا مشرق و مغرب میں کوئی مثل نہ ہوگا۔

ایک بار خلیفہ ہارون رشید بیت اللہ آیا۔ اہل بیت کے بعض دشمنوں نے امام کے خلاف خلیفہ کے کان بھرے کہ اس کے پاس ہر جگہ سے تحائف آتے ہیں، بے شمار لوگ اس کے معتقد ہیں اور یہ اس قدر دولت مند ہو گیا ہے کہ اس نے تیس ہزار طلائی دینار کا اسباب خریدا ہے۔ خلیفہ ان کی باتوں میں آ گیا اور آپ کو گرفتار کروا کر والی بصرہ عیسیٰ بن جعفر کے پاس بھیج دیا۔ اس نے امام کو ایک برس قید میں رکھا۔ آپ نے قید کے دوران خلیفہ ہارون رشید کو خط لکھا کہ ''بے شک میری اس آزمائش کا جو بھی دن کٹ رہا ہے وہ تمہاری عیش و عشرت سے بھی ایک دن کاٹ رہا ہے یہاں تک کہ ہم دونوں ایک ایسے دن تک پہنچ جائیں گے جو کبھی فتح نہ ہوگا، اس دن خسارے میں وہ لوگ ہونگے جو باطل پر ہیں''۔ پھر ہارون رشید نے والیٔ بصرہ کو آپ کے قتل کا حکم دیا مگر وہ نہ مانا اور کہا کسی کو یہاں بھیج دیں میں امام کو ان کے حوالے کر دوں ورنہ میں چھوڑے دیتا ہوں۔ پس خلیفہ نے سدی بن ہاشک کو بھیجا، والی بصرہ نے امام کو اس کے سپرد کر دیا۔ اس بدبخت نے آپ کو کھجوروں میں زہر ملا کر دیا۔ کھجور کھانے کے بعد آپ نے فرمایا دشمنوں نے مجھے زہر دیا ہے کل میرا بدن زرد ہوگا، پرسوں نصف سرخ اور نصف سیاہ ہو جائے گا اور میری وفات ہوگی۔ پس ایسا ہی ہوا اور آپ کا وہ فرمان پورا ہوا کہ دوبارہ جب جانا ہوگا تو واپسی نہ ہوگی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے بعد خلافت و امامت آپ کے صاحبزادے علی رضا کو پہنچی۔

اللہ عزوجل نے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو حیات ظاہری میں بھی لوگوں کی حاجات کو پورا کرنے، مصائب و آلام کے ماروں کی فریاد رسی کرنے اور محتاجوں، مسافروں کی مدد کرنے والا بنایا اور اس فیض و کرم کو آپ کے وصال کے بعد بھی جاری رکھا لوگ آپ کی قبر انور سے توسل کر کے اللہ عزوجل کی بارگاہ سے اپنی حاجات کے حصول میں کامیاب و کامران ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں آپ کا مزار مبارک اجابت دعا کے لئے تریاق ہے۔ امام بخاری کے معاصر محدث، امام حسن بن ابراہیم المعروف ابوعلی خلال فرماتے ہیں ''مجھے جب کوئی مشکل پیش آتی ہے تو میں موسیٰ بن جعفر کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں اور ان کے وسیلے سے دعا کرتا ہوں پس اللہ تعالیٰ میرے معاملے کو میری خواہش کے مطابق آسان کر دیتا ہے''۔

علامہ ابن حجر مکی صوائق محرقہ میں اور امام عبدالرؤف مناوی ''الکواکب الدریہ'' میں لکھتے ہیں ''امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا عراق والوں کے ہاں اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ''باب قضاء الحوائج'' ہونا مشہور ہے۔

روایت حدیث:

آپ سے مروی احادیث میں سے چند حدیثیں یہ ہیں۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ تھام کر فرمایا ''جس نے مجھ سے محبت کی، اور ان دونوں سے محبت کی اور ان دونوں کے ماں باپ سے محبت رکھی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا''۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ''ایمان دل کے ماننے، زبان سے اقرار کرنے اور احکام اسلام پر عمل کرنے کا نام ہے''۔

(۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ''مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے اور فاسق کی نیت اس کے عمل سے بدتر ہے اور ہر ایک اپنی نیت پر عمل کرتا ہے''۔

(۴) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ''اللہ کے نزدیک بدترین لوگ وہ ہیں جن کے فتنے سے بچنے کے لئے (لوگوں کو) ان کی عزت کرنی پڑے''۔

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''دین کے بعد سب سے بڑی دانائی کی بات لوگوں

سے محبت کا اظہار کرنا اور ہر نیک و بد سے بھلائی کرنا ہے"۔

(۶) امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا: اسلام کا پرچم نماز ہے، پس جو قلبی طور پر خود کو اس کے لئے تیار رکھے اور ہر وقت ادا کرنے کی سعی کرتا رہے، وہ مومن ہے"۔

(۷) حضور ﷺ نے فرمایا: "جس نے انبیاء (میں کسی بھی نبی) کو گالی دی، اسے قتل کیا جائے اور جس نے میرے صحابہ کو گالی دی، اسے کوڑے مارے جائیں"۔

(۸) حضور ﷺ نے فرمایا: "اپنے پڑوسی کو اذیت دینے والا نہ ہی آج اور نہ ہی قیامت تک (کامل) مومن ہو سکتا ہے"۔

(۹) حضور ﷺ نے فرمایا: "لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے۔ جو اس میں داخل ہوا، میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا"۔

(۱۰) معلم حکمت ﷺ نے فرمایا: "علم ایک مقفل خزانہ ہے اور سوال اس کی کنجی ہے، تو سوال کرو، اللہ تم پر رحم فرمائے کہ اس سے چار لوگ اجر پاتے ہیں، سوال کرنے والا، تعلیم دینے والا، سننے والا اور ان (تینوں) سے محبت رکھنے والا"

(۱۱) رحمت عالمیاں ﷺ نے فرمایا: "جو قبرستان سے گزرے اور گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے پھر اس کا ثواب مردوں کو ایصال کر دے، تو اسے تمام مرنے والوں کی تعداد کے برابر ثواب ملے گا"۔

(۱۲) حضور ﷺ نے فرمایا "جس نے میرے امتی پر چالیس احادیث بیان کیں (ان کی تعلیم دی) جس سے وہ نفع حاصل کریں، تو اللہ عزوجل ایسے شخص کو قیامت کے دن فقیہ و عالم اٹھائے گا"۔

(۱۳) حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: "اپنے نسب کی اتنی معلومات ضرور حاصل کرو، جس سے صلہ رحمی کر سکو، کیونکہ صلہ رحمی موت میں تاخیر (یعنی عمر میں برکت)، مال میں اضافے اور رب تعالیٰ کی رضا کا سبب ہے"۔

(۱۴) حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: "جو اپنے مسلمان بھائی کی توقیر کرتے ہوئے اسے کسی بات سے خوشی پہنچائے، یا کسی مجلس میں اسے عزت بخشے، تو جب تک یہ معاملہ باقی رہے، وہ اللہ عزوجل کے سایہ رحمت میں رہتا ہے"۔

آٹھویں امام

حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ

آپ آٹھویں امام ہیں۔آپ کی کنیت ابوالحسن اور لقب رضا ہے۔آپ آسمانوں میں اللہ کی رضا تھے اور زمین پر اس کے رسول کی رضا۔ یہ آپ کا خاصہ ہے کہ آپ اپنے موافقوں کی طرح مخالفوں سے بھی راضی رہے۔آپ کی پیدائش مدینہ منورہ میں ۱۱ر ربیع الاول بروز جمعرات ۱۵۳ھ میں ہوئی۔خلیفہ مامون رشید نے ۲۰۱ھ میں آپ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا اور اس کی سند لکھ دی ۲۰۲ھ میں اپنی بیٹی ام حبیب آپ کے نکاح میں دے دی۔آپ کا وصال ۱۹ر صفر ۲۰۳ھ مامون رشید کے دور خلافت میں ہوا۔مزارِ گوہر بار مشہد مقدس میں ہے۔

شان وعظمت :

آپ کا لقب 'رضا' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی رضا پر راضی رہنے کی وجہ سے تھا۔ ایک رات حضرت امام علی رضا کی والدہ محترمہ کو رسول اللہ ﷺ زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا :اللہ تعالیٰ تجھے ایک فرزند عطا کرے گا، جو تمام اہل زمین سے بہتر ہوگا۔امام علی رضا علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ارشاد فرماتی ہیں :جب امام علی رضا علیہ السلام میرے شکم میں جلوہ افروز ہوئے تو مجھے ان کے حمل کی وجہ سے ذرا بھی بوجھ محسوس نہ ہوا۔ میں خواب میں اپنے شکم سے تسبیح وتہلیل کی آواز سنتی تھی، جس کا رعب و ہیبت مجھ پر غالب ہو جاتا اور جب میں بیدار ہوتی تو آواز ختم ہو جاتی۔ جب آپ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو آپ علیہ السلام نے اپنا چہرہ آسمان کی طرف کیا اور آپ علیہ السلام کے لب مناجات کے ساتھ حرکت کر رہے تھے۔

آپ نہایت شکیل وجمیل تھے۔رنگ مبارک سانولا تھا اور اپنے آبائے کرام کی جملہ صفات کے جامع تھے۔جب آپ ماں کے شکم میں تھے تو انہیں کوئی بوجھ ثقل وحمل کا محسوس نہ ہوا۔حضور نے آپ کی دادی کو خواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ لڑکا اہل زمین میں سب سے بہتر ہوگا۔آپ کی والدہ جب سوتیں تو شکم سے تسبیح وتہلیل کی آواز سنتیں جب بیدار ہوتیں تو آواز موقوف ہوجاتی۔جب آپ اس دنیا میں تشریف لائے تو ہاتھ زمین پر رکھ کر منہ آسمان کی طرف کیا اور لبوں کو جنبش دی جیسے کوئی مناجات کرتا ہو۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا۔حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا تیرا بیٹا علی اللہ عز وجل کے نور سے ہے جو اس کی حکمتیں بیان کرے گا۔اس کی رائے صائب، بلا خطا ہوگی وہ ایسا عالم ہوگا کہ اس کی مجلس میں حکماء اور علماء ہوں گے۔

حضرت خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ شرح جوامع الکلم میں لکھتے ہیں:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ یہ میرا بیٹا موسیٰ کاظم امت کا سردار ہے، اور آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: یہ میرا بیٹا اللہ تعالیٰ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔اللہ تعالیٰ اس میرے بیٹے سے اس امت کا غوث پیدا فرمائے گا۔جس کا نور رہر پیدا ہونے اور چلنے والے سے بہتر ہے۔

کتابوں میں جو کچھ تحریر ہے وہ امام علی رضا کے فضائل ومناقب کا ایک جز ہے یا بحر زخار میں سے ایک قطرہ ہے جو اختصار کے باوجود کہیں سما نہیں سکتا۔

آپ بڑے عالم، وحید العصر اور فرید الدھر تھے۔ابراہیم بن عباس کہتے ہیں میں نے آپ سے زیادہ کوئی عالم نہ دیکھا۔مامون رشید آپ سے اکثر سوال کرتا تو آپ اسے فوراً شافی جواب دیتے اور اکثر آپ کا جواب آیاتِ قرآنی سے ہوتا۔کبھی بھی ایسا نہ ہوا کہ آپ سے کوئی سوال کیا گیا ہو اور اس کا جواب نہ دیا گیا ہو۔ایک بار خلیفہ نے آپ کو لباس فاخرہ میں دیکھ کر کہا اے ابن رسول اللہ کیا آپکا ایسا لباس پہننا درست ہے آپ نے فرمایا حضرت یوسف وحضرت سلیمان علیہم السلام اللہ کے پیغمبر تھے اور سونے کے تاروں سے بنے ہوئے کپڑے پہنتے تھے، تخت مرصع پر بیٹھ کر حکمرانی کرتے اور امر ونہی فرماتے تھے۔

اصل امام سے بھی یہی مقصود ہے کہ عدل و انصاف کرے، سچ بولے، انصاف سے فیصلے کرے اور وعدہ ایفا کرے۔ اللہ نے اچھے لباس اور اچھے کھانے کو حرام نہیں کیا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی :قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ۝ اے نبی آپ فرمادیں کس نے حرام کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے واسطے نکالی اور پاک وطیب رزق میں سے۔

ایک بار مامون رشید بیمار ہوا اس نے نذر مانی کہ صحت ہونے پر زر کثیر خیرات کروں گا۔ جب صحت ہوئی تو اس نے علماء سے زر کثیر کی مقدار کے بارے میں پوچھا ہر ایک نے اپنی فہم کے مطابق مختلف جواب دیئے جس سے مامون کی تشفی نہ ہوئی۔ اس نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا تراسی دینار خیرات کر دو۔ علماء نے سبب پوچھا کہ زر کثیر صرف تراسی دینار کیسے ہوا؟ آپنے فرمایا حق تعالیٰ کا قول ہے :لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ یعنی اللہ نے تمہاری بہت سی لڑائیوں میں مدد کی ہے اور کل غزوات وسرایا تراسی تھے۔ ماموں کو اس جواب سے تشفی ہوئی اور اس نے اس کے مطابق عمل کیا۔

صوائق محرقہ میں علامہ ابن حجر مکی، تاریخ نیشا پور سے نقل کرتے ہیں کہ جب آپ نیشا پور تشریف لے گئے تو زائرین کا اس قدر اژدھام تھا کہ چلنا دشوار تھا۔ آپ ایک سواری پر سوار تھے جس پر ایک پردہ لگا تھا اور لوگ آپ کو دیکھ نہیں پا رہے تھے۔ ابوذرعہ رازی اور محمد بن اسلم طوسی جو اس زمانے کے مشہور حافظانِ حدیث تھے انہوں نے آگے بڑھ کر سواری کی باگ تھام لی۔ ان کے ہمراہ ان کے بے شمار شاگرد اور محدثین تھے۔ دونوں نے بڑی عجز و انکساری سے عرض کیا حضور لوگوں کو اپنے دیدار سے مشرف فرمائیں اور اپنے آبائے کرام کی کوئی حدیث سنائیں۔ آپ نے سواری روکی، پردہ ہٹایا۔ خلقت کی آنکھیں آپ کے دیدار سے ٹھنڈی ہوئیں لوگ چیختے چلاتے، زمین پر لوٹتے اور آپ کے خچر کے پاؤں چومتے تھے۔ علماء نے پکار کر لوگوں کو خاموش کیا پھر آپ نے فرمایا مجھ سے میرے والد امام موسیٰ کاظم نے بیان کیا ان سے حضرت امام جعفر صادق نے بیان ان سے امام محمد باقر نے بیان کیا ان سے ان کے والد امام زین العابدین نے بیان کیا ان سے حضرت امام حسین نے بیان کیا، امام حسین سے ان کے والد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

نے بیان کیا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ابو القاسم محمد الرسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے خبر دی جبرئیل نے کہ انہوں نے سنا اللہ رب العزت سے کہ : **لا الہ الا اللہ حصنی فمن قالھا دخل حصنی فمن دخل حصنی امن من عذابی** اللہ جل شانہ نے فرمایا لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے پس جس نے بھی یہ کہا وہ میرے قلعہ میں داخل ہوا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے امن میں آ گیا۔ یہ فرما کر آپ نے پردہ گرا دیا اور تشریف لے گئے۔ اس وقت بیس ہزار افراد نے اس حدیث کو لکھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے یہ حدیث بیان کی : **الایمان معرفة بالقلب و اقرار باللسان و عمل بالارکان** یعنی ایمان قلب کی معرفت، زبان سے اقرار اور ارکان کے ساتھ عمل کرنے کا نام ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر اس حدیث کو انہیں اسناد کے ساتھ پڑھ کر دیوانہ پر پھونک دیا جائے تو اس کی دیوانگی جاتی رہے گی اور وہ صحت یاب ہو جائے گا۔

یہ حدیث شریف بھی آپ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص میرے حوض کوثر پر ایمان نہ لائے، جو اللہ نے مجھے عنایت فرمایا ہے اسے اللہ میرے حوض پر وارد نہ کرے گا۔ اور جو میری شفاعت پر ایمان نہ رکھے، اللہ نے اس کے واسطے میری شفاعت نہیں رکھی اور میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہوں کے واسطے ہے اور جو نیک لوگ ہیں پس ان پر کوئی گناہ نہیں۔

حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ امام علی رضا کے دست مبارک پر ایمان لائے اور آپ کے وسیلہ سے واصل باللہ ہوئے۔

عادات وصفات:

آپ بہت کم سوتے اور کثرت سے روزے رکھتے۔ ہر ماہ کے تین روزے آپ سے کبھی نہ چھوٹتے۔ رات کے اندھیرے میں خاموشی سے خیرات کرتے۔ خلوت میں فقیرانہ لباس پہنتے اور جب دربار جاتے تو لباس فاخرہ زیب تن فرماتے۔ آپ کے مزاج میں انکساری منکسر المزاجی اس قدر تھی کہ موسم گرما میں چٹائی پر اور موسم سرما میں ٹاٹ یا کمبل پر بیٹھتے۔ غلاموں کے ہمراہ کھانا تناول کرتے۔ منقول ہے کہ ایک دن آپ حمام کے ایک

گوشہ میں غسل کررہے تھے کہ ایک لشکری آیا اور آپ کو اس جگہ سے ہٹا کر خود غسل کرنے لگا۔ اس نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ کہا اے کالے! میرے سر پر پانی ڈال اور مجھے نہلا۔ پس آپ اس کے سر پر پانی ڈال کر اسے نہلانے لگے اتنے میں ایک شخص جو آپ کو جانتا تھا آیا۔ اس نے یہ منظر دیکھا تو چیخ کر کہا اے لشکری تو ہلاک ہو کہ رسول اللہ کے بیٹے سے خدمت لے رہا ہے۔ یہ سنتے ہی لشکری آپ کے قدموں پر گرا اور معذرت کرنے لگا کہ آپ نے اس کام سے انکار کیوں نہ کیا۔ آپ نے فرمایا یہ تو ثواب کا کام تھا میں نے نہ چاہا کہ ثواب کے کام میں تیری نافرمانی کروں۔

کشف و کرامات:

ایک بار آپ بہت مقروض ہو گئے۔ قرضخواہوں کے تقاضے پر آپ نے سب کو جمع کیا چٹائی بچھا کر دو رکعت نماز ادا فرمائی پھر اسی چٹائی کے نیچے سے دینار نکال کر قرضخواہوں کو دینے شروع کئے اور اڑتالیس ہزار طلائی دیناروں کا قرضہ ادا کر دیا۔

ایک بار آپ کے حاسدین محض آپ کو شرمندہ کرنے کے لئے ایک زندہ کو مردہ بنا کر لے آئے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھ دیں۔ ارادہ یہ تھا کہ نماز کے بعد وہ شخص اٹھ کھڑا ہوگا اور سب آپ کا تمسخر اڑائیں گے۔ جب آپ نے نماز پڑھ دی اور انہوں نے چادر اٹھائی تو اسے مردہ پایا وہ تمام اپنے کئے پر سخت نادم و پشیمان ہوئے مردہ کو ناچار دفن کر دیا۔ تین دن بعد امام علی رضا اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا قم باذن اللہ پس قبر شق ہو گئی اور مردہ زندہ ہو کر نکل آیا۔

حاکم، محمد بن عیسیٰ بن حبیب سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ خواب میں دیکھا کہ میرے شہر کی مسجد میں تشریف لائے ہیں۔ میں سلام کے لیے حاضر ہوا دیکھا کہ حضور کے سامنے مدینہ کے کھجوروں کے پتوں کا طبق رکھا ہوا ہے جس میں صیحانی کھجوریں تھیں رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے مجھے مٹھی بھر کھجوریں عطا فرمائیں جن کی تعداد آٹھ تھی۔ خواب دیکھنے کے بیس دن بعد امام علی رضا مدینہ سے تشریف لائے اور اسی مسجد میں تشریف فرما ہوئے لوگ جوق در جوق آپ کی زیارت اور سلام کے واسطے حاضر ہوئے۔ میں بھی زیارت کے لئے گیا میں نے خواب میں جس جگہ رسول اللہ ﷺ بیٹھا

دیکھا تھا۔ امام علی رضا اسی جگہ بیٹھے تھے اور آپ کے سامنے کھجوروں کے پتوں کا طبق صیحانی کھجوروں سے بھرا رکھا تھا۔ میں نے سلام کیا تو آپ نے مجھے نزدیک بلا کر ایک مٹھی کھجوریں عطا کیں میں نے شمار کیا تو وہ آٹھ تھیں۔ میں نے عرض کیا مجھے زیادہ مرحمت فرمائیں۔ فرمایا اگر رسولِ خدا تجھے زیادہ دیتے تو میں بھی زیادہ دیتا۔

ایک چڑیا آپ کے سامنے آ کر لوٹنے اور فریاد کرنے لگی آپ نے فرمایا ایک سانپ اس کے بچوں کو کھانا چاہتا ہے۔ خادم گیا اور مکان کی چھت پر سانپ کو پایا اور اسے مار دیا۔

ایک شخص آپ کے پاس آیا کہا میری زوجہ حاملہ ہے آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ لڑکا عطا کرے۔ آپ نے اسے دو بچوں کی بشارت دی۔ وہ جاتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ ایک کا نام محمد رکھوں گا اور دوسرا کا علی۔ آپ نے اسے بلوایا فرمایا ایک کا نام محمد اور دوسرے کا نام امِّ عمر رکھنا۔ چنانچہ اس کے گھر میں ایک لڑکے اور ایک لڑکی کی ولادت ہوئی اور اس نے یہی نام رکھے۔

ایک سوداگر کو ڈاکوؤں نے لوٹ کر اس کے منہ میں برف بھر دی جس سے اس کی زبان بیکار ہوگئی۔ وہ آپ کی تلاش میں خراسان پہنچا معلوم ہوا آپ نیشاپور میں رونق افروز ہیں اس نے بغرض علاج آپ کے پاس جانے کا ارادہ کیا، رات کو خواب میں امام علی رضا کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا تیری زبان کا علاج یہ ہے کہ کلونی، پودینہ صحرائی اور نمک لے کر پانی میں بھگو لو اور دو تین بار منہ میں رکھو تو شفا پاؤ گے۔ تاجر نے خواب کا اعتبار نہ کیا نیشاپور حاضرِ خدمت ہوا۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا تیری زبان کا علاج وہی ہے جو خواب میں کہا گیا۔

ابو اسماعیل سندھی کہتے ہیں میں امام علی رضا کی زیارت کو گیا مجھے عربی کی الف، با بھی نہیں آتی تھی۔ آپ سندھی نہیں جانتے مگر آپ نے مجھ سے سندھی زبان میں گفتگو کی۔ روانگی کے وقت میں نے عرض کیا مجھے عربی نہیں آتی، آپ دعا فرمائیں۔ آپ نے اپنا دست اقدس میرے ہونٹوں پر پھیرا تو اسی وقت میں عربی بولنے لگا۔

اہل کوفہ میں سے ایک کا بیان ہے کہ میں خراساں جانے کے لیے کوفہ سے باہر نکلا تو

میری لڑکی نے ایک بہت اچھا کپڑا دیا کہا اسے بیچ کر میرے لیے فیروزہ خرید لانا میں مرو پہنچا تو امام علی رضا کے ایک غلام نے آ کر مجھ سے کہا ہمارا ایک ساتھی فوت ہو گیا ہے اس کے کفن کے لیے یہ کپڑا ہمیں فروخت کر دو میں نے انکار کیا کہ میرے پاس کوئی کپڑا نہیں ہے۔ وہ واپس گئے اور پھر دوبارہ آئے کہنے لگے ہمارے آقا نے تجھے سلام بھیجا ہے اور کہا ہے کہ وہ کپڑا جو تمہاری لڑکی نے تمہیں دیا تھا کہ اسے بیچ کر اس کے واسطے فیروزہ خرید سکو، ہم اس کی قیمت لائے ہیں۔ میں نے کپڑا انہیں فروخت کر دیا اور دل میں سوچا کہ ان کے آقا ولی اور صاحب باطن معلوم ہوتے ہیں لہٰذا ان سے چند مشکل مسائل کی تحقیق کی جائے اور صحیح جواب معلوم کیا جائے۔ میں وہ مسائل کاغذ پر لکھ کر اگلے روز در دولت پر حاضر ہوا وہاں لوگوں کا ایک ہجوم تھا اور اس بھیڑ میں آپ سے ملاقات بظاہر ناممکن نظر آ رہی تھی۔ میں حیرت و استعجاب کے عالم میں کھڑا تھا کہ امام علی رضا کا ایک غلام باہر آیا اور میرا نام لے کر ایک تحریر شدہ کاغذ مجھے دیا کہ اس میں تیرے سوالوں کے جوابات ہیں۔ میں نے دیکھا اس میں میرے تمام سوالوں کے جوابات تھے۔

۷ رمضان ۲۰۱ھ میں مامون رشید نے آپ کو اپنا ولی عہد بنایا اور ولی عہدی کا عہد نامہ آپ کے پاس بھیجا تو آپ نے مامون کو لکھا کہ تو نے ہمارا حق پہچانا مگر یہ بات ہو نہ سکے گی۔ پس مامون کی زندگی میں ہی آپ نے وفات پائی۔ اس ولی عہدی کے دوران جب آپ دربار جاتے تو امراء آپ کا استقبال کرتے اور دروازے کا پردہ اٹھاتے مگر وہ آپ سے بغض رکھتے اور عہد کرتے کہ اب نہ استقبال کریں گے نہ پردہ اٹھائیں گے۔ مگر جب بھی آپ دربار میں تشریف لاتے وہ بے اختیار استقبال کرتے اور پردہ اٹھاتے۔ ایک بار پردہ اٹھانے میں توقف کیا تو آپ کے آنے اور جانے کے وقت ہوا نے پردہ اٹھا دیا اس کرامت کو دیکھ کر امراء نادم ہوئے۔ اسی دوران عرصہ تک بارش نہ ہوئی۔ آپ کے دشمنوں نے مامون سے شکایت کی کہ جب سے آپ ولی عہد مقرر کئے گئے ہیں، آپ کی نحوست کے سبب اللہ نے بارش موقوف کر دی ہے۔ مامون کو یہ بات ناگوار گزری اس نے آپ سے بارش کے لیے دعا کرنے کو کہا آپ پیر کے دن ایک کثیر جماعت کے ساتھ میدان میں تشریف لے گئے اور دعا میں مصروف ہوئے۔ تھوڑی ہی دیر میں ابر پیدا

ہوااور بجلی چمکنے لگی۔لوگوں نے ہٹنے کاارادہ کیاتو آپ نے فرمایایہ ابر یہاں کے واسطے نہیں بلکہ فلاں جگہ کے لئے ہے چنانچہ کئی بارابر پیدا ہوئے اور آپ اسی طرح فرماتے رہے۔ آخر میں ابر پیدا ہوا تو لوگوں کو جانے کی اجازت دی اور اس شدت کی بارش ہوئی کہ ہر طرف پانی ہی پانی ہو گیا۔

خلیفۃ کا ایک مقرب آپ سے دلی عداوت رکھتا تھا اس نے بار بار شکایت کر کے مامون کے دل میں آپ کی بدگمانی پیدا کر دی ۔ مامون نے پوچھا کہ ان سے کیسے جان چھڑائی جائے ۔اس نے کہا میں دربار میں انہیں ایسا زچ کروں گا کہ نادم وشرمندہ ہو کر وہ خود دربار سے چلے جائیں گے ۔ جب امام علی رضا دربار میں آئے اور اپنی جگہ بیٹھے تو اس حاسد نے کہا اے موسیٰ کے بیٹے تیرے چاہنے والے اور تیرے ساتھی نزول باراں کی کرامت کے سبب تیری بڑی تعریف کرتے ہیں حالانکہ اہل اسلام کی ایک کثیر جماعت نے بارش کے لیے دعا کی تو پانی برسا۔اس بات پر اگر فخر ہونا چاہئے تو سب مسلمانوں کو ہونا چاہیئے ۔تمہیں بھی چاہیئے کہ اپنے حامیوں اور مصاحبین کو اپنی تعریف سے روکو۔ یہ تو خلیفۃ المسلمین مامون رشید کی نرمی ہے جو تجھ سے مواخذہ نہیں کرتے مگر تو ان کی ولی عہدی کی عطا سے آسمان پر جا پہنچا ہے لوگ تیرے درجے کو خلیفۃ وقت سے بڑھا رہے ہیں۔امام علی رضا نے یہ سن کر فرمایا جو نعمتیں حق تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہیں میں ان کے ذکر سے کسی کو نہیں روک سکتا اور نسبت ولی عہدی کے بارے میں جو تو کہتا ہے تو مثل یوسف علیہ السلام کے ہے کہ عزیز مصر کی ولی عہدی کرنے سے دنیا وعقبیٰ میں ان کا مرتبہ کم وبیش نہ ہوا۔آپ کی اس بات پر وہ حاسد مزید غصہ ہو کر کہنے لگا اے موسیٰ کے بیٹے تو حد سے گزر گیا ہے۔ ایک ادنیٰ کرامت پر حضرت یوسف علیہ السلام کا مقابلہ کرنے لگا ہے اگر حقیقتاً صاحب کرامت ہے تو قالین کے ان دونوں شیروں کو زندہ کر! امام علی رضا اس کی اس بات پر جلال میں آئے اور فرمایا اے شیروں اہلبیت کے اس دشمن کو پکڑ کر کھا جاؤ۔معاً وہ دونوں شیر قالین سے نمودار ہوئے اس بدبخت کو پکڑ کر سب کے سامنے گوشت پوست اور ہڈیوں سمیت کھا گئے خلیفۃ یہ ماجرا دیکھ کر بے ہوش ہو گیا شیر خلیفۃ کو ہلاک کرنے اس کی طرف بڑھے تو آپ نے روک دیا فرمایا ابھی حق تعالیٰ نے اس سے ایک کام لینا ہے جس کا وقوع

عنقریب ہوگا۔ پھر آپ کے اشارے پر وہ دونوں دوبارہ شیرِ قالین ہوگئے۔

ہرثمہ بن اعین خلیفتہ مامون رشید کے خادم تھے اور امام علی رضا کی خدمت میں رہتے تھے ایک دن آپ نے ہرثمہ کو بلایا اور کہا میں تجھے ایک راز کی بات بتانا چاہتا ہوں وہ یہ کہ میری موت کا وقت قریب ہے، میں جلد اپنے آباؤ اجداد سے ملوں گا میری موت کا سبب چند انگور کے دانے ہوں گے جو میں خلیفتہ کے پاس کھاؤں گا۔ خلیفتہ مجھے اپنے باپ ہارون رشید کی قبر کے پیچھے دفن کرنا چاہے گا مگر ایسا نہ کر سکے گا کہ وہاں کی زمین اس قدر سخت نکلے گی کہ کوئی اسے کھود نہ سکے گا پھر آپ نے مجھے اپنے دفن کی جگہ بتائی اور فرمایا ایک عربی نژاد ناقہ سوار جنگل کی طرف سے آئے گا وہ میرے جنازے کی نماز پڑھائے گا اس کے بعد میری بتائی ہوئی جگہ پر مجھے دفن کرنا۔ اس بات کے کئی روز بعد آپ مامون رشید کے پاس گئے اس کے پاس میووں کے طبق رکھے تھے اور ہاتھ میں انگور کے خوشے تھے۔ مامون رشید نے آپ سے معانقہ کیا آپ کے ماتھے پر بوسہ دیا اور آپ کو بٹھایا آپ کی خدمت میں انگور کے خوشے پیش کر کے کہا اے ابن رسول اللہ کیا آپ نے کبھی ان انگوروں سے بہتر انگور دیکھے ہیں؟ آپ نے فرمایا بہشت میں دیکھیں گے۔ پھر مامون نے کہا کھائیے آپ نے فرمایا مجھے معذور سمجھو مامون نے کہا شاید آپ مجھ پر شک کرتے ہیں یہ کہہ کر اس نے چند دانے انگور کے خود کھائے اور خوشہ پھر امام علی رضا کو دے دیا۔ آپ نے اس میں سے چند دانے کھائے اور اسے رکھ دیا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ مامون نے پوچھا آپ کہاں جارہے ہیں؟ آپ نے فرمایا جہاں تم نے بھیجا ہے۔ ابوا لصلت ہروی کہتے ہیں میں نے آپ کو خلیفتہ کے پاس سے آتے دیکھا تو آپ نے فرمایا : **ابو الصلت قد فعلوھا** ابوا لصلت ان لوگوں نے اپنا کام کر دیا۔ اس کے دو روز بعد آپ کا وصال ہوا۔

شواہدالنبوۃ میں ہے ابوا لصلت فرماتے ہیں کہ وصال سے قبل میں نے آپ کے حجرہ میں ایک خوبصورت معطر و معنبر نوجوان کو دیکھا جس کی صورت امام علی رضا سے ملتی تھی۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں۔ کہاں سے آئے ہیں اور دروازہ بند ہونے کے باوجود اندر کیسے آگئے۔ فرمایا میں حجتہ اللہ محمد بن علی رضا اپنے باپ کے پاس ایک لمحے میں مدینہ سے یہاں آیا ہوں۔ امام علی رضا کھڑے ہوئے اور بیٹے کو سینے سے لگالیا، پیشانی پر بوسہ دیا اپنے پاس بستر پر بٹھایا

اور راز ونیاز کی باتیں کی جنہیں میں سمجھ نہ سکا اس کے بعد امام علی رضا کا وصال ہو گیا۔ آپ کی وصیت کے مطابق، بتائی ہوئی جگہ پر آپ کی تدفین ہوئی۔ خلیفہ نے بڑی کوشش کی کہ ہارون رشید کی قبر کے پاس تدفین کی جائے مگر جیسا آپ نے فرمایا تھا وہاں ایک بہت بڑا اور انتہائی سخت پتھر نکلا جس کے سبب وہاں تدفین ممکن نہ ہوئی۔

آپ کے پانچ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں۔ آپ کے بعد خلافت و امامت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کو منتقل ہوئی۔

دربارِ گوہربار

میر خواند شافعی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں : وہ امام کہ جس کے نور سے آسمان منور و روشن ہوا، کسی نے بھی حضرت امام علی رضا علیہ السلام جیسی عظیم شخصیت نہیں دیکھی، وہ عزت وجلالت کے آسمان ہیں، علم وفضیلت ان کا احاطہ کئے ہوئے ہیں، وہ آل رسول ﷺ سے ایک رکن ہیں، مشرق ومغرب کے امام ہیں، ان کے حرم مطہر کی خاک چاند کی سجدہ گاہ ہے، ان کے مبارک قدموں سے اٹھنے والی گرد وغبار ستاروں کی آنکھوں کا سرمہ ہے، ان کے علم کی کثرت اور شان ومنزلت کی بلندی اس حد تک ہے کہ کوئی بھی سخنور آپ علیہ السلام کی توصیف اور مدح وثناء نہیں کر سکتا، قلم اگر وہ تمام صفات لکھنے پر آئے تو ہزاروں سال اگر بار بار آتے رہیں پھر بھی تمام نہیں ہو سکتی ہیں۔ مخفی نہ رہے کہ کرامات ومعجزات حضرت امام علی رضا علیہ السلام بہت زیادہ ہیں اور آپ کے مشہدِ منور کی برکات اور آپ کے مرقد معطر کی فیوض وبرکات اس قدر ہیں کہ اس حقیر کی زبان قاصر کے بس کی بات نہیں ہے۔ (تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر ۲ / ۸۳)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : جو شخص میرے بیٹے کی طوس میں زیارت کرے گا، گویا اس نے ایک حج انجام دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا : ایک حج؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : دو حج، سیدہ نے کہا، دو حج؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا : تین حج، سیدہ خاموش ہو گئیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : اگر خاموش نہ ہوتیں تو میں ستر حج تک بیان کر دیتا۔ (ینابیع المودۃ

لذوی القربی ۱۴۱/۲)

حاکم نیشاپوری شافعی رحمتہ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''عنقریب میرے بدن کا ٹکڑا سرزمین خراسان میں دفن ہوگا، جو کوئی مشکلوں میں گرفتار شخص اس کی زیارت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی مشکلوں کو برطرف فرمائے گا اور جو کوئی گنہگار اس کی زیارت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دے گا۔ (فرائد السمطین ۲/ ۱۹۰ ینابیع المودۃ ۳۴۱/۲)

حاکم نیشاپوری شافعی رحمتہ اللہ علیہ اپنی اسناد کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص بھی میرے بیٹے علی کی قبر کی زیارت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو ستر مقبول حج کا ثواب عطا کرے گا اور پھر ارشاد فرمایا: نہ معلوم کتنے حج ہیں کہ جو قبول نہیں ہوتے۔ جو شخص ان کی قبر کی زیارت کرے یا ایک رات ان کی قبر کے قریب گزارے وہ ایسے ہے گویا اس نے تمام اہل آسمان کی زیارت کی ہے اور جب قیامت کا دن برپا ہوگا، ہم آئمہ اہل بیت کے زائرین کو دیکھیں گے کہ وہ ہمارے اطراف میں ہیں، لیکن میرے بیٹے علی کے زائر کا مرتبہ بلند تر اور حیات معنوی کے لحاظ سے نزدیک تر ہوگا۔ (فرائد السمطین ۱۹۴/ ۲)

حاکم نیشاپوری شافعی رحمتہ اللہ علیہ اپنی اسناد کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص عالم غربت میں میری زیارت کے لئے آئے گا، میں روز قیامت تین مقامات پر اس کی فریادرسی کو پہنچوں گا، اس وقت کہ جب نامہ اعمال دائیں و بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے، پل صراط سے گزرتے وقت اور جب اعمال تولے جائیں گے۔ (فرائد السمطین ۲/ ۱۹۱)

میر محمد بن سید برہان الدین شاہ معروف بہ میر خواند شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے بقول حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی قبر اقدس پر لوگ حاضری کے لئے دنیا کے گوشے گوشے سے آتے ہیں۔ مشہد مقدس اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام (کہ جو بطور مطلق کسی قید کے امام ہیں) کا مرقد اہل طریقت کے ہر فرد کی منزل مقصود ہے، امت مسلمہ کے تمام

فرقے اور بنی آدم کے تمام طبقات پوری دنیا میں دور دراز سے جیسے روم، ہندوستان اور ہر طرف سے ہر سال اپنے وطن سے ہجرت کر کے، دوستوں وعزیز واقارب کو چھوڑ کر آتے ہیں اور اپنی آبرومند پیشانی کو آپ کی چوکھٹ پر رکھتے ہیں، اس عظیم نعمت الٰہی کو دنیا و آخرت کا سرمایہ جانتے ہیں۔حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے مناقب و مآثر اور فضائل اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ بشری علم ان کا احاطہ کر سکے۔(روضۃ الصفا ۳/ ۵۲،۴۶)

حاکم نیشاپوری شافعی کا بیان ہے: میں نے محمد بن مؤمل سے سنا، وہ کہتا ہے کہ ہم ایک روز اہل حدیث کے امام ورہبر ابوبکر بن خزیمہ وابوعلی ثقفی اور دیگر اپنے بزرگوں کے ہمراہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے مرقد مبارک پر زیارت کے لئے گئے، وہ لوگ شہر طوس میں آپ کی زیارت کے لئے بہت زیادہ جاتے تھے، محمد بن مؤمل کا بیان ہے کہ ابن خزیمہ کا حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی قبر مبارک پر گریہ وزاری اور توسل و احترام وتواضع اس قدر زیادہ تھا کہ ہم سب لوگ تعجب وحیرت میں پڑ گئے۔ابن خزیمہ کی اس روش اور آنجناب کی قبر مطہر کی زیارت سے تمام افراد بہت خوش ہوئے، نیز امام العلماء کی اس روش پر خوشی اور شکر خدا میں صدقات دیئے اور سب نے بیک زبان یہ کہا کہ اگر یہ کام (اہل بیت علیہم السلام کی قبور کا احترام، تواضع اور تعظیم) فضیلت نہ رکھتا تو کبھی بھی ابن خزیمہ اس طرح انجام نہ دیتے۔(فرائد السمطین ۲/ ۱۹۲)

حاکم نیشاپوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد کے ساتھ روایت نقل کی ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو شخص بھی میرے والد گرامی کی قبر اطہر کی زیارت کرے، اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ اور آئندہ گناہوں کو بخش دے گا اور جب قیامت کا دن طلوع ہوگا تو اس کا مقام رسول خدا ﷺ کے منبر کے سامنے ہوگا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمام اہل عالم کے حساب سے فارغ ہو جائے۔(فرائد السمطین ۱۹۵/ ۲)

حاکم نیشاپوری شافعی اپنی اسناد کے ساتھ زید فارسی سے نقل کرتے ہیں: میں مرو رود میں تھا کہ مرض نقرس (جوڑوں کے درد) میں مبتلا ہوا، یہاں تک کہ مجھ سے کھڑا بھی نہیں ہوا جاتا تھا، کھڑے ہو کر نماز بھی نہیں پڑھ سکتا تھا کہ ایک شب مجھے خواب میں بشارت ہوئی کہ امام علی رضا علیہ السلام کی قبر پر کیوں نہیں جاتا، ان کی قبر سے اپنے آپ کو

کیوں مس نہیں کرتا اور خدا سے آپ کی قبر مبارک کے پاس اور ان کو واسطہ قرار دے کر کیوں دعا نہیں کرتا تا کہ یہ مشکل حل اور مرض دور ہو جائے ، پس میں نے ایک جانور سواری کیلئے کرائے پر لیا اور طوس پہنچا، اپنے آپ کو حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی قبر اقدس سے مس کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تو مجھ سے وہ (جوڑوں کا درد) ختم ہو گیا اور میں دو سال سے یہاں پر ہوں بالکل درد نہیں ہے۔(فرائد السمطین ۲ / ۲۱۹)

حاکم نیشاپوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی اسناد کے ساتھ حمویہ بن علی سے نقل کرتے ہیں : میں حمویہ کے ساتھ شہر بلخ میں تھا، ایک روز ہم دونوں بازارِ بلخ میں پہنچے، حمویہ نے ایک شخص کو دیکھا اور حکم دیا کہ اس کو پکڑ لو اور دربار میں لے چلو، پھر دربار سے پلٹتے وقت حکم دیا کہ ایک اچھا گدھا، ایک روٹی اور پنیر کے ساتھ دستر خوان اور دوسو درہم لے کر آؤ، جب یہ چیزیں مہیا ہو گئیں تو حکم دیا کہ اس شخص کو حاضر کرو، جب اس شخص کو لایا گیا اور وہ سامنے کھڑا ہوا تو حمویہ نے اس سے کہا کہ تو نے ایک روز مجھے ایک طمانچہ مارا تھا اور آج میں اس کا بدلا لوں گا۔ کیا تجھے یاد ہے کہ ہم سب ایک ساتھ حضرت امام رضا علی رضا کی زیارت کو گئے ہوئے تھے جب ہم نے زیارت کی تو تو نے خدا سے دعا کی کہ پروردگار! مجھے ایک گدھا، دوسو درہم اور روٹی و پنیر کے ساتھ دستر خوان عطا فرما اور میں نے دعا کی، پروردگار! مجھے خراسان کی حکومت نصیب فرما۔ تو نے میرے طمانچہ مارا اور کہا کہ جو کام نہیں ہوسکتا اس کی دعا نہ کرو، جبکہ اب اللہ تعالیٰ نے مجھے اس مقام پر پہنچا دیا ہے اور تیرے لئے بھی تیری خواہش کو پورا کر دیا ہے اب ایک طمانچہ تیرے اوپر باقی ہے۔(تاریخ نیشا پور)

ملفوظات:

آپ نے اپنے اشعار میں فرمایا : ''ہم میں سے ہر کوئی چاہتا ہے کہ اس کی زندگی طویل ہو جائے اور موت دور ہو جائے جو کہ مصائب کی آماجگاہ ہے۔(یاد رکھو) تمہیں یہ خواہشات کہیں دھوکے میں نہ ڈال دیں، اپنے مقصد کو دیکھو اور ایسی تمناؤں کو خود سے دور کرو کہ دنیا ایسا ڈھلنے والا سایہ ہے جس کے نیچے مسافر کچھ دیر قرار لیتا ہے، پھر سفر کرنے لگتا ہے''۔

سیدنا علی بن موسیٰ بن جعفرؓ نے فرمایا ''جو اللہ کے دیئے ہوئے تھوڑے سے رزق پر راضی رہا تو اللہ اس کے قلیل عمل سے راضی ہو جائے گا''۔آپ نے فرمایا : ''دلوں کی کیفیات ہوتی ہیں، یہ متوجہ ہوتے ہیں اور پھر جاتے ہیں، ان میں سرور بھی پیدا ہوتا ہے اور فتور بھی۔ جب یہ متوجہ ہوتا ہے تو بصیرت پیدا ہوتی ہے اور (نصیحت) کو قبول کرنے لگتا ہے اور جب یہ پھر جائے تو تھک اور اکتا جاتا ہے (جس کی وجہ سے نصیحت اثر نہیں کرتی) لہٰذا اس کے متوجہ ہونے اور سرور میں ہونے کے وقت کو تھام لو، پھرنے اور فتور کے وقت میں اسے چھوڑ دو''۔آپ نے فرمایا بادشاہ کی مصاحبت اختیار کرتے ہوئے ڈر کو، دوست کی مصاحبت میں عاجزی کو دشمن کی مصاحبت میں موقع شناسی کو اور لوگوں کی مصاحبت میں خوش دلی کو اپنائے رکھو۔

نویں امام

حضرت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ

آپ نویں امام ہیں۔ نام محمد کنیت ابو جعفر اور لقب تقی اور جواد ہے۔آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ۱۰/رجب ۱۹۵ھ میں ہوئی۔ وصال ۸/ذیقعدہ ۲۲۰ھ کو ہوا مزار شریف کاظمین میں امام موسیٰ کاظم کے روضہ مبارک کے اندر ہے۔

عادات وصفات:

آپ کا قد مبارک میانہ، رنگ سفید تھا، آپ حسن و جمال اور خصائل میں اپنے آبائے کرام کی مثل تھے۔ بڑے عالم عاقل، حاضر جواب اور صاحبِ کشف و کرامات تھے۔ کم عمری میں منصب امامت پر فائز ہوئے اور فیض باطن سے بہت سے لوگوں کو مستفید کیا۔

شواہد النبوۃ اور صواعق محرقہ میں ہے کہ اپنے والد امام علی رضا کے وصال کے بعد بارہ سال کی عمر میں بغداد کے ایک کوچہ میں لڑکوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ مامون رشید شکار کی

غرض سے جاتے ہوئے وہاں سے گذرا۔تمام لڑکے مامون کی سواری دیکھ کر ایک طرف بھاگ گئےلیکن آپ اپنی جگہ کھڑے رہے۔ مامون نے آپ کو دیکھا تو اس کے دل میں آپ کی محبت پیدا ہوئی۔ پوچھا آپ لڑکوں کے ساتھ کیوں ایک طرف نہ ہوئے ۔آپ نے جواب دیا اے امیرالمومنین راہ تنگ تونہیں جسے میں تمہارے چلنے کے لیے کشادہ کروں اور میں نے کوئی جرم بھی نہیں کیا جس کے سبب میں ڈر کر بھاگ جاتا اور میں یہ حسن ظن رکھتا ہوں کہ آپ کسی کو بلا وجہ سزا نہیں دیتے ۔ مامون رشید کو آپ کا طرز تکلم بہت پسند آیا اس نے آپ کا نام پوچھا فرمایا محمد پوچھا کس کے بیٹے ہو۔فرمایا امام علی رضا کا بیٹا ہوں۔ مامون آپ کے والد کے نام پر خوش ہوا اور شکار کے لئے چلتا بنا۔شہر کے باہر اس نے ایک باز کو چکور کے پیچھے چھوڑا تو باز دیر تک غائب رہا پھر واپس آیا تو اس کی چونچ میں نیم زندہ چھوٹی سی مچھلی تھی ۔ مامون کو سخت تعجب ہوا۔اس مچھلی کو ہاتھ میں لے کر واپس آیا دیکھا امام تقی اسی جگہ لڑکوں کے ساتھ کھڑے ہیں۔خلیفۃ نے آپ کے نزدیک آ کر پوچھا اے محمد میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ فرمایا امیرالمومنین خالق کبریا نے بحرِ قدرت میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں تا کہ بعض ملوک وخلفاء ان کا شکار کریں اور اہلبیت نبوت اس کی خبر دیں۔ مامون نے کہا بے شک آپ فرزند ارجمند امام علی رضا ہیں وہ آپ کو سوار کر کے اپنے ساتھ لایا اور بڑی تعظیم وتوقیر کے ساتھ اپنے پاس رکھا۔ مامون پر جس قدر آپ کی فہم وفراست،علم وفضل اور کمالِ عقل کی حقیقت کھلتی گئی اسی قدر اس کے دل میں آپ کی تعظیم وتکریم میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنی بڑی بیٹی ام الفضل کا نکاح کرنے کا ارادہ کر لیا۔عباسی خاندان کے دوسرے لوگ اس امر میں مانع ہوئے ۔ مامون نے کہا کہ میں نے اسے اتنی کم عمری میں تمام اہل علم وفضل سے ممتاز پایا تو اس بات کا ارادہ کیا انہوں نے کہا کہ ہم اس کا امتحان کریں گے چنانچہ اس زمانے کے متبحر عالم اور بے نظیر مناظر یحیٰ بن اکثم کو لایا گیا۔تمام اراکین سلطنت کے سامنے خلیفۃ نے امام کے واسطے پر تکلف مسند بچھوائی ۔آپ اس پر جلوہ افروز ہوئے یحییٰ بن اکثم نے آپ سے چند مسائل پوچھے آپ نے ان کے نہایت معقول جوابات دیئے ۔ جوابات سن کر مامون رشید احسنت احسنت کہنے لگا۔ پھر بولا اے ابوجعفر تم بھی یحییٰ سے کوئی سوال کرو۔آپ نے

فرمایا اے یحییٰ تم اس مسئلہ میں کیا کہتے ہو کہ ایک مرد نے صبح کے وقت ایک عورت کی طرف دیکھا وہ اس وقت اس پر حرام تھی پھر طلوع آفتاب کے وقت اس پر حلال ہوگئی پھر ظہر کے وقت اس پر حرام ہوئی اور عصر کے وقت حلال ہوگئی پھر مغرب کے وقت حرام ہوئی اور عشاء کے وقت حلال ہوئی پھر آدھی رات کو حرام ہوئی اور فجر کے وقت حلال ہو گئی۔ یحییٰ غور و فکر کے باوجود اس کا جواب نہ دے سکا اور اعتراف کیا میں اس مسئلہ کو نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا صبح کے وقت ایک اجنبی نے ایک لونڈی کی طرف دیکھا وہ اس وقت اس پر حرام تھی طلوع آفتاب کے وقت اس نے اسے خرید لیا، وہ اس پر حلال ہوگئی۔ ظہر کیو قت اس کو آزاد کر دیا وہ حرام ہوگئی عصر کے وقت اس سے نکاح کیا، حلال ہوگئی۔ مغرب کے وقت ظہار کیا (یعنی یہ کہا کہ تو مجھ پر بطور میری ماں کے ہے) وہ اس پر حرام ہوگئی، عشاء کے وقت کفارہ ادا کیا، وہ اس پر حلال ہوگئی۔ آدھی رات کے وقت اسے طلاق رجعی دی، وہ اس پر حرام ہوگئی۔ فجر کے وقت اس سے رجوع کیا وہ اس پر حلال ہوگئی۔ یہ سن کر خلیفہ نے عباسیوں سے کہا کہ تم نے ان کا علم و فضل دیکھا! پھر اسی مجلس میں اپنی بیٹی ابو الفضل کا نکاح امام سے کر دیا دونوں کو بڑے اعزاز کے ساتھ مدینہ روانہ کیا اور ہزار دینار سالانہ خرچ کے واسطے دیتا رہا۔ آپ مدینہ میں آرام سے رہے۔ خلیفہ آپ کی تعظیم و تکریم کرتا رہا۔ ایک بار ام الفضل نے باپ کے پاس شکایت لکھ بھیجی کہ آپ کنیزوں کے ساتھ خلا ملا رکھتے ہیں اور دوسری بیوی کے خواہشمند ہیں۔

مامون رشید نے اسے جواب میں لکھا میں نے امام تقی کے ساتھ تیرا نکاح اس لیے نہیں کیا کہ میں حلال چیزوں کو ان پر حرام کر دوں۔ خبردار آئندہ مجھے اس قسم کی باتیں نہ کہنا نہ لکھنا۔

کشف و کرامات:

جب آپ ام الفضل کو لے کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے تو راستے چند روز کوفہ میں قیام کیا وہاں ایک مسجد میں تشریف لے گئے جس میں ایک بیری کا درخت تھا جو کبھی بار آور نہ ہوا تھا۔ آپ نے پانی کا کوزہ طلب فرمایا اور اس درخت کی جڑ کے پاس بیٹھ کر وضو کیا پھر نماز مغرب ادا کی۔ نماز سے فراغت کے بعد دیکھا کہ درخت سر سبز ہو گیا تھا اس میں بغیر گٹھلی

کی میٹھی بیری لگی تھی۔ اس درخت سے لوگ بطور تبرک وہ پھل لیتے، کھاتے اور دوسروں کو بطور تحفہ دیتے۔

مسالک السالکین میں ہے ابو خالد کہتے ہیں کہ میں نے ایک قیدی کے بارے میں سنا کہ اسے نبوت کے دعوے میں قید کیا گیا ہے، میں اس سے ملنے گیا تو وہ معقول اور ذی فہم لگا میں نے اس سے ماجرا دریافت کیا تو اس نے بتایا میں شام میں اس مسجد میں عبادت میں مشغول تھا جس میں سیدنا امام حسین کا سر مبارک لایا گیا تھا۔ ایک رات میں قبلہ رخ ذکر الٰہی میں مشغول تھا کہ ایک شخص ظاہر ہوا اور مجھے اپنے ساتھ لے چلا کچھ دیر میں ہم ایک اور مسجد میں پہنچے اس نے بتایا کہ یہ کوفہ کی مسجد ہے وہاں اس نے نماز پڑھی میں نے بھی اس کی اقتداء کی۔ نماز سے فارغ ہو کر ہم باہر آئے کچھ دیر چلے تو میں نے اپنے آپ کو مسجد نبوی میں پایا۔ میں نے حضور کے روضہ پر صلاۃ وسلام پڑھا اور وہ نماز میں مشغول ہو گیا۔ پھر ہم باہر آئے ابھی تھوڑی دیر چلے تھے کہ میں نے اپنے آپ کو مکہ معظّمہ میں پایا ہم نے طواف کعبہ کیا پھر باہر آئے کچھ دور چلے تو وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور میں نے اپنے آپ کو شام میں اسی مسجد میں پایا۔ مجھے اس واقعہ سے بہت تعجب ہوا اور سمجھ میں نہ آتا تھا کہ ایسا کیسے ہو گیا۔ اگلے سال پھر اسی مسجد میں اس شخص سے ملاقات ہوئی اور وہ پہلے کی طرح مجھے لے کر گھومتا رہا جب واپس آئے تو میں نے اسے قسم دی کہ مجھے بتائیں آپ کون ہیں۔ اس نے کہا میں محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر ہوں۔ صبح ہوئی تو میں نے لوگوں کو یہ واقعہ سنایا۔ یہ بات والیٔ شام تک پہنچی تو اس نے مجھ پر دعویٰ نبوت کا الزام لگا کر قید کر دیا۔ ابو خالد کہتے ہیں کہ میں نے یہ ساری بات والیٔ شام کو خط میں لکھی اور اس کی رہائی کی سفارش کی والی شام نے اسی رقعہ کی پشت پر لکھ دیا جو شخص اسے ایک رات میں شام سے کوفہ، کوفہ سے مدینہ، مدینہ سے مکہ اور پھر مکہ سے واپس شام لا سکتا ہے اس سے کہو کہ وہ اسے قید و بند سے بھی نجات وخلاصی دلائے۔ مجھے اس کا جواب گراں گذرا میں مغموم حالت میں اگلی صبح قید خانے کی طرف گیا کہ اسے اس جواب سے مطلع کروں میں نے دیکھا کہ قید خانے کے منتظمین بڑے پریشان تھے میں نے سبب پوچھا تو بتایا کہ دعویٰ نبوت کرنے والا شخص کل قید خانے سے اچانک غائب ہو گیا کچھ پتہ نہیں کہ اسے زمین نگل گئی یا آسمان

کھا گیا۔

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں حضرت جواد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا فلاح صالح نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور آپ سے کفن کے لیے کسی کپڑے کا طلبگار ہے۔ آپ نے فرمایا وہ ان باتوں سے مستغنی ہو چکا یہ سن کر میں باہر آ گیا مجھے آپ کے جواب کی سمجھ نہ آئی بالآخر پتہ چلا کہ وہ شخص دو ہفتے قبل انتقال کر گیا۔

ایک اور شخص کا بیان ہے کہ ہم آپ کے اصحاب میں سے ایک کے ساتھ سفر پر جانے کا ارادہ رکھتے تھے سفر سے پہلے ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا آج مت جاؤ، کل تک رکے رہو۔ ہم باہر آئے تو میرا ایک ساتھی کہنے لگا میں تو جاؤں گا کہ میرا دوست جا چکا ہے، وہ چلتا بنا، رات کو جس وادی میں ٹھہرا وہاں سخت سیلاب آیا اور وہ ڈوب کر ہلاک ہو گیا۔

خلیفہ مامون رشید کا جب انتقال ہوا تو آپ نے فرمایا آج سے تیس مہینے بعد میری وفات ہو گی چنانچہ مامون کی وفات کے تیس مہینے بعد آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ کہتے ہیں خلیفہ معتصم باللہ نے آپ کو زہر دلوایا تھا۔

اقوالِ مبارک:

آپ نے فرمایا جو اپنی حاجت اللہ پر چھوڑ دیتا ہے لوگ اس کے محتاج ہوتے ہیں۔ جو اللہ سے ڈرتا ہے لوگ اسے عزیز رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا زبان میں جمال ہے اور عقل میں کمال۔ آپ نے فرمایا فقر کی زینت پارسائی ہے، صبر کی زینت مصیبت ہے، قدر کی زینت انکساری ہے، کلام کی زینت فصاحت ہے۔ آپ نے فرمایا حسن خلق یہ ہے کہ اپنی ذات سے کسی کو ایذا نہ دے، سخاوت یہ ہے کہ جس کا جس قدر حق ہو اس کے مطابق اس کے ساتھ سلوک کرے۔ انصاف یہ ہے کہ جب حق ظاہر ہو اس کو قبول کر لے، خیر خواہی یہ ہے کہ جو بات اپنے نفس کے واسطے نہ چاہے وہ دوسروں کے واسطے بھی نہ چاہے اور شکر یہ ہے کہ محسن کے احسان کو پہچانے۔ آپ نے فرمایا تین چیزیں اللہ کی رضامندی کا باعث ہیں۔ کثرت سے توبہ کرنا۔ بہت زیادہ خیرات کرنا اور عاجزی وانکساری اختیار کرنا۔ آپ نے فرمایا جس شخص میں تین چیزیں ہوں گی وہ شرمندہ نہ ہو گا۔ کسی معاملے میں

جلد بازی نہ کرنا، کاموں میں مشورہ کرنا اور ہر کام میں اللہ پر بھروسہ کرنا۔ انوار العارفین میں مراۃ الاسرار سے منقول ہے کہ آپ نے اپنے آبائے کرام کی اسناد کے ساتھ بیان فرمایا کہ حضورِ اقدس ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا جو استخارہ کرے گا اس کو نقصان نہ ہوگا۔ جو کاموں میں مشورہ لے گا وہ پشیمان نہ ہوگا۔ اے علی رات کے آخری حصہ میں راہ چلو کہ بہ نسبت دن کے منزل کم ہوتی ہے اور جو کام کرنا ہو صبح کے وقت کرو اللہ تعالیٰ نے صبح کے وقت میں میری امت کو برکت دی ہے۔

امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کے دو صاحبزادے علی اور موسیٰ اور دو صاحبزادیاں فاطمہ اور امامہ تھیں۔ آپ کے بعد خلافت و امامت علی نقی کو منتقل ہوئی۔

دسویں امام

حضرت امام علی نقی رضی اللہ عنہ

آپ دسویں امام ہیں۔ نام نامی علی، کنیت ابوالحسن اور لقب نقی ہے۔ آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ۱۳؍رجب ۲۱۴ھ بروز جمعہ ہوئی۔ خلیفہ مستنصر کے زمانے میں بغداد کے مضافات سرمن رائے میں ۲۵ جمادی الآخر ۲۵۴ھ میں وفات پائی۔ قبرِ انور سرمن رائے کی اسی سرائے میں ہے جو آپ کی ذاتی ملکیت تھی۔

رنگ مبارک گندمی تھا، جملہ احوال میں اپنے آبائے کرام کی مثل تھے۔ پہلے قیام مدینہ منورہ میں تھا پھر خلیفہ متوکل علی اللہ خروج کے گمان پر آپ کو بغداد لے گیا۔ بغداد کے نواح میں ایک شہر سرمن رائے تھا جہاں عباسی خلفاء کا لشکر رہتا تھا۔ لشکر کے قیام کی وجہ سے اس جگہ کو لوگ عسکر بھی کہتے تھے۔ اس جگہ طویل قیام کے سبب آپ کا لقب عسکری ہوا۔

عادات وصفات:

امام علی نقی رضی اللہ عنہ علم وسخا میں اپنے والد گرامی امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کے وارث تھے۔ آپ کے مناقب واوصاف بے حد ہیں۔ خلیفہ متوکل نے سر من رائے معروف بسامرہ میں جس جگہ آپ کو بسایا وہ نہایت ناپسندیدہ اور وحشت ناک تھی۔ ایک دن صالح بن سعید آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس جگہ کی وحشت ناکی پر افسوس کرنے لگے تو آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کر کے فرمایا ادھر دیکھو۔ صالح نے جب ادھر دیکھا تو انہیں بے حد خوبصورت اور بے نظیر باغ نظر آیا۔ جس میں نہریں جاری تھیں اس میں ایسے خوبصورت درخت اور محلات تھے جن کے دیکھنے سے جنت یاد آتی تھی۔ صالح یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہوا تو آپ نے فرمایا اے ابن سعید میں جہاں ہوں وہاں یہ سب سامان اور چیزیں میرے ساتھ موجود ہیں پس اس جا کوئی جگہ وحشت کی نہیں۔

صوائق محرقہ میں ہے کہ متوکل کے سامنے ایک عورت نے سیدانی ہونے کا دعویٰ کیا متوکل نے اس کو آزمانے کے لیے آپ کو طلب کیا اور اپنے پاس بٹھا کر ملتمس ہوا کہ یہ عورت سیدانی ہونے کی دعویدار ہے۔ آپ اس کا امتحان کریں۔ آپ نے فرمایا اللہ عزو جل نے درندوں پر امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد کا گوشت حرام کیا ہے۔ آپ اسے درندوں میں ڈال دیں حقیقت کھل جائے گی۔ یہ سنتے ہی اس عورت نے اپنے جھوٹ کا اقرار کیا۔ بعد میں کچھ لوگوں نے متوکل سے کہا کہ آپ اسی طرح امام کا بھی امتحان لیں چنانچہ متوکل نے تین درندے محل کے صحن میں چھڑوا دیئے پھر آپ کو بلوایا اور خود چھت پر چڑھ کر تماشہ دیکھنے لگا۔ جب درندوں نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی تو خاموش ہو گئے جب آپ صحن میں پہنچے تو درندے آپ کی طرف بڑھے اور قریب جا کر رک گئے پھر آپ کے گرد پھرنے لگے آپ نے انہیں مسح کیا تو وہ گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے۔ متوکل چھت پر سے آپ سے باتیں کرتا رہا پھر آپ صحن سے واپس تشریف لے گئے۔ متوکل نے آپ کی جناب میں گراں بہا تحائف بھیجے۔ لوگوں نے متوکل سے کہا کہ آپ بھی ایسا ہی کر کے دکھائیں تا کہ آپ کی سیادت کی تصدیق ہو تو متوکل نے کہا کہ تم لوگ مجھے مروانا چاہتے ہو؟

متوکل کے پاس بہت سے پرندے تھے اور وہ اس قدر شور کرتے کہ بات سننا دشوار ہوتا مگر جب امام علی نقی رضی اللہ عنہ تشریف لے جاتے وہ تمام خاموش ہو جاتے اور جب تک آپ تشریف فرما رہتے وہ اس وقت تک خاموش رہتے۔

متوکل کی ران پر ایک پھوڑا نکلا جس کے سبب وہ بیمار ہو گیا اور سخت تکلیف کا شکار ہوا۔ دربار کے طبیبوں نے اس کا بہت علاج کیا مگر اسے شفاء نہ ہوئی۔ خلیفہ کو موت نظر آنے لگی۔ ایک دن متوکل کے ایک مقرب فتح بن خاقان نے متوکل سے کہا کہ کسی کو ہادی کے پاس بھیجو ہو سکتا ہے وہ کوئی ایسی چیز بتا دیں جس سے شفا مل جائے چنانچہ ایک شخص کو آپ کے پاس بھیجا گیا آپ نے فرمایا فلاں چیز کو پھوڑے پر رکھ دو انشاء اللہ شفا ہوگی۔ تجویز کردہ چیز کو جب متوکل کے پاس لایا گیا تو حاضرین مذاق اڑانے لگے۔ فتح بن خاقان نے کہا تجربہ کر لینے میں کیا حرج ہے چنانچہ دوائی کو پھوڑے پر رکھ دیا گیا تھوڑی ہی دیر میں پھوڑا بہنے لگا، سارا گندہ مواد خارج ہو گیا اور متوکل کو صحت ملی متوکل کی ماں نے دس ہزار دینار کی منت متوکل کی صحت یابی کے لئے مانی ہوئی تھی اس نے دیناروں کی تھیلی پر مہر لگا کر امام علی نقی کی خدمت میں ارسال کئے۔ چند روز بعد حاسدین نے پھر شکایت کی کہ حضرت ہادی نے بہت سامال و دولت اور اسلحہ گھر میں جمع کر لیا ہے۔ متوکل نے اپنے دربان سعید سے کہا کہ تم آدھی رات کو امام کے گھر میں داخل ہو جانا اور جو مال و دولت اور اسلحہ ہاتھ لگے قبض میں لے کر یہاں لے آنا۔ سعید کا بیان ہے کہ جب آدھی رات کو میں سیڑھی لگا کر اندر اترا تو گھر میں اندھیرا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کدھر جاؤں کہ اندر سے آواز آئی کہ سعید اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔ میں دیا لاتا ہوں۔ دیا لایا گیا تو اس کی روشنی میں اندر گیا کیا دیکھتا ہوں کہ آپ اونی کپڑے میں ملبوس ہیں سر پر اون کا کلاہ ہے اور ایک ٹاٹ کے مصلے پر قبلہ رخ بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہارے سامنے سب کچھ ہے۔ میں گھر میں ادھر ادھر گیا مگر سوائے متوکل کی والدہ کی بھیجی ہوئی تھیلی کے کچھ نہ ملا میں وہ تھیلی متوکل کے پاس لے گیا متوکل نے تھیلی پر اپنی ماں کی مہر دیکھ کر دریافت کیا تو پتہ چلا کہ متوکل کی صحت پر ماں نے امام کو نذر دی ہے جواب تک اسی طرح رکھی تھی۔ متوکل نے اتنے ہی دینار مزید شامل کر کے آپ کے پاس بھیجے سعید امام کے قدموں میں گرا اور

معذرت چاہی کہ میں بلا اجازت گھر میں داخل ہوا۔ آپ ہنسے اور فرمایا :وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنقَلَبٍ یَّنقَلِبُوْنَ ٥ اور ظالم عنقریب جان لیں گے کہ کس کروٹ بیٹھتے ہیں۔

ایک بار کوفہ کا رہنے والا ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہا کہ میں حضرت علی کے محبان میں سے ہوں مجھ پر بہت قرض ہو گیا ہے جس کا ادا کرنا میری قدرت سے باہر ہے۔ آپ نے پوچھا کس قدر قرض ہے اس نے کہا ہزار درہم ۔ آپ نے فرمایا پریشان نہ ہو پھر اپنے ہاتھ سے اسے ایک خط لکھ کر دیا اور کہا کہ مجلس عام میں مجھ سے سختی سے تقاضہ کرنا ۔ اعرابی نے سب لوگوں کے سامنے آپ کا وہ خط آپ کو دکھایا اور سختی کے ساتھ قرض کی واپسی کا تقاضہ کیا آپ نے اس سے تین دن کی مہلت مانگی ۔ اس نے منظور کیا۔ اس تقاضہ کی خبر متوکل کو پہنچی تو اس نے تیس ہزار درہم فی الفور آپ کی خدمت میں بھیج دیئے ۔ آپ نے وہ سارے اس اعرابی کو عطا کر دیئے کہ قرض ادا کر اور باقی رقم اپنے اہل وعیال پر خرچ کر۔

کشف وکرامات:

اسباطی کہتے ہیں میں مدینہ منورہ سے عراق آیا اور آپ سے ملنے گیا آپ نے پوچھا خلیفہ واثق باللہ کی کیا خبر ہے میں نے کہا اچھا چھوڑ کر آیا ہو۔ فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ وہ مر گیا۔ پھر پوچھا ابن زیاب کا کیا حال ہے میں نے کہا اس کے احکام جاری ہیں آپ نے فرمایا آگاہ ہو کہ واثق مر گیا اور اس کی جگہ متوکل بیٹھا اور ابن زیاب بھی مارا گیا میں نے پوچھا کب؟ فرمایا تیری روانگی سے چھ دن بعد۔ اسباطی کہتے ہیں تھوڑے دن گزرے تھے متوکل کا قاصد مدینہ آیا اور اس نے وہی تاریخ وفات بتائی جس کی آپ نے خبر دی تھی۔

ہندوستان سے ایک مشہور شعبدہ باز بغداد آیا۔ متوکل نے اس سے کہا کہ اگر تو اپنے شعبدہ سے امام کو شرمندہ کرے تو تجھے ہزار اشرفیاں انعام میں دوں گا اس نے اس بات کو قبول کیا۔ جب امام علی نقی سب لوگوں کے ساتھ کھانے کے لئے دسترخوان پر بیٹھے اور روٹیوں کی طرف ہاتھ بڑھایا تو شعبدہ باز نے آپ کے سامنے سے روٹیاں غائب کر دیں۔ سب اہل مجلس ہنسنے لگے آپ نے دیوار پر بنی شیر کی تصویر کو اشارہ کیا تو شیر اصلی ہو گیا اور شعبدہ باز کو مار کر کھا گیا پھر بدستور تصویر ہو گیا۔

ایک جگہ آپ ولیمہ کی دعوت میں مدعو تھے ۔ بغداد کے امراء اور رؤسا بھی موجود تھے ایک شخص بے ادب اور بے لحاظ اپنی بیہودہ گفتگو سے لوگوں کو ہنسا رہا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا تجھے کچھ خبر بھی ہے کہ تین روز کے بعد تو اہل قبور میں سے ہوگا چنانچہ وہ بیمار ہوا اور تیسرے روز مر گیا۔

اولادِ امجاد :

آپ کے تین صاحبزادے حسن ،عبد اللہ الحسین اور جعفر اور ایک صاحبزادی بی بی عائشہ تھیں۔ آپ کی خلافت و امامت حضرت حسن کو پہنچی۔

راقم الحروف امام علی نقی رضی اللہ عنہ کے دوسرے صاحبزادے عبد اللہ الحسین کے شجرہ سے ہے ۔ میرے دادا سید ظفر حسن عبرتؔ الہ آبادی نے یہ شجرہ اپنی تصانیف میں مستند کتابوں کے حوالے سے درج کیا۔ ساٹھ ستر سال گذرنے کے بعد شجرہ نسب بڑی خستہ حالت میں تھا، میں نے اسے نقل کیا اور اسے یہاں پیش کیا جاتا ہے تا کہ چھپ کر محفوظ ہو جائے ۔ اگرچہ میرا اپنا نظریہ یوں ہے۔

بندہ عشق شدی ترکِ نسب کن جامیؔ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

"اے جامی عشق کا بندہ بن جا کہ اس راہ میں فلاں ابن فلاں ہونا کوئی وقعت نہیں رکھتا۔" جسے عشق کی دولت میسر ہے وہ درحقیقت سید و سردار ہے۔

دولتِ عشق سے محرومی کے سبب اصل سرداری سے محروم ہوں۔ اسی بناء پر عموماً میں اپنے نام کے ساتھ سید نہیں لکھتا۔ اے کاش بارہ اماموں کے صدقے حقیقی سیادت نصیب ہو جائے
۔

شجرۂ مؤلف:

سید احمد حسن ابن سید مہدی حسن ابن سید ظفر حسن ابن سید حسن ابن سید حیات علی ابن سید محمد زمان ابن سید محمد سعید ابن سید غلام رسول ابن سید محمد صالح ابن سید فتح محمد ابن سید پیر محمد ابن سید حسن عرف سید ھانس ابن سید حسام ابن سید حسن ابن سید نصیر الدین ابن سید سعید الدین عرف سید سیدن ابن سید فتح اللہ ابن سید نصر اللہ ابن سید حسام الدین ابن

سید کمال الدین عرف چھیتم میاں ابن سید بدرالدین ابن سید تاج الدین ابن سید یحییٰ ابن سید عبدالعزیز ابن سید ابراہیم ابن سید محمود ابن سید زید بن سید عبداللہ ابن سید یعقوب ابن سید احمد (نقیب قم) ابن سید محمد ابن عبداللہ الحسین ابن امام علی نقی رضی اللہ عنہ ابن امام محمد تقی رضی اللہ عنہ ابن امام علی رضا رضی اللہ عنہ ابن امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ ابن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ابن امام محمد باقر رضی اللہ عنہ ابن امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ابن سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ابن امام المشارق والمغارب سید علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

عبداللہ الحسین کی اولاد ہونے کے ثبوت میں یہ کتابیں لکھی گئیں۔

۱۔عمدۃ المطالب
۲۔تذکرۃ السادات
۳۔تاریخ قم
۴۔آئینہ اودھ
۵۔ترجمہ فہرست شیخ منتخب الدین
۶۔فتوائے حجۃ الاسلام آقائے مرزا حسن قمی

گیارہویں امام

حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ

آپ گیارہویں امام ہیں نام نامی حسن کنیت ابو محمد اور لقب عسکری ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت مدینہ منورہ میں ۸/ربیع الثانی ۲۳۱ھ بروز پیر کو بعہد خلیفہ واثق باللہ ہوئی۔ تاریخ وفات ۸/ربیع الاول ۲۶۰ھ بروز جمعہ ہے۔ مزار گوہر بار سرمن رائے میں

اپنے والد گرامی کے روضہ کے ساتھ ہے۔

عادات وصفات:

اللہ عزوجل نے آپ کو بچپن سے ہی ولایت و کرامت، فہم و فراست اور کمال علم و عقل سے موصوف فرمایا۔ صوائق محرقہ میں ہے کہ آپ کے بچپن میں بہلول دانا نے دیکھا کہ لڑکے کھیل رہے ہیں اور آپ ان کے قریب کھڑے رو رہے ہیں۔ بہلول نے کہا اے صاحبزادے کیوں روتے ہو؟ جس سے یہ دوسرے لڑکے کھیل رہے ہیں کیا میں تمہیں وہ مول لے دوں؟ آپ نے فرمایا اے کم عقل ہم کھیلنے کے لئے پیدا نہیں کئے گئے۔ بہلول نے پوچھا پھر ہم کس بات کے لیے پیدا کئے گئے ہیں فرمایا :لِلْعِلْمِ وَ الْعِبَادَةِ یعنی علم اور عبادت کے لیے۔ بہلول نے حیرت سے پوچھا آپ کو یہ بات کیونکر معلوم ہوئی؟ آپ نے فرمایا قرآن میں اللہ کا ارشاد ہے : اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ یعنی کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم بیکار پیدا کئے گئے ہو اور تم ہماری طرف لوٹ کر نہ آؤ گے؟ بہلول دانا نے آپ سے نصیحت چاہی تو آپ نے چند اشعار نصیحت آمیز پڑھے اور بے ہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے تو بہلول نے پوچھا آپ کو کیا ہو گیا تھا۔ ابھی تو آپ بچے ہیں آپ نے ابھی کوئی خطا بھی نہیں کی۔ آپ نے فرمایا اے بہلول میں نے اپنی ماں کو دیکھا کہ آگ جلاتے ہوئے وہ پہلے چھوٹی لکڑیاں سلگاتی ہے پھر اس کے بعد بڑی لکڑیاں ڈالتی ہے، مجھے خوف و ڈر ہے کہ کہیں اللہ جہنم کو سلگانے کے لیے پہلے مجھے ایندھن نہ بنائے۔

سرمن رائے میں قیام کے سبب آپ کا لقب عسکری مشہور ہوا کہ وہ بادشاہ کے عسکر (لشکر) کے ٹھہرنے کی جگہ تھی۔ آپ کے اس لقب عسکری کی ایک اور وجہ بیان کی گئی کہ ایک مرتبہ عباسی خلیفہ آپ کو شہر سے باہر لے گیا اور آپ پر رعب ڈالنے کے لئے آپ کو اپنا لشکر دکھایا آپ نے اپنی دو انگلیاں اٹھائیں اور فرمایا ان کے درمیان دیکھو۔ جب خلیفہ نے دیکھا تو اسے زمین سے آسمان تک فرشتوں کا لشکر نظر آیا خلیفہ نے حیرت سے پوچھا تم لوگ کون ہو تو فرشتوں نے کہا ہم عساکرِ امام حسن عسکری ہیں۔ پس اسی دن

سے آپ کا لقب عسکری ہوا۔

سخاوت اور کشف و کرامات :

شواہد النبوۃ اور مسالک السالکین میں ہے کہ محمد بن علی بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر کا بیان ہے کہ مجھ پر روزی بہت تنگ ہوگئی میرے والد نے مجھے امام حسن عسکری کی خدمت میں حاضری کے لیے کہا کہ امام کا جود و سخا مشہور ہے پس میں اپنے والد کے ہمراہ روانہ ہوا راستے میں میرے والد نے فرمایا اگر امام حسن مجھے پانچ سو درہم عنایت فرمائیں تو میں اس میں سے دو سو درہم کا کپڑا، دو سو درہم کا آٹا خریدوں گا اور باقی سو درہم دوسرے کام میں لاؤں گا۔ میں نے دل میں سوچا کہ اگر مجھے تین سو درہم ملیں تو میں سو درہم کا کپڑا سو درہم سے دراز گوش (خچر) خرید کر کوہستان جاؤں گا اور باقی سو درہم دوسرے استعمال میں لاؤں گا۔ ہم آپ کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے کہ آپ کا غلام اندر سے آیا اور کہا علی بن ابراہیم اور اس کا بیٹا محمد اندر آجائیں ہم اندر گئے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ آپ نے فرمایا اے علی تمہیں اس وقت تک یہاں آنے میں کس چیز نے روکا میرے والد نے عرض کیا اے میرے آقا مجھے شرم آتی تھی کہ میں اس حال میں آپ کے پاس آؤں۔ پھر ہم لوگ رخصت ہوئے تو پیچھے آپ کا غلام آیا اس نے ایک تھیلی پانچ سو درہم کی میرے والد کو دی اور کہا کہ اس میں سے دو سو کپڑوں کے لیے دو سو آٹے کے لئے اور سو دیگر اخراجات کے لئے ہیں اور ایک تھیلی تین سو درہم کی مجھے دی اور کہا اس میں سے سو کپڑوں کے لیے سو دوسرے اخراجات کے لئے اور سو درہم گدھا خریدنے کے لئے ہیں اور امام نے فرمایا ہے کہ کوہستان کے بجائے فلاں جگہ جانا۔ چنانچہ میں اس جگہ گیا وہاں میری شادی ہوگئی اور دو ہزار درہم ہاتھ آئے۔

ایک شخص خلیفہ مستعین کی قید میں تھا اس نے قید و بند کی تکالیف کی شکایت آپ کے پاس لکھی۔ وہ اپنی تنگی معاش کے بارے میں بھی لکھنا چاہتا تھا مگر شرم سے نہ لکھ سکا آپ نے اس کے خط کا جواب دیا کہ آج ظہر کی نماز تو اپنے گھر میں پڑھے گا چنانچہ نماز ظہر سے پہلے وہ قید سے رہا ہو کر گھر آ گیا۔

جب گھر پہنچا تو امام کا ایک خادم امام کا رقعہ اور ایک تھیلی سو اشرفیوں کی اس کے پاس

لایا۔ خط میں لکھا تھا کہ تو نے تنگی معاش کا ذکر کرنے میں شرم کی، سو اشرفیاں بھیجی جا رہی ہیں اسے استعمال میں لا پھر جب ضرورت ہو تو اس کے اظہار میں شرم نہ کر کہ اس کا بندوبست کیا جائے۔

ایک شخص نے آپ کو خط لکھ کر چند مسائل پوچھے، وہ تپ ربع (چوتھے دن کا بخار) کا علاج بھی پوچھنا چاہتا تھا مگر لکھنا بھول گیا۔ آپ نے اس کے رقع کے جواب میں تمام مسائل کا جواب لکھا اور یہ بھی لکھا کہ تو تپ ربع کے دور کرنے کا طریقہ پوچھنا بھول گیا، اس کا طریقہ یہ ہے کہ آیت: **قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ o** لکھ کر مریض کے گلے میں پہنا دے انشاء اللہ آرام ہوگا۔

ایک شخص نے تنگی معاش اور فقر و فاقہ کی شکایت کی آپ نے تھوڑی زمین کھودی ایک تھیلی پانچ سو اشرفیوں کی برآمد ہوئی، وہ آپ نے اس کے حوالے کر دی۔

ایک شخص کا بیان ہے کہ میرا والد جانوروں کا معالج تھا اور امام حسن عسکری کے جانوروں کا بھی علاج کرتا تھا۔ خلیفہ مستعین کے پاس ایک بے حد اڑیل خچر تھا جسے کوئی رام نہ کر سکا۔ یعنی خچر پر زین و لگام ڈال کر کوئی سوار نہ ہو سکا۔ خلیفہ کے کسی مصاحب نے مشورہ دیا کہ امام حسن کو یہ خچر دیدیں یا تو وہ اسے رام کر لیں گے یا خچر انہیں ہلاک کر دے گا۔ مستعین نے آپ کو بلایا اس وقت خچر سرائے کے صحن میں کھڑا تھا امام اس کے پاس سے گذرے اور گذرتے ہوئے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو خچر کو پسینہ آنے لگا مستعین نے آپ کو عزت و احترام سے اپنے پاس بٹھایا اور کہا اے حسن اس خچر کو لگام دے دو آپ نے میرے والد سے کہا مگر خچر کے خوف سے میرے والد نے انکار کیا امام اٹھے اس خچر کو لگام دی اس پر زین کسی اور دوبارہ اپنی جگہ آ کر بیٹھ گئے۔ مستعین حیران ہوا اور کہا کیا ہی اچھا ہو کہ آپ اس پر سواری کریں۔ آپ اس پر سوار ہوئے اور سرائے کے صحن میں دوڑانے لگے اس اثناء میں خچر نے کسی قسم کی سرکشی نہ کی۔ آپ نیچے اترے تو مستعین نے پوچھا یہ خچر کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے اس سے اچھا خچر نہیں دیکھا مستعین نے وہ خچر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے میرے والد سے کہا اسے لے جاؤ۔ میرا والد اس خچر کو آرام سے لے گیا اور پھر کبھی اس خچر نے کسی قسم کی سرکشی نہ کی۔

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے آپ کو خط لکھا اور پوچھا کہ مشکوٰۃ کے کیا معنی ہیں۔ میری بیوی حاملہ تھی میں نے اس کے حق میں دعائے خیر اور بچے کا نام تجویز کرنے کے لیے بھی کہا۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا ''مشکوٰۃ'' قلبِ محمد ﷺ ہے۔ خط کے جواب میں میری اہلیہ اور بچے کے بارے میں کچھ نہ لکھا صرف آخر میں یہ فرمایا :عظم اللہ اجرک و اخلف علیک۔ اللہ تجھے اجر دے اور نعم البدل عطا کرے۔ میری اہلیہ کے ہاں مردہ بچی پیدا ہوئی پھر دوسرے حمل میں بچہ پیدا ہوا۔

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں امام حسن کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک خوبصورت نوجوان اندر آیا امام نے فرمایا یہ میری بیوی کا چچا زاد بھائی ہے۔ اس کے پاس پتھر کا ایک ٹکڑا ہے ۔جس پر میرے آبائے کرام نے اپنی اپنی انگشتریاں رکھیں تو پتھر پر مہریں کندہ ہو گئیں یہ میرے پاس بھی اسی غرض سے آیا ہے پھر آپ نے نوجوان سے کہا اپنا سنگ پارہ لاؤ وہ اٹھا کر آپ کے پاس لایا آپ نے ایک جگہ اپنی انگشتری رکھی، انگشتری سادہ تھی اس پر کوئی نقش نہ تھا لیکن جب اس پتھر پر رکھی تو اس پر ''الحسن بن علی'' کے الفاظ نقش ہو گئے جسے میں نے پڑھا۔

ایک بار ملک میں سخت قحط سالی واقع ہوئی۔ خلیفہ معتمد باللہ نے لوگوں کو نماز استقا کا حکم دیا تین دن تک نماز ہوئی مگر پانی نہ برسا عیسائی لوگ بھی شہر سے نکلے ان میں ایک راہب تھا۔ راہب نے آسمان کی طرف ہاتھ پھیلائے دفعتاً بادل پیدا ہوئے اور پانی برسنے لگا۔ دوسرے دن بھی راہب نے ایسا ہی کیا اور بارش ہونے لگی۔ اس سے جاہلوں کو شک پیدا ہوا اور لوگ دینِ اسلام سے برگشتہ ہونے لگے۔ خلیفہ پر یہ بات بڑی شاق گذری اس نے آپ کو بلا کر التماس کی کہ اپنے جد امجد کی امت کی دستگیری فرمائیں اور لوگوں کو چاہِ ہلاکت میں گرنے سے بچائیں۔ آپ نے فرمایا کل سب لوگوں کو شہر سے باہر نکالو، انشاء اللہ سب کے سامنے شکوک وشبہات دور ہو جائیں گے۔ جب لوگ نماز استسقا کے لئے شہر سے باہر نکلے۔ عیسائی بھی اپنے راہب کے ہمراہ آئے راہب نے آسمان کی طرف ہاتھ پھیلائے تو فوراً بادل پیدا ہو گئے۔ آپ کے حکم سے راہب کا ہاتھ پکڑ لیا گیا۔ اس کے ہاتھ میں جسم انسانی کی ایک ہڈی تھی آپ نے وہ ہڈی اس کے ہاتھ سے لے لی اور کہا اب

بارش طلب کر اس نے ہاتھ اٹھائے مگر بادل چھٹ گئے اور سورج نکل آیا۔لوگ سخت متعجب ہوئے۔خلیفہ نے عرض کیا اے ابومحمد یہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کسی نبی کے جسم پاک کی ہڈی ہے جو کسی قبر سے اس راہب کے ہاتھ لگ گئی اور نبی کی ہڈی کا یہ خاصہ ہے کہ اسے جب بھی آسمان کی طرف دکھائی جائے تو ابر پیدا ہو جاتا ہے اور بارش ہونے لگتی ہے۔پس اس بات کا امتحان کیا گیا تو جیسا آپ نے فرمایا ویسا ہی ہوا اس سے لوگوں کا شک وشبہ دور ہوا اور آپ اپنے گھر تشریف لے گئے۔

آپ کی وفات کے بارے میں بعض لوگوں کا قول ہے کہ آپ کو زہر دیا گیا۔

فصول المہمہ میں ہے کہ جب آپ کے انتقال کی خبر مشہور ہوئی تو سامرہ میں قیامت آ گئی، شور وغوغا ہوا بازار دوکانیں بند ہوگئیں۔ ہر خاص و عام جنازے میں شرکت کو دوڑے۔آپ کی اولاد میں صرف ایک فرزند امام محمد رضی اللہ عنہ تھے آپ کے بعد منصب امامت وولایت امام محمد رضی اللہ عنہ کو منتقل ہوئی۔

بارہویں امام

حضرت امام محمد المہدی رضی اللہ عنہ

آپ بارہویں امام ہیں نام نامی محمد لقب مہدی ہے۔آپ کی ولادت باسعادت ۱۵/ شعبان المعظم ۲۵۵ھ شب جمعہ سر من رائے میں ہوئی۔آپ نے ۷/محرم ۲۶۶ھ میں رحلت یا غیبت فرمائی۔

ولادت باسعادت:

امام حسن عسکری کی پھوپھی حکیمہ بی بی امام حسن کو بہت عزیز رکھتی تھیں اور ان کے لیے اولاد ہونے کی شب و روز دعا کرتی تھیں۔ آپ کی پھوپھی کا بیان ہے کہ میں ایک روز امام حسن عسکری کے گھر گئی اور حسب عادت ان کو دعا دی تو انہوں نے فرمایا اے پھوپھی آج رات یہیں رہو کہ آج رات اللہ مجھے لڑکا عنایت کرے گا۔ میں نے یہ سن کر حیرت سے کہا اے فرزند لڑکا کس سے ہوگا؟ نرجس میں تو کوئی علاماتِ حمل نہیں! امام حسن عسکری نے فرمایا اے پھوپھی نرجس کی مثال موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرح ہے کہ اس کا حمل ولادت کے وقت تک ظاہر نہ ہوگا۔ پس میں رات کو ٹھہر گئی آدھی رات گذر گئی میں نے اور بی بی نرجس نے تہجد کے نوافل پڑھے۔ میں نے دل میں سوچا کہ صبح ہونے کو ہے مگر امام نے جو فرمایا تھا اس کے آثار نظر نہیں آتے۔ امام حسن عسکری نے اپنے حجرہ سے مجھے آواز دی اے پھوپھی جلدی مت کرو۔ میں بی بی نرجس کے کمرہ کی طرف گئی تو وہ مجھے راہ میں مل گئی اس پر لرزہ طاری تھا میں نے اسے اپنے سینے سے لگایا سورۃ اخلاص، انا انزلنا اور آیت الکرسی پڑھ کر اس پر دم کیا۔ جو میں پڑھ رہی تھی بی بی نرجس کے شکم میں وہ بچہ بھی پڑھ رہا تھا اور اس کی آواز آرہی تھی پھر میں نے دیکھا کہ سارا گھر نور" علی نور ہو گیا پھر میں نے دیکھا کہ نرجس کا بیٹا زمین پر سجدہ ریز ہے۔ میں نے بچے کو اٹھایا تو امام حسن عسکری کی آواز آئی اے پھوپھی میرے بچے کو میرے پاس لاؤ۔ میں لے گئی تو امام نے بچے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی پھر اپنی زبانِ مبارک بچے کے منہ میں دے دی پھر فرمایا اے میرے بیٹے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بات کرو پس بچے نے کہا: **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ○** "اور ہم چاہتے ہیں کہ زمین پر بسنے والے کمزوروں پر احسان کریں انہیں امامت و سیادت عطا کر کے اور انہیں (انبیاء و آئمہ کا) وارث بنا کر۔" بی بی حکیمہ فرماتی ہیں پھر میں نے دیکھا کہ آسمان سے سبز پرندے اترے ان میں سے ایک کو امام حسن عسکری نے بلایا اور فرمایا اسے پکڑو، اس کی حفاظت کرو یہاں تک کہ اللہ ہمیں اس بارے میں حکم دے اور اللہ ہی اپنے امر کو پہنچانے والا ہے۔ میں نے امام سے پوچھا جس پرندے سے آپنے گفتگو کی وہ کون ہے اور یہ دوسرے پرندے کیا ہیں؟ فرمایا یہ جبرئیل علیہ

السلام ہیں اور باقی ملائکہ رحمت ہیں۔ پھر فرمایا اے پھوپھی اسے اس کی ماں کے پاس واپس لے جاؤ میں نے پہنچا دیا۔ منقول ہے کہ امام محمد مہدی ناف بریدہ اور ختنہ کئے ہوئے پیدا ہوئے۔ جب دنیا میں تشریف لائے تو خود دو زانو بیٹھے اور انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی پھر آپ کو چھینک آئی تو فرمایا: **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o** ابھی آپ پانچ برس کے تھے کہ والد گرامی نے وفات پائی۔ اللہ نے آپ کو چھوٹی عمر میں ولایت وحکمت عطا فرمائی اور منصب امامت پر سرفراز فرمایا۔

منصب امامت:

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں ابو محمد امام حسن عسکری کی خدمت میں حاضر ہوا کہ اے ابن رسول اللہ! آپ کے بعد خلیفۃ اور امام کون ہوگا؟ آپ اندر تشریف لے گئے جب واپس آئے تو آپ کے کندھے پر ایک بچہ چودھویں رات کے چاند جیسا حسین ومنور تھا۔ بچے کی عمر اس وقت تین سال تھی۔ آپ نے فرمایا اگر تم خدا کے ہاں معزز نہ ہوتے تو میں تجھے اپنا یہ بچہ ہرگز نہ دکھاتا اس کا نام رسول اللہ ﷺ کا نام ہے اور اس کی کنیت ہے: **ھو الذی یملاء الارض قسطا لما ملئت جوراً وظلماً o** جب زمین ظلم وجفا سے بھری ہو گی یہ اسے عدل وانصاف سے بھر دے گا۔

ایک اور شخص کا بیان ہے میں ابو محمد امام حسن عسکری کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کے دائیں جانب ایک کمرہ تھا جس پر پردہ پڑا تھا۔ میں نے عرض کیا اے میرے آقا! آپ کے بعد صاحب امر کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا ذرا پردہ اٹھاؤ میں نے پردہ اٹھایا تو ایک نہایت خوبصورت پاکیزہ اور مطہر بچہ جس کے دائیں رخسار پر تل تھا اور گیسو کندھوں پر بکھرے تھے، باہر آیا اور امام کی گود میں بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارا صاحب امر ہے۔ پھر وہ بچہ آپ کے زانو سے اٹھا تو آپ نے فرمایا: **یابنی ادخلوا الی الوقت المعلوم۔** وہ بچہ پردہ کے اندر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد امام نے فرمایا اٹھو اور دیکھو کمرے میں کون ہے میں نے دیکھا تو کمرہ خالی تھا۔

جب امام حسن عسکری کا وصال ہوا تو خلیفۃ معتمد عباسی نے لوگوں کو بھیجا کہ امام حسن عسکری کا ایک لڑکا ان کے مکان پر ہے اسے گرفتار کر کے قتل کر دو کہ آلِ محمد کا خدشہ باقی نہ رہے۔ لوگ گئے، تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ امام کا بیٹا سردابی یعنی تہہ خانہ میں چلا گیا ہے

جب تہہ خانے کے قریب گئے تو تمام سرداب کو پانی سے بھرا پایا اور دیکھا امام محمد المہدی پانی کے اوپر نماز پڑھ رہے ہیں ایک شخص نے آپ کو پکڑنے کی غرض سے پانی میں قدم رکھا تو پانی میں ڈوب گیا لوگ یہ حال دیکھ کر مایوس ہوئے اور واپس آ کر خلیفۃ کو ساری کیفیت بتائی۔ خلیفۃ نے پھر بہت تاکید کر کے لوگوں کو بھیجا مگر انہیں نہ تہہ خانہ کا نشان ملا نہ پانی کا آپ نظروں سے اوجھل ہو گئے اور ہنوز زندہ موجود ہیں۔

شیعہ آپ کی غیبت کے قائل ہیں اور وہ آپ کے دوبارہ ظہور کے منتظر ہیں۔ جبکہ اہل سنت والجماعت آپ کی وفات کے اور بعض آپ کی غیبت کے قائل ہیں مگر آپ کو مہدی آخر الزماں نہیں مانتے۔ اہل تسنن کہتے ہیں کہ مہدی آخر الزماں دوسرے ہیں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے قبل عترت رسول سے پیدا ہوں گے ان کا نام محمد اور والد کا نام عبد اللہ ہوگا چالیس برس کی عمر میں ظہور فرمائیں گے جیسا کہ اس حدیث شریف میں ہے۔ امام احمد اور ابو داؤد اور ابو نعیم حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر دنیا میں ایک دن کے سوا باقی نہ رہے گا تو حق تعالیٰ اس دن کو اس قدر بڑھا دیں گے کہ اس میں میرے اہلبیت سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام میرے نام پر اور جس کے والد کا نام میرے والد کے نام پر ہوگا وہ زمین کو اسی طرح عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح زمین اس وقت ظلم وجور سے بھری ہوگی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ دنیا اس وقت تک اختتام پذیر نہ ہوگی جب تک میرے اہلبیت میں سے میرا ہمنام ایک شخص پوری مملکت عرب کا مالک وقابض نہ ہو جائے۔

جامع الاصول میں ابو اسحاق سے مروی ہے کہ حضرت علی نے اپنے صاحبزادے حضرت حسن کو دیکھ کر فرمایا یہ میرا بیٹا سردار ہوگا اور اس کی اولاد سے ایک ایسا آدمی پیدا ہوگا جو تمہارے نبی کا ہمنام ہوگا جو خلقتاً اگرچہ میرے مشابہ نہ ہوگا تاہم اخلاق میں وہ میرا شبیہہ ہوگا اور وہ زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح زمین ظلم وجور سے بھری ہو گی۔

شیخ الاکبر کا بیان:

محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں امام مہدی کے ذکر میں کہا کہ وہ تین سو ساٹھ کاملین میں سے ہوں گے۔ ان کا ظہور ایک ایسے وقت میں ہوگا جب تمام روئے

زمین ظلم وستم سے بھری ہوئی ہوگی پھر یہ خلیفۃ اللہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ بالفرض اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی ہوا تو حق تعالیٰ اس دن کو اتنا طویل کر دے گا کہ یہ خلیفۃ اللہ جو آل رسول اور اولادِ فاطمہ سے ہوگا، حضور کا ہمنام ہوگا وہ لوگوں سے مقام ابراہیم اور حجر اسود کے درمیان بیعت لے گا خلقت میں حضور سے مشابہ ہوگا اور اخلاق میں حضور سے کمتر ہوگا کہ کوئی شخص پیغمبر اسلام کی طرح نہیں ہوسکتا جن کی شان میں اللہ نے فرمایا :وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم۔ اس شخص کے ہاتھ پر عارفین، اہل حقائق، اہل کشف اور اہل شہود بیعت کریں گے ۔ اس کے ممدو معاون ہونگے، اس کی دعوت کو پھیلائیں گے، اس کے وزیر ہوں گے، امور مملکت میں اس کا بوجھ اٹھائیں گے اور ہر معاملے میں اس کی اعانت کریں گے ۔ ابن عربی نے مزید فرمایا کہ حق تعالیٰ اس کے لئے ایسی جماعت کو ظاہر فرمائیں گے جو ابھی تک خزانہ غیب میں چھپی ہوئی ہے ۔حق تعالیٰ اس جماعت کے لوگوں کو کشف کے ذریعے حقائق اور معاملاتِ مخلوق سے مطلع فرمائیں گے ۔ اس جماعت کے مشورے سے یہ شخص (امام مہدی) فیصلے کرے گا۔ اس جماعت کے لوگ حقیقتاً عارف ہوں گے اور اپنے علم عطائی کی برکت سے امام مہدی کا مرتبہ ومنزلت معلوم کریں گے کہ یہ خلیفۃ اللہ برحق ہے جو حیوانات کی زبانوں سے بھی واقف ہوگا اور اس کا عدل و انصاف جن وانس میں جاری وساری ہوگا۔

مرتبہ قطبیت:

حضرت علاء ُ الدولہ احمد بن محمد سمنانی نے ابدال واقطاب کے بارے میں فرمایا ہے کہ محمد بن حسن عسکری واصل ہو چکے ہیں اور ان کے آباؤ اجداد اہل بیت بھی اس مرتبہ سے متصف ہیں۔ جب یہ لوگ آنکھوں سے مخفی ہوجاتے ہیں تو ابدال کے زمرے میں داخل ہو جاتے ہیں پھر تدریجی طور پر ترقی کرتے کرتے عظمت کی انتہائی بلندی تک پہنچ جاتے ہیں اور علی بن حسین بھی ایک قطب تھے جب ان کا انتقال ہو گیا تو انہیں شونیز کے مقام پر دفن کیا گیا، ان کی نماز جنازہ محمد بن حسن عسکری نے پڑھائی اور ان کے قائم مقام بن گئے اور قطبیت کے رتبے پر تیس سال فائز رہے ۔ پھر بحکم پروردگار یہ بھی وفات پا گئے تو ان کے قائم مقام حضرت عثمان بن یعقوب خراسانی جوینی ٹھہرے ۔ امام محمد بن حسن عسکری کی نماز

جنازہ ان کے تمام ساتھیوں نے پڑھی اور انہیں مدینۃ الرسول میں دفن کیا۔ جب جوینی کا انتقال ہوا تو عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے احد کو چک، جوینی کے قائم مقام ہوئے۔ ان کا انتقال بیرونِ عرب ہوا۔ ان بزرگوں کی قبور اونچی ہیں نہ پختہ، انہیں اقطاب کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور یہ اقطاب ہر سال قبور مذکورہ کی زیارتوں سے مشرف ہوتے رہتے ہیں۔

بعض صاحب نظر کامل صوفیاء کا خیال ہے کہ بارہویں امام محمد المہدی ہی مہدی موعود ہیں اور یہ اس وقت رجال الغیب (مردانِ غیب) میں سے ہیں اور قربِ قیامت میں آپ ہی کا ظہور ہوگا۔ دس سال کی عمر شریف میں آپ لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے اور تیس سال قطبیت کے فرائض سرانجام دیئے اس طرح آپ کی عمر چالیس سال ہوئی۔ جب آپ کا ظہور ہوگا تو اسی عمر شریف میں بالکل اسی طرح ظاہر ہوں گے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی اسی عمر کے ساتھ آسمانوں سے تشریف لائیں گے۔ جس طرح ہزاروں سال گذرنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر میں کوئی تغیر نہ ہوگا اور جس طرح تین سو نو برس گزرنے سے اصحاب کہف کی عمروں میں کوئی تغیر واقع نہ ہوا، جس طرح سو برس گزرنے سے حضرت عزیز علیہ السلام کی عمر میں کوئی تبدیلی وتغیر نہ آیا بالکل اسی طرح حضرت امام محمد المہدی پر ہزاروں سال کی غیبت سے کوئی تغیر واقع نہ ہوگا اور اللہ ہر بات پر قادر ہے۔ تو امام مہدی مردانِ غیب میں سے ہیں اور جب منشاء ایزدی ہوگی آپ کا ظہور ہوگا۔

میرے ایک ساتھی محترم فضل حسین قادری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے خواب میں امام مہدی کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا میں نے تمہیں اپنی فوج میں بھرتی کرلیا ہے۔ (ان روحانی لوگوں کے لشکر میں جو اس وقت طاغوتی قوتوں کے خلاف امام مہدی کے ممدو معاون ہوں گے) فضل حسین قادری صاحب نے یہ بھی بتایا کہ میں کئی ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو آج بھی امام مہدی سے ملاقات کرتے ہیں۔

مجدد الف ثانی کا بیان:

مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی مکتوبات دفتر سوم کے مکتوب ۱۲۳ میں جناب نور محمد تہاری کے نام لکھتے ہیں کہ وہ راہ جو قرب ولایت سے تعلق رکھتی ہے، اقطاب، اوتاد، ابدال اور عام اولیاء اللہ اسی راہ سے واصل ہوتے ہیں اور راہِ سلوک اسی راہ سے عبارت

ہے۔ اس راہ کے واصلین کے پیشوا ان کے سردار اور ان کے بزرگوں کے منبع فیض حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ یہ عظیم الشان منصب یعنی تمام کاملین کا منبع فیض ہونا شیر خدا علی المرتضیٰ کا خاصہ ہے اس راہ میں گویا رسول اللہ ﷺ کے دونوں قدم مبارک حضرت علی کے مبارک سر پر ہیں اور سیدہ فاطمۃ الزہرا اور حضرات حسنین رضوان اللہ علیہم اجمعین، اس مقام میں حضرت علی کے ساتھ شریک ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جناب امیر اپنی پیدائش سے پہلے بھی اس مقام کے ملجا و ماویٰ تھے (یعنی ازلی طور پر آپ اس مقام پر فائز ہیں) جیسا کہ آپ اس عالم دنیا میں اپنے ظہور کے بعد ہیں اور جس کسی کو بھی فیض و ہدایت اس راہ سے پہنچی وہ حضرت علی کے توسل سے پہنچی کہ آپ اس راہ کے آخری نقطہ کے نزدیک ہیں اور اس مقام کا مرکز ان سے تعلق رکھتا ہے اور جب جناب امیر سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا دور ختم ہوا تو یہ عظیم القدر منصب ترتیب وار حضرات حسنین کو سپرد ہوا اور ان کے بعد وہی منصب آئمہ اثنا عشر میں سے ہر ایک کو ترتیب وار سپرد ہوا۔ ان ائمہ اہلبیت کے زمانے میں اور ان کے بعد بھی جس کو فیض و ہدایت پہنچتا ہے ان بزرگوں کے ذریعے اور توسل سے پہنچتا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے وقت کے اقطاب و ابدال ہی کیوں نہ ہوں۔ سب کے ملجا و ماویٰ یہی بزرگ ہیں کہ اطراف کو اپنے مرکز کے ساتھ الحاق کرنے سے چارہ نہیں ہے۔

یہاں تک کہ نوبت حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو یہ منصب مذکور آپ کے سپرد ہوا اور آئمہ مذکورین اور حضرت شیخ کے درمیان کوئی بھی اس مرکز پر مشہود نہیں ہوتا اور اس راہ میں فیوض و برکات کا حصول جس کسی کو بھی ہو خواہ وہ قطب ہو یا ابدال، اب سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے توسل اور واسطے سے ہوتا ہے کہ یہ مرکز ان کے علاوہ کسی اور کو میسر نہیں ہوا۔

ایمانِ ابوطالب رضی اللہ عنہ

حضور سے شدید محبت:

بڑی ہی ناانصافی ہوگی اگر میں اپنی اس کتاب میں اس برگزیدہ ہستی کا تذکرہ نہ کروں جنہیں نبی کریم ﷺ سے شدید محبت تھی، جنہوں نے اپنی سگی اولاد سے بڑھ کر حضور کو چاہا، جنہوں نے اپنے بچوں کو حضور پر نچھاور کیا، جنہوں نے تین برس پیرانہ سالی میں اہل خاندان، چھوٹے بچے کے ہمراہ محض حضور اقدس ﷺ محبت میں شعب ابی طالب کی بھوک و پیاس کی سختیاں اور مصائب و تکالیف جھیلیں، جنہوں نے قلعہ کی طرح حضور کی حفاظت فرمائی اور جب آپ کا وصال ہو گیا تو وہ محفوظ قلعہ نہ ہونے کی وجہ سے حضور کو ہجرت کا حکم ہوا۔ یہ برگزیدہ مقدس ومحترم ہستی حضور کے چچا حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی نظروں میں حضور کی کس قدر عظمت و منزلت تھی اور حضور سے کیسی وارفتہ محبت تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ شعبِ ابی طالب میں آپ رات کو حضور کے بستر پر کبھی علی کو سلا دیتے کبھی جعفر کو کبھی طالب کو کہ اگر مشرکین مکہ حملہ کریں تو میرا بچہ نچھاور ہو جائے حضور کو کوئی گزند نہ پہنچے۔

کافی عرصہ پرانی بات ہے میں محلے کی مسجد میں جمعہ کی نماز کے لیے گیا۔ جمعہ کی تقریر میں امام صاحب نے کوئی واقعہ بیان کرتے ہوئے حضور کے چچا کو حضرت ابو طالب کہہ دیا۔ تقریر کے بعد کسی صاحب نے اعتراض کیا کہ جناب ابو طالب تو ایمان نہیں لائے وہ تو کفر پر مرے اور آپ انہیں حضرت کہہ رہے ہیں؟ امام صاحب کو فوراً اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انہوں نے لوگوں کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف کیا کہ واقعی کسی کافر کی کوئی عزت نہیں اور میں معذرت خواہ ہوں۔ مجھے یہ سن کو بہت دکھ ہوا نماز اور صلوٰۃ وسلام سے فراغت کے بعد میں نے امام صاحب سے کہا کہ جناب ایک مسئلہ پوچھنا ہے، وہ یہ کہ اگر میرا نکاح کوئی کافر پڑھا دے تو کیا نکاح ہو جائے گا؟ اگر نکاح نہیں ہوگا تو میری اولاد جائز کہلائے گی یا ناجائز؟ امام صاحب سمجھے کہ میری کافر سے مراد غالباً دیوبندی مولوی ہے۔ کہنے لگے کہ نکاح ہو جائے گا میں نے کہا جناب میں کسی دیوبندی مولوی کی بات نہیں کررہا اگر کوئی مطلقاً کافر اور مشرک نکاح پڑھا دے تو کیا ہو گا؟ کہنے لگے نہ نکاح ہو گا اور نہ اولاد جائز ہوگی۔ میں نے کہا کہ میرا نکاح کوئی کافر یا مشرک نہیں پڑھا سکتا تو کیا حضور کا وہ نکاح کہ جس کے نتیجے میں قیامت تک حضور کی نسل

سادات کی شکل میں موجود رہے گی وہ نکاح کوئی کافر پڑھا سکتا تھا؟ میری اس بات کا امام صاحب کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ کہنے لگے کہ حدیثوں میں اس طرح سے آیا ہے میں نے کہا کہ حدیثیں دونوں موضوع پر ہیں ایمان پر بھی ہیں انکار پر بھی ہیں اور جب حدیثوں میں بظاہر اختلاف ہو تو ہم اکابرین اور بزرگانِ دین کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ ان کا کیا عقیدہ تھا۔ میں آپ کو اکابرین ملت کی طویل فہرست دکھا سکتا ہوں جو ایمانِ ابو طالب کے قائل تھے۔ میں نے انہیں صائم چشتی صاحب کی معرکۃ الآرا تصنیف ''ایمان ابو طالب'' پڑھنے کو دی۔ چند روز بعد میں نے رائے پوچھی تو انہوں نے وہی مولویوں والا متوقع جواب دیا کہ کیونکہ اعلیٰ حضرت کا اس بات پر ایمان نہیں تھا اس لیے ہم بھی اس موضوع پر ان دلائل کو اور سلف صالحین کے اقوال کو نہیں مانتے میں نے ان سے کتاب واپس لی اور گھر آ گیا۔

اعلیٰ حضرت کے شیخ:

حالانکہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت احمد رضا خان بریلوی کے شیوخ میں سے ایک مقدس بزرگ شیخ سید احمد بن زین دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ۱۲۹۵ھ میں اعلیٰ حضرت نے اپنے والد کے ہمراہ حج ادا فرمایا اور مفتی شافعیہ سید احمد دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث، تفسیر، فقہ اور اصول فقہ میں سندیں حاصل کیں۔ رسائل رضویہ ج ۲ ص ۳۳۴ میں اعلیٰ حضرت نے اپنے اس شیخ کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا۔ ''**العلامة الکبیر الامام الشھیر سیدنا و شیخنا السید احمد بن زین دحلان تغمدہ اللہ بالرحمة و الرضوان۔**''

اس بزرگ ہستی نے ایمان ابو طالب پر معرکۃ الآرا کتاب ''اسنی المطالب فی نجات ابی طالب رضی اللہ عنہ'' تصنیف فرمائی جس میں ایمان ابو طالب پر ایسے دلائل ہیں جن کا توڑ نہیں ہو سکتا اور اس کتاب کے نتیجے میں اس زمانے کے علماء اس امر کے قائل ہوئے اور پھر جمعہ کے خطبوں میں سیدنا ابو طالب رضی اللہ عنہ کا نام لیا جانے گا۔ صائم چشتی صاحب کی معرکۃ الآرا کتاب ''ایمان ابو طالب'' درحقیقت اسنی المطالب کی شرح ہے۔ اس موضوع پر تفصیلی دلائل کے لیے ان دونوں کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

میں یہاں اس تفصیلی بحث میں نہ جاؤں گا صرف چند ضروری باتیں عرض کرنے کی

سعادت چاہوں گا۔

اسلام وایمان:

اسلام زبان سے اقرار کرنے اور ایمان دل سے تصدیق کرنے کا نام ہے اور اگر کسی سبب زبان سے اقرار نہ کیا جائے مگر دل میں تصدیق ہو، پکا یقین ہو تو ایسا شخص مومن ہے اور اس پر آگ حرام ہے۔ امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی حضور نے فرمایا۔ ''من علم ان اللّٰہ ربه و انی نبیه صادقا عن قلبه حرم اللّٰہ لحمه الی النار۔ جو شخص یہ جان لے کہ اس کا پروردگار اللہ ہے اور مجھے دل سے اللہ تعالیٰ کا سچا نبی تسلیم کرلے تو اللہ نے اس کے گوشت کو آگ پر حرام کر دیا ہے۔''

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ''من مات وھو یعلم لا الٰه الا اللّٰہ دخل الجنة۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص یہ جانتے ہوئے فوت ہو گیا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو وہ جنت میں داخل ہوا۔''

ایمان چھپانے کا قرآن میں حکم:

اگر کسی ظالم سے اظہارِ اسلام پر جان کا خطرہ ہو یا شدید اذیت پہنچنے کا اندیشہ ہو یا اس بات کا خطرہ ہو کہ وہ اس کی اولاد یا عزیز و اقارب کو تکلیف پہنچائے گا تو ایسی صورت میں اسلام کو اخفاء میں رکھنا جائز ہو گا بلکہ اگر ظالم کلمہ کفر کے اظہار پر مجبور کرے تو دل میں کراہیت رکھتے ہوئے زبان سے کلمہ کفر کہنا جائز ہو گا۔ اللہ نے اس بات کی اجازت دی ہے۔ فرمایا: اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ ''یعنی اس کا ایسا کرنا مجبوراً ہے اور اس کا دل ایمان سے مطمئن ہے۔''

ایمان چھپانے کی اصل وجہ:

حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کا اپنے اسلام اور ایمان کا اظہار نہ کرنا اور حضور ﷺ اطاعتِ ظاہری سے رکنا اسی سبب سے ہے۔ آپ حضور ﷺ حمایت و نصرت کیا کرتے تھے، آپ پر آنے والی تمام مصیبتوں کو دور کرتے تھے اور کفار قریش بھی حضرت

ابو طالب کا لحاظ کرتے اور ان کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ ایذا دینے سے باز رہتے تھے۔
حضرت عبد المطلب کے بعد مکہ کی سرداری حضرت ابو طالب کے پاس تھی مکہ کے لوگوں پر آپ کا حکم چلتا تھا اور اہل مکہ کو ابو طالب کی یہ حمایت اس لیے بھی منظور تھی کہ وہ حضرت ابو طالب کو اپنے دین وملت پر تصور کرتے تھے۔

اگر کفار مکہ کو علم ہو جاتا کہ ابو طالب بھی مسلمان ہو گئے ہیں تو وہ آپ کی اس حمایت و نصرت کو ہرگز قبول نہ کرتے بلکہ وہ آپ سے لڑتے اور حضور کو تکلیفیں پہنچاتے۔ حضور ﷺ کے بچپن سے معجزات دیکھ دیکھ کر آپ کا دل حضور کی نبوت ورسالت کی تصدیق سے لبریز تھا جس کا یقینی اظہار آپ کے اشعار سے ہوتا ہے۔ بظاہر آپ اس دین کی قبولیت کا انکار کرتے رہے تا کہ حضور کو محفوظ پناہ گاہ میسر رہے۔

حضور ﷺ نبوت ورسالت کی حضور کی ولادت سے پہلے آگاہی وتصدیق:

حضرت ابو طالب فرماتے ہیں کہ حضرت عبد المطلب نے مجھے بتایا کہ ''میں نے ایک خواب دیکھا کہ میری پشت سے ایک درخت پیدا ہوا جس کی بلندی آسمان کو چھو رہی تھی اس کی شاخوں نے مشرق ومغرب کا احاطہ کر رکھا تھا اور اس سے ایسا نور ہویدا تھا جس کے سامنے ستر آفتاب کی روشنی بھی کم ہو۔ میں نے دیکھا کہ اس نور کے حضور عرب وعجم کے لوگ سجدہ ریز ہیں۔ اس درخت کی بلندی وروشنی میں ہر لمحہ اضافہ ہو رہا ہے پھر میں نے قریش کے کچھ لوگوں کو اس درخت کی شاخوں سے لٹکتے دیکھا اور کچھ کو اس درخت کے کاٹنے کے درپے پایا مگر جب وہ قریب آئے تو ایک انتہائی حسین وجمیل خوشبو دار نوجوان نے انہیں پکڑ لیا اور ان کی پشتیں توڑ دیں اور آنکھیں پھوڑ دیں۔ میں اس خواب سے بیدار ہوا تو ایک قریشی کاہنہ سے اسے بیان کیا تو اس کا رنگ فق ہو گیا اور کہنے لگی کہ تمہاری پشت سے ایک شخص پیدا ہو گا جو مشرق ومغرب کا مالک ہو گا اور لوگ اس کی اطاعت کریں گے جب حضور اقدس ﷺ ولادتِ باسعادت ہوئی تو حضرت عبد المطلب نے حضرت ابو طالب سے فرمایا شاید یہی وہ مولود ہے۔

جب حضورِ اقدس ﷺ مبعوث ہوئے تو حضرت ابو طالب فرماتے تھے خدا کی قسم یہی وہ شجرِ نور ہیں۔

بارش کے لیے حضور کو وسیلہ بنانا:

حضور کے بچپن میں ایک مرتبہ مکہ میں قحط پڑا، لوگ حضرت عبد المطلب کے پاس آئے تو وہ حضور کو لے کر پہلے کوہ قبیس پر تشریف لے گئے پھر بیت اللہ میں حجر اسود کے مقام پر کھڑے ہو کر حضور کی انگشت مبارک آسمان کی طرف اٹھادی، اسی وقت آسمان سے بارش ہونے لگی۔ حضرت ابو طالب یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ پھر حضرت عبد المطلب کے وصال کے بعد مکہ میں شدید قحط پڑا تو لوگ حضرت ابو طالب کی خدمت میں آئے اپنی پریشانی کا اظہار کیا اور دعا کی درخواست کی تو حضرت ابو طالب رسول اللہ ﷺ ساتھ لے کر بیت اللہ شریف میں آئے اور حضور کی انگشت مبارک آسمان کی طرف اٹھا دی اچانک بادل نمودار ہوئے اور بارش شروع ہوگئی۔ حضرت ابو طالب نے اپنے اشعار میں اس واقعہ کا ذکر کیا۔

وابیض یستسق الغمام بوجهه
ثمال ایتامی عصمة للارامل
یلوذبه الهلاک من أل هاشم
فهم فی نعمة وفواضل

''وہ حسین چہرہ اقدس والے جن کے رخ انور سے بادل بارش طلب کرتے ہیں، آپ یتیموں کی جائے پناہ اور بیواؤں کی نگہبانی فرمانے والے ہیں۔ بنی ہاشم جیسے لوگ بھی مشکلات اور تباہی کے وقت میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور ان کی نعمتوں اور فضل کے خزانوں پر گزارا کرتے ہیں۔

حضور کی برکتوں کا مشاہدہ:

حضرت ابو طالب دیکھتے کہ جب حضور ان کے بچوں کے ہمراہ دستر خوان پر بیٹھتے تو تھوڑا سا دودھ سب کے لیے کافی ہو جاتا۔ جب حضور کی عمر مبارک نو سال کی ہوئی تو

حضرت ابو طالب انہیں اپنے ہمراہ شام کے سفر پر لے گئے اثنائے راہ بحیرا راہب سے ملاقات ہوئی۔ بحیرا نے حضور میں نبوت کی نشانیاں دیکھ کر حضرت ابو طالب سے کہا کہ انہیں واپس لے جائیں کے جیسے میں نے انہیں پہچان لیا یہود بھی انہیں پہچان لیں گے اور انہیں نقصان پہنچانے کے درپہ ہوں گے۔ حضرت ابو طالب حضور کو ساتھ لے کر واپس آ گئے۔

حضور کے خطبہ نکاح میں اللہ کی حمد ثناء اظہارِ توحید:

جب جناب رسالتمآب ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا تو خطبہ نکاح حضرت ابو طالب نے پڑھا، حاضرین مجلس کے سامنے فرمایا ''تمام حمد وستائش اس اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل اور معد و مضر کی اصل پاک سے پیدا فرمایا۔ ہمیں اپنے گھر کا نگہبان و پاسبان بنایا، حرم کے امور کا پیشوا مقرر فرمایا اور ہمارے لیے ایک ایسا گھر مقرر فرمایا جس کے حج کے لیے اطراف واکناف کے لوگ آتے ہیں۔ اما بعد! یہ میرے بھائی کے بیٹے محمد بن عبد اللہ ایسے نوجوان ہیں کہ شرافت وسیادت اور فضیلت و فراست میں کوئی ان کا مدمقابل نہیں۔ خدا کی قسم ان کا مستقبل نہایت شاندار ہے اور ان کے لیے عظیم بشارت ہے۔''

حضور کی نبوت ورسالت کی تصدیق اور صدق وصفا کی گواہی:

جب اہل قریش نے حضرت ابو طالب سے حضور کی شکایت کی اور زور دیا کہ اپنے بھتیجے کو ان کے دین کی اشاعت سے روکیں تو حضرت ابو طالب نے اس بات کا حضور سے اظہار کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند لا کر رکھ دیں تب بھی تبلیغ سے باز نہ آؤں گا۔ یا تو میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گا یا پھر راہ حق میں جان قربان کروں گا۔ ابو طالب نے ایسا پر عزم جذبہ دیکھا تو برملا کہا۔ '' اے میرے بھتیجے جو آپ کا جی چاہتا ہے علی الاعلان کریں خدا کی قسم! میں کبھی بھی آپ کو ان لوگوں کے حوالے نہ کروں گا۔'' پھر قریش سے مخاطب ہو کر کہا میرے بھتیجے نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ (بالفاظِ دیگر آپ نے یہ فرما کر حضور کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کی)

راوی حدیث:

حضرت امام جعفر صادق امام باقر سے، وہ اپنے والد امام زین العابدین سے، امام زین العابدین امام حسین سے، امام حسین حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو طالب سے سنا کہ میرے بھتیجے حضرت محمد ﷺ نے فرمایا اور خدا کی قسم وہ یقینا سچے ہیں، جب میں نے آپ سے پوچھا کہ یا محمد ﷺ آپ کس چیز کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے ہیں تو آپ نے فرمایا صلہ رحمی، نماز اور زکوٰۃ کے ساتھ۔ (اس وقت اسلام میں صرف دو نمازیں رائج تھیں فجر اور عصر کی دو دو رکعتیں یا پھر نماز تہجد تھی جس پر حضور پہلے سے عمل پیرا تھے۔ زکوٰۃ سے مراد اپنے مال سے غریبوں کی مدد کرنا لوگوں کو کھانا کھلانا اور صدقات وخیرات تھا۔)

ایک اور حدیث میں جسے خطیب بغدادی نے حضرت ام ہانی کے غلام ابو رافع سے روایت کی کہ حضرت ابو طالب نے فرمایا کہ میں نے حضور سے سنا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا کہ میں لوگوں تک اس کے احکام پہنچاؤں، صلہ رحمی کروں، اللہ کی عبادت کروں اور اس کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ کروں۔ یہ بیان کر کے حضرت ابو طالب نے فرمایا محمد ﷺ میرے نزدیک سچے اور امین ہیں۔

ایک اور حدیث جو حضرت ابو طالب سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا "شکر کرو کہ اس سے رزق میں فراوانی ہوگی اور کفر نہ کرو کہ اس سے مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ گے (یعنی نا شکری نہ کرو)

معجزات کا مشاہدہ:

حضرت ابو طالب فرماتے ہیں کہ میں حضور کے ہمراہ وادئ ذالمجاز میں تھا مجھے شدید پیاس لاحق ہوئی میں نے حضور سے تذکرہ کیا، وہاں دور دور تک پانی کا نام ونشان نہ تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے محبوب اور مشفق چچا کی تکلیف دیکھی تو زمین پر ایڑی مبارک دبائی تو وہاں سے پانی کا چشمہ پھوٹ نکلا جس سے میں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ جان لیں کے حضور کی مقدس ایڑی کی رگڑ سے برآمد ہونے والا پانی آب کوثر اور آب زم زم سے افضل و

اعلیٰ ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوطالب شدید بیمار ہو گئے، حضور آپ کی عیادت کو گئے تو ابوطالب نے دعا کی درخواست کی۔ حضور نے ان کے حق میں شفایابی کی دعا کی تو اسی لمحہ ابوطالب شفایاب ہو گئے۔ ایسی حیرت انگیز تبدیلی اور دعا کی فوری اجابت دیکھ کر بے اختیار منہ سے نکلا۔ ''اے میرے بھتیجے بے شک تیرا رب تیری اطاعت کرتا ہے۔'' حضور نے یہ کلمہ سنکر یہ نہ فرمایا کہ چچا کیا کہتے ہو میرا رب کسی کی اطاعت نہیں کرتا بلکہ ہم سب اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ بلکہ تائیداً فرمایا اے چچا اگر تو اس پر ایمان لے آئے اور اس کی اطاعت کرے تو وہ تیرے ساتھ بھی ایسا ہی کرے۔ (یعنی تیری بھی ایسی ہی اطاعت کرے کہ ہر دعا فوراً قبول فرمالے۔)

قاضی سید احمد بن زین دحلان مکی اور علامہ برزنجی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ''جس شخص کے سامنے ایسے معجزات ظاہر ہوں اس کے دل میں ان کی تصدیق کیسے وقوع پذیر نہیں ہو گی اور بے شک قرائین کثیرہ ان کی تصدیق پر دلالت کرتے ہیں۔'' آپ کا اپنے اسلام و ایمان کا بظاہر اظہار نہ کرنا حکمتاً تھا تا کہ حضور کا دفاع کرتے رہیں اور حضور کو وہ پناہ گاہ میسر رہے۔

اشعار میں حضور کی نبوت ورسالت کی تصدیق:

حافظ ابن حجر عسقلانی ''الاصابہ'' میں فرماتے ہیں کہ یہ شعر حضرت ابوطالب کا ہے:

وشق له من اسمه ليجعله فذو العرش محمود و هذا محمد

''اللہ نے آپ کے اسمِ پاک کو اپنے مقدس نام سے نکالا پس وہ عرش پر محمود ہے اور یہ محمد ہیں۔'' بعض نے کہا یہ شعر حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ہے۔ امام اہل سنت سید محمد بن رسول البرزنجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے یہ شعر حضرت ابوطالب کا ہو اور اس پر تضمین حسان بن ثابت نے کی ہو اور حضرت ابو طالب نے حضور کی تعریف میں فرمایا:

واللّٰہ من يصلوا اليک بجمعهم حتیٰ اوسد فی التراب دفينا

فاصدع با مرک ما عليک عضاضة وابشر بذاک وقرمنک عيونا

ودعوتنی و علمت انک صادق　　ولقد صدقت وکنت ثم امینا

ولقد علمت بان دین محمد　　من خیر ادیان البریۃ دینا

''اللہ کی قسم جب تک میں زندہ ہوں وہ تیری طرف نہیں پہنچ سکیں گے۔ جو تیرا کام ہے اس کا ابلاغ کر تجھے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ اس بات سے خوش ہو جا اور آنکھیں تجھ سے ٹھنڈی ہوتی رہیں اور تو نے مجھے اپنے دین کی دعوت دی اور میں جانتا ہوں کہ تو سچا ہے اور بے شک تو نے سچ کہا کہ تو صادق و امین ہے۔ اور تحقیق میں نے جان لیا کہ محمد ﷺ دین تمام دینوں سے اچھا ہے۔''

حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ نبوت ورسالت کی تائید وتصدیق میں فرمایا:

أنت الرسول، رسول اللّٰہ نعلمۃ　　علیک نزل من ذی العزۃ الکتب

آپ رسول ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ پر عزت کے مالک کی بارگاہ سے کتاب نازل کی گئی۔'' اور آپ نے فرمایا

أنت النبی محمدُ　　قرم اعزُّ مسوّدُ

''آپ محمد ﷺ ہیں۔ سید ہیں، معزز ترین ہیں، سب پر سردار ہیں۔''

شاہِ حبشہ کو نصیحت:

جب مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت ابوطالب نے شاہِ حبشہ کو لکھا

اتعلم ملک الجشن ان محمدا　　نبی کموسیٰ والمسیح ابن مریم

اتی بھدی مثل الذی أتیابہ　　وکل بأمر اللّٰہ یھدی ویعصم

وانکمو تتلونہ فیکتابکم　　بصدق حدیث لا بصدق الرجُم

فلا تجعلو اللّٰہ نداً وأسلموا　　وان طریق الحق لیس بمظلم

''اے حبشہ کے بادشاہ کیا آپ جانتے ہیں کہ محمد ﷺ ایسے نبی ہیں جیسا کہ موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم تھے۔ یہ ایسی ہی ہدایت کے ساتھ مبعوث ہوئے، جیسی ہدایت کے ساتھ وہ دونوں آئے تھے اور انمیں سے ہر ایک حکم الٰہی کے ساتھ ہدایت دیتا ہے اور گناہوں سے باز رہنے کی تلقین کرتا ہے اور بیشک تم اپنی کتاب میں پڑھتے ہو کہ اس کی بات حق پر مبنی ہے نہ کہ افسانہ ہے۔ لہٰذا تم اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ اور اسلام لے آؤ کہ بیشک جادۂ